تاریخ الامت

حصۂ ششم

عباسیۂ مصر

مصنفہ

مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری

استاذ تاریخ اسلام جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

سنہ ۱۹۲۸ء

بار اول ایک ہزار

مطبع جامعہ ملیہ دہلی میں طبع ہوئی

قیمت صرف [illegible]

سلسلہ اشاعت اردو اکادمی نمبر ۱۵

ل

تصحیح

فہرست مضامین تاریخ الامت حصہ ششم

۱

اللہ اکبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

تاریخ الامت حصۂ پنجم شائع کی جا چکی تھی کہ جامعہ علیگڑھ سے دہلی میں منتقل ہو گئی۔ اُس وقت سے آج تک یہ سلسلہ بند رہا۔ جس کی بڑی وجہ کچھ جامعہ کی بے سروسامانی اور کچھ میری خانگی پریشانی تھی۔ گو ان مصائب کا ابھی تک خاتمہ نہیں ہوا ہی لیکن اس تاریخ کی تکمیل بہر حال ضروری ہے اس لیئے جس طرح بھی ہوسکا یہ چھٹا حصہ اس سال لکھا۔ اُمید ہے کہ انشاء اللہ سال آیندہ تک یہ کتاب پوری ہو جائے گی۔

زوال بغداد کے بعد خلافت عباسی مصر میں آکر قائم ہوئی۔ اس لیئے وہاں کی مختصر تاریخ ابتدا سے بیان کر دینی ضروری تھی۔ یہ پورا حصہ اسی میں صرف ہوا۔ اور طوفان نوح کے بعد سے ۹۲۳ھ تک کی جس میں وہاں سے خلافت منتقل ہوکر آل عثمان کے ہاتھوں میں چلی گئی مصر کی ایک اجمالی تاریخ اس میں لکھی گئی۔

مصر کے دَورِ اسلامی کی تاریخ عہد بعہد کی حسب معمول مسلمانوں نے اچھی طرح محفوظ رکھی ہے۔ اور چونکہ دوسرے اسلامی مراکز کے مقابلہ میں وہاں کے کتب خانے زمانہ کی دستبرد سے نسبتاً بچے رہے ہیں اس وجہ سے تاریخ مصر کے متعلق

جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ کمتر نایاب ہوئی ہیں۔ البتہ قدیم تاریخ کے معتبر مصادر موجود نہیں۔ کیونکہ پانچویں صدی قبل مسیح سے پیشتر کی کوئی تصنیف اس موضوع پر نہیں ملتی۔ سب سے پہلے مصر کا کچھ حال جس شخص نے لکھا ہے وہ مشہور یونانی سیاح اور مورخ ہیرو ڈوٹس ہے جو ۴۵۵ ق م میں نیل کے سواحل سے گزرا تھا۔ اس کے دو صدی کے بعد ایک مصری کاہن سیاینتوس نے جو مانیثو کے نام سے مشہور ہے اس ملک کی تاریخ لکھی۔ مگر وہ مفقود ہو گئی۔ صرف اس کے بعض بعض حصے جو یوسیفوس یہودی نے اپنی کتاب آثار الاسرائیلین یا آٹھویں صدی عیسوی کے ایک مورخ سنسلوس نے اپنی تصنیف میں نقل کئے تھے ہم تک پہونچے ہیں۔ قدیم حکمراں خاندانوں کے ملوک کی فہرستیں مانیثو ہی کے حوالہ سے بعض مسیحی مورخوں نے لکھی ہیں۔

۱۸۱۸ء میں نو سال کی لگا تار کوشش کے بعد فرانس کے مشہور اثری محقق شمپولون نے ہیروغلیفی کتابت کو حل کیا۔ جس سے آثار قدیمہ کے کتبے پڑھے جانے لگے۔ اور پرانے ہیکلوں اور معبدوں اور اُن کے ستون و دیوار و در کے نقوش سے بعض حالات منکشف ہوئے۔ میں نے اس حصہ کی تالیف میں یہ تمام معلومات اور اسلامی متداول کتب تاریخ کو سامنے رکھا۔

چونکہ میری یہ کتاب جیسا کہ میں پہلے بھی ظاہر کر چکا ہوں محض تعلیمی ہے نہ کہ علمی۔ اور میں صرف ضروری معلومات دینے پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ طلبا کے لئے اسلامی تاریخ آسان اور قریب الفہم ہو جائے۔ اسی لئے حسب معمول اختصار سے کام لیا۔ اور مصر کی علمی ترقی کی تاریخ بھی چھوڑ دی۔ کیونکہ اس کے لئے ایک جداگانہ

بسوط تصنیف درکار ہے۔

تاریخ مصر کے بعض بعض امور بوجہ تعلق خلافت کے خلفاء بغداد کے بیان میں پہلے حصوں میں آچکے ہیں۔ اس حصہ میں بھی مجبوراً ان کو دُہرانا پڑا۔ لیکن جہاں تک ہوسکا کوشش یہی رہی کہ کم سے کم تکرار واقع ہو۔ کیونکہ ایک ہی بات ایک ہی کتاب میں دوبارہ لانا مورخ کے لیئے کچھ پسندیدہ نہیں۔ اگر ممکن ہوگا تو آیندہ طباعت میں پہلے حصوں میں سے ان کو خارج کرنے کی کوشش کروں گا۔

یکم شعبان ۱۳۴۶ھ

محمد اسلم جیراجپوری
جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ قرول باغ۔ دہلی

تاریخ مصر قبل از اسلام ۵۰۰۴ ق م سے شروع ہوتی ہے جبکہ مصر کے پہلے
بادشاہ میناؔ نے اس ملک میں سلطنت قائم کی یہ دو دَوروں میں منقسم ہے۔

(۱) دَورِ جاہلیت۔ جو ۵۰۰۴ ق م سے سنہ ۳۸۱ء تک ہے۔ اس میں امت مصریہ
اپنے قدیمی دین پر رہی۔

(۲) دَورِ مسیحیت جس میں اہل مصر نے دین عیسوی اختیار کرنا شروع کیا۔
یہ سنہ ۳۸۱ء سے سنہ ۶۴۰ء یعنی فتح اسلامی تک ہے۔

اقوام مصریہ

قدیم اہل مصر حام بن نوح کے بیٹے مصرایم کی اولاد تھے جو شام سے
جاکر وادی نیل میں جابجا قبیلے قبیلے آباد ہوگئے۔ یہ لوگ پانچ طبقوں میں منقسم
تھے۔ پہلا طبقہ کاہنوں کا تھا جو دینی پیشوا تھے۔ ان کی کسی بات کی خلاف ورزی

معبود کے حکم سے سرتابی کے برابر سمجھی جاتی تھی۔ دوسرا طبقہ جنگی جماعت کا تھا جو دشمنوں کی مدافعت کرتی تھی۔ باقی تین طبقے تاجروں۔ کاشتکاروں اور گلہ بانوں کے تھے۔

بجز کاہنوں اور طبقۂ دوم کے کوئی دوسرا زمین کی ملکیت کا حق نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ اراضی کا بڑا حصہ کاہنوں کے قبضہ میں تھا اور کچھ جنگ آوروں کے۔ بقیہ تینوں طبقے ان سے ٹھیکہ یا کرایہ پر زمینیں لے کر کھیتی کرتے تھے۔

زمانۂ دراز کے بعد جب ان قبائل کی تعداد زیادہ ہوگئی اور انتظام کے لیے ضرورت نے مجبور کیا تو انھیں میں سے ایک شخص منا نامی جو جنگی جماعت کا سرغنہ تھا بادشاہ بن گیا۔ اور اس نے مصر میں پہلی سلطنت قائم کی جو ایک زمانہ تک اس کی اولاد میں چلی آئی۔ پھر دوسرا خاندان غالب آگیا۔ اسی طرح سلسلہ بسلسلہ ۳۱ خاندان حکمران ہوئے۔ جن میں سے اکثر اُسی شہر کی نسبت سے موسوم ہیں جو اُن کا پایۂ تخت تھا۔

اِن ۳۱ خاندانوں کے بعد یونانیوں نے آکر مصر پر قبضہ کرلیا۔ پھر اُن سے رومیوں نے لے کر اپنی سلطنت کا صوبہ بنا لیا۔

دینی عقائد و رسوم

قدیم اہل مصر گو متعدد دیوتاؤں اور دیبیوں کو مانتے اور ان کی پوجا کرتے تھے لیکن ان کے تمام معبودوں کا اصل مرجع صرف دو بڑے معبود تھے۔ ایک فتاح (خالق)، جس کا بت مقام منف میں تھا۔ دوسرا رع (سورج)، جس کی

مورت لقصر میں بنائی گئی تھی۔ یہ بھی درحقیقت ان کے عقیدہ میں خالق اکبر ہی کی ایک مظہری تمثال تھا۔ اس کے بعد جوں جوں بت تراشی میں ترقی ہوتی گئی معبودوں کے تنوع میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ **بسامتیک** اول (خاندان ۲۶) کے زمانہ میں جب یونانی مصر میں آئے اور وہاں رہے تو انھوں نے علوم مصریہ ریاضی۔ ھیاۃ اور نجوم وغیرہ کے ساتھ وہاں کے علم الاصنام کو بھی سیکھا۔ اور مصری بتوں کو معہ ان کے ناموں کے یونان میں لے گئے۔

قدماء مصر کا یہ خیال تھا کہ دیوتا بعض بعض حیوانات کی شکل میں بھی جسم اختیار کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ گائے۔ مگر و شہباز وغیرہ کو بھی پوجتے تھے۔

ان کا ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ موت کے بعد روح جسم کے ساتھ قبر میں رہتی ہے۔ اسی بنیاد پر وہ اپنے مردوں کی ممی بناتے تھے۔ انھوں نے ایسی دوائیں معلوم کر لی تھیں جن کی بدولت جسم غیر محدود زمانہ تک سڑنے سے محفوظ رہ سکے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ جسم اگر ضائع ہو گیا تو روح کا کوئی ٹھکانا نہیں رہے گا۔ اور وہ بھٹکتی پھرے گی۔ اس لیئے امیر و غریب سب ممی کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ اور اس کو محفوظ تابوتوں اور صندوقوں میں بند کر کے تہہ خانوں میں رکھتے تھے۔ جن پر پختہ عمارتیں بنا دیتے تھے۔ چنانچہ مصر کے اہرام وہاں کے ملوک اور سلاطین وغیرہ کے مقبرے ہیں۔

ان میں ایک خاص رسم یہ بھی تھی کہ ممی تیار ہو جانے کے بعد مردہ کو پہلے ایک چبوترہ پر لا کر رکھتے جہاں مذہبی حکام اور کاہن اور عوام الناس آ کر جمع ہوتے پھر اعلان کیا جاتا کہ کسی کو اگر اس کے اوپر کوئی دعوی ہو تو پیش کرے۔ جو وہ بے گناہ نکلتا تو اس کو قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت ملتی۔ اس کے اقربا اسی وقت

اپنا ماتمی لباس اُتار دیتے۔ اور اُس کی برائت پر خوشی مناتے۔ اور جو گنہگار ٹھہرتا تو دفن سے ممنوع قرار پاتا۔ مجبوراً اس کے ورثا اس کے تابوت کو لاکر اپنے گھر میں رکھتے۔ جب اس قسم کے متعدد مردے کسی کے یہاں جمع ہو جاتے تو کاہن نذر ول کی خاطر سے ان کو کہیں دفن کرنے کی اجازت دے دیتا۔

اس آخری احتساب میں کسی قسم کی رعایت نہیں برتی جاتی تھی۔ چنانچہ **خوفو** اور **خفرع** بادشاہوں کو بھی کاہنوں نے دفن سے روک دیا تھا۔

اس دستور کی وجہ سے ان کے اخلاق اچھے تھے۔ کیونکہ اس آخری فضیحت اور رسوائی کے خوف سے وہ معاملات کو صاف رکھتے اور سب کے ساتھ نیک سلوک کرتے تھے۔

علمی لحاظ سے قدیم اہل مصر طب سے واقف تھے۔ اور اکثر بیماریوں کی شناخت اور ان کی دوائیں جانتے تھے۔ ریاضی اور ھیأۃ سے بھی ان کو ذوق تھا۔ چنانچہ دنیا میں سب سے پہلے سن شمسی ۳۶۵ ¼ اور سن قمری ۳۵۴ دن کا اُنھوں نے ہی قرار دیا تھا۔ اور فن تعمیر میں تو اہرام اور عجیب و غریب ہیکل و معبد ایسی یادگاریں اُنھوں نے چھوڑی ہیں جن کو آج تک ساری دنیا حیرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

ادوار تاریخی

مورخوں نے مصر جاہلیت کی تاریخ کو پانچ دور میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) **دولتِ قدیمہ**۔ ۴۰۰۰ ۵ سے ۳۰۶۴ ق م تک۔ اس میں دس خاندان حکمراں رہے جنھوں نے ۱۹۴۰ سال تک حکومت کی۔

(۲) **دولتِ وسطیٰ**۔ ۳۰۶۴ سے ۱۷۰۳ ق م گیارہویں خاندان سے

سے سترہویں خاندان تک۔ ۱۲۶۱ سال۔

(۳) **دولتِ اخیرہ**۔ ۱۷۰۳ سے ۳۳۲ ق م۔ اٹھارویں خاندان سے اکیتسویں خاندان تک۔ مدتِ حکومت ۱۲۷۱ سال رہی۔

(۴) **دولتِ یونانی**۔ ۳۳۲ سے ۳۰ ق م تک ۳۰۲ سال حکومت رہی جس میں دو خاندان گزرے۔

(۵) **دولتِ رومانی**۔ ۳۰ ق م سے ۳۸۱ء تک۔ ۴۱۱ سال جس میں رومیوں کا قبضہ رہا۔

اِس کے بعد چھٹاں دورِ مسیحیت ہی جو ۳۸۱ء سے ۶۴۰ء یعنی فتح اسلامی تک ہی۔ اس میں بھی حکومت رومیوں ہی کے ہاتھ میں رہی۔

اِن کل ادوار کی نہایت مختصر تاریخ ذیل میں درج کی جاتی ہی۔

دولتِ قدیمہ

اِس دولت کا زمانہ جیسا کہ ابھی لکھا جا چکا ۵۰۰۴ سے ۳۰۶۴ ق م تک ۱۹۴۰ سال ہی جس میں دس خاندانوں کی حکومت رہی۔

(۱) طینی

مدت حکومت ۳۰۵ سال۔ عدد ملوک ۹

۱	مَنَّا (مینس)	۶۲	سال	حکمراں رہا
۲	تتا (اثوتیس)	۵۷	״	״
۳	کنکنیس	۳۱	״	״

۴	ونفس اول	۲۳	سال حکمراں رہا
۵	ونفس ثانی	۲۴	〃 〃
۶	سبتی (اسافابیدوس)	۲۰	〃 〃
۷	میتہ بیدوس	۲۶	〃 〃
۸	سمن پسس	۱۸	〃 〃
۹	بیتہ نخس	۴۴	〃 〃

منا مصر کا اولیں بادشاہ پہلے قبائل مصریہ کا سالار جنگ تھا۔ اور ان میں ہردلعزیز۔ کاہنوں کے استبداد سے تنگ آ کر لوگوں کو ان کے خلاف اپنے ساتھ متفق کرلیا۔ اور لڑکران کو مصر سے نکال دیا اور اپنا تسلط قائم کیا۔ چونکہ طینہ کے لوگ درپردہ کاہنوں کے طرفدار تھے اس لیئے اس مقام کو چھوڑ کر نیا شہر منف آباد کیا اور اسی کو اپنا پایۂ تخت بنایا۔ ارد گرد خندق کھدوا کر چاروں طرف آمدورفت کے لیئے اس پر پُل بنوا دیئے۔

دریائے نیل کو جو صحرائے لیبیا کی طرف بہتا تھا نہر کے ذریعہ سے مشرقی سمت میں جاری کیا۔ ملکی نظم ونسق کے قوانین وضع کیئے۔ پھر اہل لیبیا سے لڑکران کو اپنا محکوم بنایا۔

تتا نے منف میں شاہی قصر تعمیر کرایا۔ اس کے عہد میں قحط بھی پھیلا اور طاعون بھی جس سے بہت مخلوق مرگئی۔

ونفس اوّل نے مصر کا سب سے پہلا ہرم کوکمہ تعمیر کرایا۔

آخری تین بادشاہوں کے زمانوں میں فواحش کی گرم بازاری رہی اور

جابجا فتنے برپا ہوئے جس کی وجہ سے سلطنت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔

(۲) منفی

مدت حکومت ۳۰۲ سال۔ عدد ملوک ۹

۱	بصاو (بوثِوس)	۳۸ سال
۲	کاکاوو (کایہ خوس)	۳۹ "
۳	بینوتریس	۴۷ "
۴	وہنس	۱۷ "
۵	استنس	۴۱ "
۶	خایرس	۱۷ "
۷	نفرخرس	۲۵ "
۸	نفرکاسکر	۴۸ "
۹	خزرس	۳۰ "

بصاو خاندان سابق کا رشتہ دار تھا۔

کاکاوو کے عہد میں حیوانات خاص کر گائے کی پرستش زیادہ ہو گئی۔

بینوتریس نے یہ قانون بنایا کہ خاندان شاہی میں اولاد ذکور نہ ہونے کی صورت میں عورتوں کو بھی تخت سلطنت پر بیٹھنے کا حق ہوگا۔ اس نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ میں اللہ کا رشتہ دار ہوں۔ یہ عقیدہ اس کے بعد بھی ملوک مصر میں یونانیوں کے عہد تک چلا آیا۔

اب تک سارے مصری قبائل زیر اطاعت نہیں تھے۔ اس نے سب کو

قبضہ میں لا کر ایک متفقہ قوم بنایا۔

استنفس کو طب میں دخل تھا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ خاندان اوّل کے بادشاہ تتا نے طب میں ایک کتاب لکھی تھی۔ استنفس نے اس کی تکمیل کی۔

(۳) منفی

مدت حکومت ۲۱۴ سال عدد ملوک ۹

۱	تخروفس	۲۸ سال
۲	نبکا	۱۹ //
۳	ترہ یس	۷ //
۴	سسوخریس	۱۷ //
۵	نبکارع	۱۹ //
۶	نفرکارع	۴۲ //
۷	سفوریس	۳۰ //
۸	.....	۲۶ //
۹	سنفرو	۲۶ //

تخروفس کے عہد میں اہل لیبیا نے بغاوت کی۔ وہ لشکر لے کر گیا۔ چاندنی رات میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ اتفاقاً چاند گرہن میں آگیا۔ لیبیا والوں نے خیال کیا کہ ہم نے بادشاہ کی جو مخالفت کی ہے اس پر آسمانی غضب کا ظہور ہو رہا ہے۔ اس وجہ سے ہتیار ڈال دیئے اور اطاعت قبول کر لی۔

نبکا علم طب کا ماہر تھا۔ چنانچہ پہلی صدی عیسوی تک اس کے نوشتے

لوگوں میں رائج تھے۔ فن کتابت اور سنگ تراشی کو بھی اس نے ترقی دی تھی۔

آخری بادشاہ **سنفرو** نے عرب کے ایک پہاڑ سے تانبے کی ایک کان نکالی۔ جبل حوریب پر لشکر کشی کر کے وہاں کے قبائل کو مطیع بنایا۔ اور متعدد قلعے اور عمارات تعمیر کرائیں۔

اس خاندان کے عہد میں طینہ کی ساری رونق منتقل ہو کر منف میں چلی آئی۔ اور ملک میں مال و دولت کی فراوانی ہوئی۔ بڑے بڑے ہیکل اور معبد تعمیر کیے گئے۔ ابوالہول کا عظیم الشان بت جو اہرام جیزہ کے پاس آج بھی قائم ہے اسی خاندان کے زمانہ میں بنا تھا۔ اس بت کا جسم شیر کا ہے اور سر انسان کا۔ جس سے قوت اور عقل دونوں کے اجتماع کی طرف اشارہ ہے۔

(۴) منفی

مدت حکومت ۲۸۴ سال۔ عدد ملوک ۱۴

ان چودہ میں سے صرف آٹھ کے نام معلوم ہو سکے ہیں ان میں سے بھی مشہور چار ہی ہیں۔ **خوفو۔ خفرع۔ منکورع۔ اسکاف۔**

خوفو (کیوپس) عمارات کا بڑا عاشق تھا۔ اسی نے مصر کا سب سے بڑا ہرم جو جیزہ میں ہے بنوایا جس کی بلندی ۴۵۰ اور چوڑائی ۷۴۶ قدم ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس میں ایک لاکھ آدمی روزانہ کام کرتے تھے اور پورے تیس سال میں تیار ہوا۔ پہاڑ سے بھی زیادہ سنگین ہے۔

خلیفہ **مامون** عباسی جب ۲۱۷ھ میں مصر میں گیا اور لوگوں سے سنا کہ ان عمارتوں میں قدما ملوک کے خزانے مدفون ہیں تو اسی بڑے ہرم کو توڑنا

شروع کیا۔ بہزار دقت صرف ایک کو ناٹوٹ سکا۔ اور صرفہ بہت پڑگیا۔ اِس لئے چھوڑ دیا۔

خوفو جنگ آور بھی تھا۔ اِس نے عربی اور شامی قبائل سے جو مشرقی سمت سے حدود مصر پر حملے کیا کرتے تھے متعدد لڑائیاں کیں اور اُن کو شکستیں دیں۔ ۶۳ سال حکمراں رہا۔

خفرع نے دوسرا ہرم جو بڑے ہرم کے بالمقابل ہی بنوایا۔ اس کا ارتفاع ۴۷۴ اور عرض ۶۹۰ قدم ہے۔

منکورع عادل اور مہربان تھا۔ رعیت اس کو محبوب رکھتی تھی۔ جیزہ کا تیسرا ہرم جو ۲۰۳ قدم بلند اور ۲۵۲ قدم عریض ہے اس کا تعمیر کردہ ہے۔ لیکن یہ اس کو مکمل نہیں کرسکا تھا۔ ملکہ نیتوکریس نے جو خاندانِ ششم کی آخری فرمانروا تھی اس کی تکمیل کرائی۔

منکورع کی نعش ایک سنگین تابوت میں برآمد ہوئی تھی۔ انگریز اس کو انگلستان لے جارہے تھے۔ راہ میں پرتگال کے ساحل پر جہاز ڈوب گیا۔ لیکن جثہ اور چوبیں غلاف جو انسان کی شکل کا بنا ہوا تھا برآمد ہو گیا۔ اور لندن کے میوزیم میں پہونچا۔

اسکاف اس خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ وہ ہندسہ سے آشنا تھا اور آلات رصد کا شائق۔ ۹ سال حکمراں رہا۔

(۵) اصوانی

مدت حکومت ۲۱۸ سال۔ عدد ملوک ۹

۱	اسکاف	۲۸
۲	سحورع	۱۳
۳	ککا	....
۴	نفرخرس	۲۰
۵	ششبس کارع	....
۶	رعنوسر	۱۱
۷	منکاحور	۹
۸	ددکارع	۴۴
۹	اوناسی	۳۳

اسکاف عادل تھا **سحورع** نے اپنے عہد میں اس کے لئے وہ ہرم بنوایا جو بوصیر کے متصل خعب کے نام سے مشہور ہے۔

نفرخرس کے زمانہ میں مصر میں علمی اور تمدنی ترقی ہوئی۔

ددکارع نے وادی مغارہ میں کئی کانیں دریافت کیں۔

(۶) اصوانی

مدت حکومت ۲۰۳ سال۔ عدد ملوک ۶

۱	آتی	۳۰
۲	مریرع (ببیئی اول)	۵۳
۳	مرنرع اول	۷
۴	نفرکرع (ببیئی ثانی)	۱۰۰

۵ مرنرع ثانی ۱

۶ ملکہ نیتوکریس ۱۲

آتی کے زمانہ میں سواحل بحر پر تتا نامی ایک مدعی سلطنت کھڑا ہو گیا لیکن چھ مہینے بعد مارا گیا۔

مریرع یعنی بیبی اول نے ایک طرف شام اور دوسری طرف نوبیا کو محکوم بنایا۔

مرنرع کے عہد میں مصر میں جنگی کشتیاں تیار کی گئیں۔

بیبی ثانی کے زمانہ میں فیروزہ۔ توتیا۔ تانبے کی کانیں اور کوہ طور سے قیمتی پتھر لعل و زمرد وغیرہ نکالے گئے۔

مرنرع ثانی اپنی حکومت کے دوسرے سال خود اپنے ہی امیروں کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔ اِس کی بہن نیتوکریس نے جو اس کی بیوی بھی تھی تخت نشیں ہونے کے بعد دعوت کے بہانے سے قاتلوں کو بُلا کر ایک تہہ خانے میں بٹھلایا جس کے اِرد گرد پانی بھروا رکھا تھا۔ دفعتاً اس کو کھلوا دیا۔ جس سے تہہ خانہ پانی سے لبالب ہو گیا اور وہ سب کے سب ڈوب کر مر گئے۔ لوگ اس کے بھی دشمن ہو گئے اور قتل کرنے کی فکر میں لگے۔ جب اس نے بچنے کی کوئی صورت نہ دیکھی تو آگ میں گر کر خودکشی کر لی۔

حُسن و جمال کی وجہ سے اس کا لقب گُلرخ تھا۔

(۷) (۸) (۹) (۱۰)

مدت حکومت ۱۴۱ سال

ان چاروں خاندانوں کی کوئی کیفیت اور ان کے بادشاہوں کی کوئی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔ تاریخ صرف اس قدر بتاتی ہے کہ ان میں سے پہلے دو خاندان منف میں تھے۔ اور دوسرے دونوں ہرقلیو پولیس میں۔

دولتِ وُسطےٰ

۳۰۶۴ سے ۱۷۰۳ ق م تک۔ ۱۳۶۱ سال۔ گیارہویں سے لے کر اٹھارہویں تک ۷ خاندانوں کی حکومت رہی۔

(۱۱) طیبی

مدت حکومت ۴۳ سال

دسویں خاندان کے بعد مصر میں مختلف حکومتیں قائم ہوگئیں۔ بحری سمت میں ملوک اہناسس حکمراں تھے۔ انھیں کی طرف سے گیارہویں خاندان کا بانی **انتف عا** طیبہ کا والی تھا۔ اس نے اپنے رعب و سطوت کی وجہ سے استقلال حاصل کرلیا۔ پھر **انتف عا** رابع نے جو اس خاندان کا نامی بادشاہ گزرا ہے اہناسس پر لشکرکشی کرکے غلبہ حاصل کرلیا۔ نیز شمال میں بھی ایشیائی حدود پر قابض ہوگیا۔ اس کے عہد میں بڑی بڑی سربلند عمارتیں بنیں۔ چنانچہ اسی کے زمانہ کی ایک عمارت کے کھنڈر کے ملبہ سے یونانیوں نے اپنے عہد میں ایک پُل تیار کیا تھا۔

اس کا جانشیں **منتوحتب** رابع تھا جس کا لقب **نیخرع** تھا۔ آخری بادشاہ **سعنخ کارع** ہوا جس نے ایک درباری حنو نامی سے مصر اور عرب

کے راستہ کو درست کرایا۔ اس کام کو هر یورع اول نے شروع کیا تھا لیکن پورا نہ کر سکا تھا۔ حنوتے اس میں پانچ منزلیں بنوائیں اور ہر ایک منزل پر کنواں کھدوایا۔ یہی راستہ یونانیوں اور رومانیوں کے عہد تک رہا۔

(۱۲) طیبی

مدت حکومت ۲۱۳ سال۔ ملوک بیس سے صرف آٹھ معلوم ہو سکے۔

۱	امنما (امنحعت) اول	۳۰	
۲	اوسرتسن اول	....	
۳	امنما ثانی	۳۸	
۴	اوسرتسن ثانی	۱۹	
۵	اوسرتسن ثالث	۲۶	
۶	امنما ثالث	۴۲	
۷	امنما رابع	۹	سال۔ ۳ ماہ
۸	ملکہ سبک نفرورع	۱	سال۔ ۱۰ ماہ۔ ۲۴ روز

اس بارہویں خاندان نے سارے ملک کو اپنے قبضہ میں کیا اور کوئی دوسری حکومت مصر میں باقی نہیں چھوڑی۔

پہلا بادشاہ امنما خاندان سابق کے بادشاہ منتوحتپ کے ملازمین میں سے تھا۔ اس نے جب کُل مصر پر حکومت قائم کر لی تو اہل لیبیا و نوبیا اور بعض ایشیائی قبائل منف کے مغرب میں حملہ آوری کے ارادہ سے مجتمع ہوئے۔ جا کر سب کو شکست دی۔ حبشہ کے بھی ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ شجاع۔

عاقل اور فرزانہ تھا۔

اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے اوسرتسن کو تخت پر بٹھا دیا جس نے طیبہ کا ہیکل تعمیر کرایا اور وہ ستون بنوایا جو مطریہ میں ہے اور جس پر یہ کتبہ ہے۔

"بادشاہ منصور۔ ہر موجود کی حیات۔ بالائی اور نشیبی مصر کے سلطان۔ دونوں تاجوں کے مالک۔ خورشید کے فرزند۔ اوسرتسن۔ مطریہ کے معبودوں کے محب نے جو ہمیشہ زندہ ہے۔ اس نشان کو رسمی تیوہار کے آغاز میں اپنے نام سے اس جشن کی یادگار میں نصب فرمایا۔"

خیال کیا جاتا ہے کہ الفیوم میں جو ستون ہے وہ بھی اسی کا تعمیر کردہ ہے۔

اوسرتسن ثانی نے بھی اپنی کئی یادگاریں چھوڑی ہیں۔

اوسرتسن ثالث دانشمند اور بہادر بادشاہ تھا۔ اس نے اتھوپیا (برقہ) اور اس کے آگے کے علاقہ کو بھی فتح کیا۔ اور وادی حلفا میں ملک کی حفاظت کے لیئے دو قلعے بنوائے جواب قمنہ وسمنہ کے نام سے مشہور ہیں۔ مقام دہشور میں اس کا بنوایا ہوا ایک ہرم بھی ہے۔

امنمات ثالث نے اپنے عہد میں الفیوم میں ایک بہت بڑا تالاب کھدوایا تھا جس کا نام موریس رکھا۔ غرض یہ تھی کہ جب نیل کا فیضان کم ہو تو اس کے پانی سے آبپاشی کی جائے۔ اور زیادہ ہو تو اس کی نہروں کے ذریعہ سے بحیرۂ قارون میں گرا دیا جائے تاکہ ملک طغیانی کی آفت سے محفوظ رہے۔ اسی نے سب سے پہلے مقیاس نیل وضع کیا اور متعدد پُل بنوائے۔

(۱۳) طیبی

مدت حکومت ۵۹ سال

اس خاندان میں مورخوں کے بیان کے مطابق ۸۷ بادشاہ ہوئے لیکن ان میں سے کسی کے حالات نہیں مل سکے۔ بجز اس کے کہ ان کے عہد میں شہر طیبہ کی زینت اور عظمت بڑھ گئی تھی۔ جزیرہ ارجی میں دنقلہ کے قریب جو دونوں بت ہیں وہ انھیں کے زمانہ میں بنے تھے۔

(۱۴) سخاوی

مدت حکومت ۴۸۴ سال

اس خاندان کے بادشاہوں کی تعداد ۷۶ بیان کی جاتی ہے۔ ان کی بابت بھی کچھ معلومات نہیں ملتیں۔ شہر سخا ان کا پایۂ تخت تھا۔

(۱۵) اواریسی (عمالقہ)

مدت حکومت ۲۴۹ سال۔ عدد ملوک ۶

سخاوی خاندان کے خاتمہ پر کنعان۔ شام اور عرب کے قبائل ٹڈی دل کی طرح سویس سے گزر کر مصر میں آ پہنچے۔ ان پر جو قبیلہ حکمراں تھا وہ توریت میں حیثین اور عربی تواریخ میں عمالیق کے نام سے مشہور ہے۔ ان لوگوں نے مصر کے بڑے بڑے ہیکلوں اور عبادت خانوں کو ڈھا دیا۔ شہروں میں آگ لگا دی اور باشندوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔

پہلے مصر کے بحری حصہ پر قبضہ کیا۔ وطنی حکومت وہاں سے بھاگ کر صعید کی طرف چلی گئی اور طیبہ کو اپنا مستقر بنا لیا۔ عمالقہ میں سے پہلا بادشاہ سلاطیس تھا اس نے مقام اواریس میں قلعہ بنایا اور دو لاکھ فوج مرتب کی۔ جس کی بدولت وطنی سلطنت کو جو طیبہ میں تھی مغلوب کر لیا اور سارے مصر پر تسلط جما لیا۔

اس نے اپنے کو فرعون (بادشاہ اعظم) کہا جو اس کے بعد سلاطین مصر کا لقب ہو گیا۔

اسی خاندان کے عہد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر میں تشریف لے گئے تھے۔ یہ متعین نہ ہو سکا کہ وہ کس بادشاہ کا زمانہ تھا۔

ملوک کی فہرست یہ ہے۔

۱	سلاطیس	۱۹
۲	بنون	۴۴
۳	ابخناس	۲۵ سال۔ ۷ ماہ
۴	ابابی اول	۶۱
۵	یانا	۵۰ سال ایک ماہ
۶	اسیس	۴۹ 〃 ۲ ماہ

(۱۶-۱۷) صاقی۔ (عمالقہ)

یہ بھی عمالیق ہیں۔ ان دونوں خاندانوں میں سے کسی بادشاہ کا نام یا حال تاریخ میں محفوظ نہیں ہے۔ صرف ایک بادشاہ **ابابی** رعاکتن کا نام معلوم ہے جس کو مانیتھو نے **ابوفیس** اور عرب مورخوں نے ریّان بن ولید لکھا ہے۔ اسی کے عہد میں تاجروں کا قافلہ حضرت **یوسف** علیہ السلام کو کنعان سے مصر میں لایا تھا اور وزیر **قطیفر** کے ہاتھ جس کو قدیم مصری میں دو **فر** (ہدیۃ الشمس) لکھتے ہیں بیچا تھا۔

حضرت یوسفؑ جب قید سے رہا ہوئے اور بادشاہ مذکور نے اِن کو اپنا

وزیر مال مقرر کیا اس وقت ان کے سارے بھائی معہ اپنے قبائل اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے مصر میں آگئے۔ یہ ۹۳ نفوس تھے۔ حضرت یوسف ؑ نے وادی غسان میں مقام عین شمس سے فرما (بیلوزیمہ) تک بسنے کے لئے زمینیں عطا کیں جن میں اسباط آباد ہو گئے۔

داخلہ مصر کے سولہویں سال حضرت یعقوب ؑ نے انتقال فرمایا۔ حضرت یوسف ؑ خود معہ ایک جماعت کے ان کی نعش کو جبل حبیرون (مقام خلیل الرحمٰن) میں جو بیت المقدس سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر ہے اور جہاں حضرت ابراہیم و اسحاق علیہما السلام کا مدفن ہے لے کر گئے اور دفن کر کے واپس آئے۔ دوسرے سال حضرت یوسف ؑ نے انتقال فرمایا۔ ان کا جثہ مصر ہی میں سپرد خاک رہا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر وہاں سے نکلے اُس وقت اس تابوت کو بھی حضرت یوسف ؑ کی وصیت کے مطابق اپنے ساتھ لائے اور اسی آبائی مقبرہ میں دفن کیا۔

عمالقہ شروع شروع میں جب مصر میں آئے تھے تو انھوں نے مصریوں کو مغلوب و مقہور کر کے غلام بنا لیا تھا اور امور حکومت میں کسی قسم کا حصہ نہیں دیا تھا۔ لیکن کچھ زمانہ کے بعد ان سے میل جول بڑھایا اور رشتے بھی کیے۔ پھر ان کو سلطنت میں عہدے اور مناصب بھی دینے لگے۔ مصریوں نے قوت اور موقع پا کر اپنے ایک امیر تاعا کی قیادت میں وطنی حکومت قائم کر لی۔ اور عمالقہ کے تسلط کو مصر کے اکثر حصوں سے اُٹھا دیا۔ صرف منف ان کے قبضہ میں رہ گیا تھا۔ تاعا کے بعد یکے بعد دیگرے اس کے دو جانشینوں نے منف سے بھی ان کو

نکالا۔ مجبور ہو کر وہ اپنے پُرانے پایۂ تخت اواریس میں آکر قلعہ گیر ہو گئے۔

دولت اخیرہ

۱۷۰۲ سے ۳۳۲ ق م تک۔ ۱۳۷۱ سال۔ اٹھارویں خاندان سے اکتیسویں خاندان تک۔

(۱۸) طیبی

مدت حکومت ۲۴۱ سال۔ ۱۱ ملوک مشہور ہیں۔

۱	احمس	۲۵
۲	امنوفیس اول (امنحوتب)	۱۳
۳	تحوتمس اول	۲۱
۴	تحوتمس ثانی	۲۲
۵	ملکہ حتشپسو	۱۷
۶	تحوتمس ثالث	۴۸
۷	امنوفیس ثانی	۹
۸	تحوتمس رابع	۳۱
۹	امنوفیس ثالث	۶
۱۰	امنوفیس رابع (توت عنخ آمن)	۳۷
۱۱	حور محب	۱۲

احمس نے عیلقی فوج کا جو قلعہ اواریس میں تھا محاصرہ کیا۔ وہ تنگ

آکر نکل بھاگی۔ اس نے دریائے فرات تک تعاقب کر کے قتل کیا۔ اب تقریباً چھ سو سال کے بعد مصر اجنبی حکومت سے خالی ہوا۔ بقیہ عمالقہ جو وہاں رہ گئے تھے ملکی حکومت کے تابع ہو گئے۔

واپسی کے بعد اس کو نوبیا پر فوج کشی کرنی پڑی کیونکہ وہاں کے لوگ باغی ہو گئے تھے۔ جب وہ قابو میں آگئے تو برقہ کی طرف بڑھا۔ اہل برقہ نے بلا جنگ اطاعت قبول کر لی۔

منف کا معبد فتاح اور کرنک کا آمون دونوں اسی کے بنوائے ہوئے ہیں۔ جبل قرنہ پر دیر بحری سے اس کی ممی برآمد ہوئی ہے جو مصری انتیقہ خانہ میں موجود ہے۔

اس کے بیٹے امنوفیس اول نے شاہ برقہ کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ ان دونوں کی نعشیں بھی مصری عجائب خانہ میں ہیں۔

تحوتمس اول نے نوبیا کی طرف اپنی سلطنت بڑھائی۔ نیز فلسطین اور بابل پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کی بیوی خاص اس کی بہن مسماۃ امیسیس تھی۔

تحوتمس ثانی نے سوڈان کو جو ایک مستقل سلطنت تھی فتح کر کے مصری سلطنت میں شامل کر لیا۔

ملکہ حتشپسو اپنے کم سن بھائی تحوتمس ثالث کی طرف سے حکومت کرتی تھی۔ اس عورت نے ارض مقدس کی طرف خود فوج لے جا کر اس کے جنوبی حصہ کو فتح کیا۔

تحوتمس ثالث حوصلہ مند اور شجاع تھا۔ اس نے ایک طرف فلسطین

شام۔ عراق عجم۔ ایشیائے کوچک۔ آرمینیا۔ کردستان۔ الجزیرہ۔ عراق عرب اور یمن کو فتح کیا اور دوسری طرف بحری بیڑہ سے قبرص۔ کرید۔ جزائر ارخبیل۔ یونان اور جنوبی اطالیہ کے ایک بڑے حصہ پر قابض ہو گیا۔ ان عظیم الشان فتوحات سے سلطنت مصر کی شوکت اور حشمت بڑھ گئی۔ اس کے بنائے ہوئے دو ستون مطریہ میں تھے جو ملکہ قلیوبطرا کے عہد میں اسکندریہ میں منتقل کیئے گئے تھے۔ اب ان میں سے ایک لندن میں ہی ایک امریکہ میں۔

امنوفیس ثانی کے زمانہ میں اشوریوں نے بغاوت کی لیکن اس نے جا کر فرو کیا۔

تحوتمس رابع کو سورج کی پرستش میں غلو تھا۔ اور ابو الہول کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ اس کے سامنے ایک پتھر پر اپنی مورت بھی بنوائی جس پر ایک کتبہ بھی لکھوایا ہی۔

امنوفیس ثالث کے عہد میں جابجا شورشیں برپا ہوئیں لیکن اس نے سب پر غلبہ پا لیا۔ اس کے عہد میں بہت سے ہیکل اور معبد تعمیر ہوئے۔ لقصر کے بالمقابل نیل کے مغربی ساحل پر اس کا تعمیر کیا ہوا ایک ہیکل ہی جو چھٹی صدی ہجری تک مصر کے آثار قدیمہ میں سب سے بڑا سمجھا جاتا تھا۔ مگر اب بالکل مٹ گیا ہی۔ صرف دروازے پر کے دونوں بت باقی رہ گئے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ان میں سے ممنون نامی بت کے سنگ زیریں سے پانی برسنے کے بعد آفتاب کی شعاع پڑنے سے ایک بلند آواز نکلتی تھی۔ شوق تحقیق میں لوگوں نے اس کو کھود ڈالا۔

اس وقت سے بند ہوگئی۔

امنوفیس رابع نے سارے ملک کو آفتاب کی پرستش کا حکم دیا۔ اور معبود آمون کی پوجا جو آشوریوں کا دیوتا تھا بند کرا دی۔ یہاں تک کہ اپنے پایۂ تخت طیبہ کو بھی اسی وجہ سے چھوڑ دیا کہ وہاں آمون کا معبد تھا۔ آفتاب پرستی میں اس قدر غلو اس میں اپنی ماں کی تعلیم سے پیدا ہوا تھا جس کا نام تائی تھا۔ اس کی بیوی کا نام **نفرت اتن** تھا جس کے شکم سے سات بیٹیاں پیدا ہوئی تھیں۔ تل عمارہ میں خود بادشاہ اور اس کی کل بیٹیوں کی مورتیں پتھر پر بنی ہوئی ہیں جو اس کے سامنے مغلوب اشوریوں کی نعشوں کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچل رہی ہیں۔

اس بادشاہ اور اس کے ملکہ کی نعش معہ طلائی تخت اور بے شمار خزائن و دفائن کے چوتھا سال ہو کہ لقصر سے برآمد ہوئی ہے۔

چونکہ اس کے کوئی بیٹا نہ تھا اس لیئے اس کے مرنے کے بعد زمام سلطنت امرا کی ایک جماعت کے ہاتھ میں رہی۔ آمون کی پرستش بند کر دینے سے بعض بعض مقامات پر فتنے بھی برپا ہوئے جن کو اس خاندان کے آخری بادشاہ حور محیب نے دبایا۔

(۱۹) طیبی

مدت حکومت ۱۰۴ سال۔ بادشاہوں میں سے صرف ۷ کے نام معلوم ہوئے ہیں

۱	رعمسیس اول	۶
۲	سیتی اول	۵۱

۳	رعمسیس ثانی	۶۷
۴	منفتاح اول	۱۲
۵	سیتی ثانی	۲۱
۶	امن مس	۵
۷	منفتاح ثانی	۷

رعمسیس اول حورمحب کے سپہ سالاروں میں سے تھا۔ بادشاہ ہو جانے کے بعد اس نے برقہ فتح کیا۔

سیتی اول نے آرمینیا اور فلسطین پر فتوحات حاصل کیں۔ اسی نے سب سے پہلے کوشش کی کہ دریائے نیل کو قلزم سے ملادے۔

رعمسیس ثانی کو یونانی سیزوسٹریس کہتے ہیں۔ اس کا لقب رعمسیس اکبر ہی۔ مصر کے بادشاہوں میں اس سے زیادہ پرشکوہ کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔ مصریوں کے دل میں اس کی عظمت اور محبت حد عبادت تک پہونچ گئی تھی۔ اس نے شام اور برقہ کو فتح کیا۔ اور کنعانیوں پر ایک لاکھ اسی ہزار فوج لے کر چڑھائی کی۔ ۱۴ سال تک ان سے لڑتا رہا۔ بالآخر مصالحت ہوئی اور چاندی کے پتروں پر صلح نامہ لکھا گیا جو اب لندن کے میوزیم میں محفوظ ہی۔ صلح کے بعد وہاں کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی۔ جس سے تعلقات اس قدر خوشگوار ہوگئے کہ کنعانی معبود سوتیک (بعل) کی پرستش کی عام اجازت دے دی۔ اس نے کئی شہر آباد کیے۔ اور بہت سے ہیکل اور عبادت خانے تعمیر کرائے۔ پایۂ تخت صان میں منتقل کیا۔ اس کی ممی جو لقصر سے نکلی ہی مصری عجائب خانہ میں موجود

ہے۔ اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے **خاموا س** کو حکومت سپرد کردی تھی لیکن
وہ مرگیا۔ اس وجہ سے اپنے تیسرے بیٹے **منفتاح** اول کو بادشاہ بنایا۔

منفتاح اول نے بھی طیبہ۔ منف اور عرابہ میں جو اس وقت زیر زمین
مدفون ہے بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں۔ اس کے زمانہ میں ایشیائے کوچک اور
لیبیا والوں نے بحری سمت میں حملے کیے اور سواحل پر قابض ہوگئے۔ مگر اس نے
جاکر ان کو نکالا۔ اور مصریوں کو ان کے ظلم وستم سے نجات دلائی۔

اہل تاریخ متفق ہیں کہ منفتاح اول وہی **فرعون** ہے جس کے زمانہ میں
حضرت **موسیٰ** علیہ السلام نبی ہوئے اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لائے
جس کا پیچھا کرتے ہوئے یہ مع لشکر کے سمندر میں غرق ہوا۔ اس کا سن
اُس وقت ۷۰ سال کا تھا۔ [ف۱]

سنہ ۱۹۰۴ء میں اس مدعی ربوبیت کی بھی نعش برآمد ہوگئی جو جیزہ کے انتیقہ خانۂ
خدیوی میں موجود ہے اور حسب آیت قرآنی۔

اَلْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ آیَۃً — آج ہم تیرے بدن کو نکالے دیتے ہیں تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے نشانی بنے۔

دیکھنے والوں کے لیے مایۂ عبرت ہے۔

ف۱ فرعون موسیٰ کا عہد جلال الدین سیوطی وغیرہ کے بیان کے مطابق چار پانسو سال تک ممتد رہا
ہے۔ لیکن ان روایات کا کوئی مبنے نہیں ہے۔ مورخین مصر قدیم اس کا زمانۂ حکومت صرف ۱۲ سال بتاتے ہیں۔
۶۵ سال کی عمر میں وہ تخت پر بیٹھا تھا اور اپنے باپ رعمسیس اکبر کے عہد میں اس کا شریک کار رہا۔ اس لیے اس امر کا
امکان تو ہے کہ حضرت موسیٰ کی پرورش اسی نے کی ہو لیکن اغلب یہ ہے کہ ان کا مربی خود رعمسیس اکبر رہا ہو۔
سورۂ شعراء کی ایک آیت سے جس میں فرعون حضرت موسیٰ کو مخاطب کرتا ہے اس کی تائید نکلتی ہے۔
اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا — کیا ہم (ہمارے گھرانے) نے اپنے اندر تجکو نہ پالا جبکہ تو بچہ تھا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا سیتی ثانی تخت نشین ہوا۔[۱] لیکن اکثر امرا اور فوج کے غرق ہو جانے سے مصر کی شوکت مضمحل ہو گئی تھی اس وجہ سے ہمسایہ سلطنتیں حملے کرنے لگیں۔ یہاں تک کہ ان کی چیرہ دستی کے سبب سے بہت سے مصری تباہ اور برباد ہو گئے اور اپنے گھر بار چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں چلے گئے۔ آخر میں منفتاح ثانی کے زمانہ میں فینیقیہ کے ایک امیر اریزو نامی نے مصر پر تغلب حاصل کر لیا۔

(۲۰) رعمسیس

مدت حکومت ۱۷۸ سال۔ عدد ملوک ۱۳

اریزو کے غلبہ کے بعد رعمسیس اکبر کی اولاد میں سے ایک شخص سیتنخت

---

[۱] قرآن کریم میں ہے۔

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ	ہم نے فرعونیوں کو باغوں چشموں خزانوں اور عزت والی جگہوں سے نکالا یہی ہوا۔ اور ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا

بظاہر اس سے خیال گزرتا ہے کہ بنی اسرائیل سمندر سے نکلنے اور فرعونیوں کے غرق ہو جانے کے بعد پھر پلٹ کر مصر میں گئے اور ان کے باغات اور محلات وغیرہ کے وارث ہوئے۔ چنانچہ امام حسن بصری نے اس کی تفسیر میں یہی لکھا بھی ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ تاریخ ان کے مصر میں واپس جانے کی مطلقاً شہادت نہیں دیتی۔ اور خود قرآن کے طرز بیان سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں ہے۔

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ ۔	اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو تمھارے دشمن سے نجات دی اور طور ایمن کی جانب تم سے ملنے کا وعدہ کیا۔

چنانچہ فرعونیوں سے نجات پا کر یہ لوگ کوہ طور کی طرف آئے جہاں حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے الواح عطا کی گئیں۔ اس کے بعد ارض مقدس کی طرف بڑھے اور بوجہ نافرمانی کے تیہ میں بھٹکتے رہے۔ چالیس برس کے بعد وہاں کے شہروں پر قبضہ پایا۔ اس لئے درحقیقت اُن جنات وعیون سے ارض مقدس ہی کے باغات

نامی اُٹھا جس نے اہل حمیت مصریوں کی ایک جماعت کو لے کر اس کو نکالا اور اپنا تسلط قائم کیا۔ سوائے اس پہلے بادشاہ کے اس خاندان کے جملہ بادشاہوں کا لقب رعمیس رہا۔ سیتنخت کے بعد رعمیس ثالث ہوا جس نے مصر کے اندرونی انتظامات درست کیئے۔ پھر ایشیائے کوچک پر حملہ کر کے فتح حاصل کی۔ اور لیبیا پر بھی قابض ہوا جنگ سے واپسی پر اس کے بھائی ارماس نے جو غیر حاضری میں اس کا قائم مقام رہا تھا اس کی دعوت کا سامان کیا۔ جب وہ معہ اپنی بیوی کے قصر شاہی میں بیٹھا تو ارماس نے اس میں آگ لگوا دی تاکہ وہ جل جائے اور بادشاہت مجھے ملے۔ لیکن وہ بچ گیا۔ اور اس نے ارماس اور اس کے ساتھیوں کو جو اس سازش میں شریک تھے واجبی سزا دی۔

آلو کی عظیم الشان سرائے اسی کی تعمیر کردہ ہے جس کی دیواروں پر اس کے حروب و فتوحات کی تصاویر بنی ہوئی ہیں۔ لقصر کے ہیکل کی مرمت بھی اسی نے کرائی تھی۔ ۳۲ سال سلطنت کی۔ اس کا تابوت فرانسیسی لے گئے جو پیرس کے عجائب خانہ میں رکھا ہوا ہے۔

رعمیس رابع کے تخت نشین ہوتے ہی ایشیائے کوچک والوں نے علم بغاوت

(بقیہ صفحہ ۲۸) اور جتنے مراد ہیں جو فرعونیوں کے قبضہ میں تھے۔ جس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ	اے میری قوم ارض مقدس میں داخل ہو جس کو اللہ تعالےٰ نے تمہارے (مقسوم) میں لکھ دیا ہے۔

اور تصریح اس آیت میں۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا الآیہ	وارث بنایا ہم نے اس قوم کو جو کمزور بنائی جا رہی تھی اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت دے رکھی ہے۔

بلند کیا۔ بہزار مشکل اسنے یہ بغاوت فرو کی اور اس کی یادگار ایک پتھر پر منقوش کرائی جس پر اپنے معبود اوزوریس کی بہت مدح لکھی۔ کرنک کے معبدوں کے ستونوں اور دیواروں پر جو نقوش ہیں وہ بھی اسی کے بنوائے ہوئے ہیں

پانچواں رعمیس شاہی خاندان سے نہ تھا بلکہ غاصبانہ قابض ہوگیا تھا۔ اسی وجہ سے رعمیس سادس نے اس کے تمام کے تمام آثار محو کرا دیئے۔ بیبان کے قدیم شاہی گورستان کی دیواروں پر عجیب وغریب نقوش اور اشکال جو وقائع فلکی اور امور اعتقادی کے مرموز اشارات ہیں رعمیس سادس ہی کے بنوائے ہوئے ہیں۔

رعمیس ہفتم۔ ہشتم۔ نہم اور دہم چاروں کے کچھ حالات نہیں ملے بجز اس کے کہ ان کے زمانوں میں مصر برابر رو بہ تنزل رہا۔

رعمیس یازدہم نے اس کی شوکت پھر بڑھائی۔ خونسو کے ہیکل پر اس کا جو کتبہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شام اور نوبیا کو اس نے فتح کر لیا تھا۔

رعمیس دوازدہم نے بلاد حبشہ تک قبضہ بڑھایا۔ طیبہ کے ہیکل کی چھوٹی چھوٹی مورتیں اسی کے عہد میں رکھی گئی تھیں۔

رعمیس سیزدہم کم حوصلہ اور خانہ نشیں تھا۔ اس کے عہد میں حرحور نے جو آمون کے معبد کے کاہنوں کا سرغنہ تھا مصر پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔

(۲۱) کہتہ

مدت حکومت ۱۳۰ سال۔ عدد ملوک ۷

حرحور نے تخت پر قبضہ کرتے ہی رعمسیس خاندان کے جملہ افراد کو ملک بدر کر دیا۔ اہل مصر کو رنج ہوا مگر اس کے رعب کی وجہ سے کچھ نہ کر سکے۔ لیکن اس کے بعد جب بیعنخی کاہن اس کا جانشیں ہوا تو ملک میں فتنہ برپا ہوا جس کو وہ اپنی زندگی بھر رفع نہ کر سکا۔ اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا پینوزم تخت پر آیا۔ اُس وقت شورش اور بڑھ گئی۔ پینوزم نے اپنے بیٹے منخپررع کو ایک فوج گراں دے کر طیبہ کی طرف روانہ کیا کہ بغاوت کو فرو کرے۔ وہ خود وہاں کا مستقل رئیس بن بیٹھا۔ اسی زمانہ میں مصر کے بالائی حصہ میں ایک شخص سمندس نامی نے جداگانہ حکومت قائم کر لی جس سے ابتری دن بدن بڑھتی گئی۔ اور بالائی اور نشیبی دونوں حصوں کی سلطنتیں سالہا سال تک ایک دوسرے سے برسر پیکار رہیں۔ اس خلفشار کو دیکھ کر اشور کے بادشاہ نمرود نے فوج کشی کر دی اور کل مصر پر قبضہ کر لیا۔ وہیں اس نے وفات پائی اور ابیدوس میں مدفون ہوا۔

اس کے بیٹے نے شہر بسطہ کو پایۂ تخت قرار دیا اور وہیں معہ فوجوں کے سکونت گزیں ہوا۔ مصر میں بابل و اشور کی تہذیب اسی خاندان کے ذریعہ سے پہونچی۔

(۲۲) بسطی (نمرودی)

مدت حکومت ۱۷۰ سال۔ عدد ملوک ۹

۱	ششنق اول	۲۱
۲	اوسورکون اول	۱۵
۳	تاکلوت اول	...
۴	اوسورکون ثانی	...

۵	ششنق ثانی	....
۶	تاکلوت ثانی	۱۴
۷	ششنق ثالث	....
۸	بیامی میامون	....
۹	ششنق رابع	....

ششنق اول پسر نمرود جس کو توریت میں **شیشاق** کہا ہے بڑا جابر اور قاہر تھا۔ عرابہ میں جب اپنے باپ کی قبر کی زیارت کو گیا اور وہاں دیکھا کہ خدام نے اس کے مدفن کا مال و متاع لے لیا ہے تو ایک طرف سے ان کو قتل کر ڈالا۔ اور مصر میں سخت قوانین جاری کیے۔ حضرت **سلیمان** علیہ السلام کے انتقال کے پانچویں سال فلسطین پر چڑھائی کی۔ اور بیت المقدس کو فتح کر کے مسجد اقصیٰ کے سارے خزانے اور ساز و سامان لوٹ لیے۔ سلیمانی طلائی زرہیں قصر شاہی سے نکلوالیں۔ پھر بنی اسرائیل کے شہروں پر فوجیں بھیجیں۔ انھوں نے بدون جنگ اطاعت اختیار کر لی۔

ان فتوحات کے بعد مصر میں آکر کرنک کے ہیکل کی چار دیواری پر اپنی مورت بنوائی۔ سر پر شاہی تاج۔ ہاتھ میں مصری تلوار۔ اور سامنے حضرت سلیمانؑ کے بیٹے **رحبعام** کی تصویر جن کی گردن میں رسی پڑی ہوئی تھی۔

ششنق رابع کے زمانہ میں مصر میں طوائف الملوکی پھیل گئی۔ اور چھوٹی چھوٹی متعدد ریاستیں قائم ہو گئیں۔ آخر میں **بنو باستیس** نامی ایک رئیس نے اپنی قوت بڑھا کر سارے ملک پر قبضہ کر لیا۔

(۲۳) تانیسی

مدت حکومت ۸۹ سال۔ عدد ملوک ۴

۱	بنو باستیس	۴۰
۲	اوسورخو	۹
۳	بسا موت	۱۰
۴	زت	۳۰

زت کے زمانہ میں سلطنت مصر کی قوت اس قدر کمزور ہوگئی کہ ایک مجہول النسب شخص تفنخت بادشاہ بن بیٹھا۔

(۲۴) صاوی

مدت حکومت ... عدد ملوک ۵

۱	تفنخت	.....
۲	بوخوریس (باکوریس) وح کارع	۷
۳	استیفناتس	۷
۴	نخبسو	۶
۵	ونکاؤ اول	۸

اس خاندان کے ساتھ ملوک برقہ مسلسل جنگ کرتے رہے۔ چنانچہ بوخوریس کو انھوں نے زندہ آگ میں جلا دیا تھا۔ آخر سباقون بادشاہ برقہ نے ونکاؤ اول پر غلبہ حاصل کرکے مصر کی سلطنت لے لی۔

(۲۵) اثیوپی (ملوک برقہ)

مدت حکومت ۵۳ سال۔ عدد ملوک ۵

۱	سباقون (شباکا)	۱۲
۲	سبیخون (شاباتاق)	۱۲
۳	طہراق	۲۵
۴	اوردامین	۱
۵	نوات میامون	۳

سباقون نے مصر پر قبضہ کرتے ہی نہروں اور پُلوں کو درست کرایا۔ ہیکلوں اور معبدوں کی مرمتیں کیں۔ سزائے قتل کو قید بامشقت میں تبدیل کر دیا۔ اس وجہ سے اہل مصر اس سے خوش ہو گئے۔ اور محبت کرنے لگے۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس نے اشور پر فوج کشی کی تیاری کی۔ فلسطین کے حکمراں حانون۔ اسرائیلیوں کے سردار ہوشع اور یہوذا کے رئیس حزقیا کو بھی مخفی طور پر اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ لیکن اس کی اطلاع اشور کے بادشاہ سلامنصر کو ہو گئی۔ اس نے چالاکی سے حانون کو قید کر لیا جس سے ان لوگوں کے منصوبے پورے نہ ہو سکے۔ جب اطمینان ہو گیا تو چھوڑ دیا۔

سلامنصر کی موت کے بعد اس کے بیٹے **سرجون** کے تخت نشین ہوتے ہی ان لوگوں نے پھر اتفاق کر کے اشور پر چڑھائی کر دی۔ مگر شکست کھائی۔ حانون گرفتار ہو گیا اور سباقون بھاگ کر مصر پہونچا۔ وہاں اس ہزیمت سے اس کی ایسی ہوا خیزی ہو چکی تھی کہ مصریوں نے اطاعت سے انحراف کیا اور مقابلہ کے لیئے آمادہ ہو گئے جس کی وجہ سے اس کو بورقہ جانا پڑا۔ اہل مصر نے

چوبیسویں خاندان کے بادشاہ **استیفناتس** کو تخت پر بٹھایا۔ اس نے شاہ اشور کی خدمت میں تحف و ہدایا بھیجے اور خوشخبری لکھی کہ ہم نے سباقون کو اس ملک سے نکال دیا۔

سباقون کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے **سبیخون** نے ایک جرار لشکر ترتیب دے کر مصر پر چڑھائی کی۔ اور فتح کر لیا۔ بارہ سال حکومت کرنے کے بعد اسی کے ایک ہم قوم **طہراق** نامی نے اس کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا۔

اشور کے بادشاہ **اشوراخی الدین** نے طہراق پر فوج کشی کی۔ اور مصر کو فتح کر کے منف اور طیبہ کے ہیکلوں اور عبادت خانوں کو لوٹ لیا اور وہ سارا ذخیرہ اپنے ملک میں بھیج دیا۔ طہراق بھاگ گیا۔ شاہ اشور نے جملہ عمال مصر کو بحال رکھا اور اپنا ایک نائب **نخاؤ** نامی چھوڑ کر نینوے کو واپس چلا آیا۔ طہراق پھر ایک جمعیت لے کر پہونچا اور نخاؤ کو نکال کر مصر پر قابض ہو گیا۔

اشوراخی الدین واپسی کے بعد ایک مزمن مرض میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس لئے اپنے آپ کو مجبور پا کر اپنے بیٹے **اشور بانیبال** کو بادشاہ بنا دیا۔ اس نے مصر پہونچ کر طہراق کو شکست دی اور ایک نائب چھوڑ کر نینوے واپس آیا۔ طہراق نے پھر قبضہ کر لیا۔ اشور بانیبال نے دوبارہ جا کر اس کو نکالا۔ اور ان مصری امرا کو بھی سزائیں دیں جو اس کے ساتھ سازباز رکھتے تھے۔ لیکن اس سے کچھ نفع نہ ہوا۔ کیونکہ جوں ہی وہ اپنے ملک کو واپس ہوا طہراق پھر تخت پر آ گیا۔ اس کے بعد اشوری فوجیں جاتی رہیں اور سلسلۂ جنگ ہوتی رہی۔

طراق کے بعد اس کا جانشین اوردامین ہوا جو اس کا داماد تھا۔ اشوری اس کے ساتھ بھی لڑتے رہے۔ مجبور ہو کر وہ برقہ بھاگ گیا۔ ادھر اندرونی اختلال کی وجہ سے اشوریوں نے بھی اپنی فوجیں مصر سے واپس بلالیں۔ میدان خالی پاکر برقہ کے ایک رئیس نوات میاموں نے مصر پر قبضہ کر لیا جو تین سال کے بعد مر گیا۔ اس وقت مصریوں نے تمام اہل برقہ کو نکال دیا۔ اب طوائف الملوکی کا دَور ہوا۔ اور چھوٹی چھوٹی بارہ ریاستیں قائم ہو گئیں۔ ان میں سے ایک رئیس بساتیک نے یونانی بحری غارت گروں کو اپنے ساتھ ملا کر ان کی مدد سے سارے مصر پر اپنی بادشاہت قائم کر لی۔ شہر صا کو پایۂ تخت قرار دیا۔

(۲۶) صاوی

مدت حکومت ۱۳۸ سال۔ عدد ملوک ۶

۱	بسامتیک اول	۵۴
۲	نکاؤ ثانی	۱۷
۳	بسامتیک ثانی	۵
۴	وح ایرع (ایریس)	...
۵	احمس (امازیس ثانی)	۴۴
۶	بسامتیک ثالث	...

بسامتیک کو چونکہ یونانیوں کی مدد سے سلطنت حاصل ہوئی تھی اس لیئے ان کے ساتھ خاص رعایت ملحوظ رکھی۔ سواحل بحر کی طرف بسنے کے لیئے ان کو زمین عطا کی۔ فوج میں بھرتی کیا۔ اور بڑے بڑے مناصب دیئے۔

ان یونانیوں نے اپنی اولاد کو مصر میں تعلیم دلوانی شروع کی۔ زمانۂ مابعد میں سولن۔ فیثاغورس۔ افلاطون اور ادوکس وغیرہ بہت سے یونانی مشاہیر انہیں مصری درسگاہوں سے نکلے جو مصری علوم اور ان کے اصنام کو معہ ان کے ناموں کے یونان میں لے گئے۔

اہل مصر ان یونانیوں سے جو ان کے ملک میں اجنبی تھے سخت ناراض تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ بادشاہ اس معاملہ میں ان کی کچھ نہیں سُنتا تو غصہ سے تقریباً ڈہائی لاکھ مصری سپاہی اپنے گھربار اور اہل وعیال کو چھوڑ کر برقہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ وہاں کے بادشاہ نے ان کو عزت کے ساتھ لیا اور بسنے کے لیئے زمین دی۔

ان کے چلے جانے سے مصر ملکی افواج سے خالی ہو گیا اور صرف غیر ملکی یونانی سپاہی وہاں رہ گئے۔ اب بسامتیک نے اپنی غلطی محسوس کی اور اسس کو بہت قلق ہوا۔

اس کے بیٹے نکاؤ کے عہد میں بحری بیڑہ میں اضافہ کیا گیا۔ اس نے شام پر حملہ کر کے یہوداکے رئیس یوشیا کو قتل کیا۔ والی اشور بخت النصر کو جب اس حملہ کی اطلاع ملی تو اس نے فوراً پہونچ کر اس کو شکست دی جس کی وجہ وہ بھاگ مصر واپس گیا۔

انیسویں خاندان کے بادشاہ سیتی اول نے دریائے نیل کو قلزم سے ملانے کا کام جو نامکمل چھوڑا تھا اس کو نکاؤ نے پورا کیا اور مقام تل بسطہ کے جنوب میں نیل سے ایک نہر کاٹ کر قلزم میں لاکر گرادی۔

وح ایرع نے اپنے عہد میں بخت نصر کو شکست دی۔ اس سے اس کے دل میں تکبر پیدا ہو گیا۔ اہل مصر اس کی وجہ سے اس سے بیزار ہو گئے۔ اسی درمیان میں لیبیا اور یونان میں جنگ شروع ہوئی۔ اہل لیبیا نے اس سے امداد چاہی اس نے یونانی فوج کو یونانیوں کے مقابل میں بھیجنا مصلحت کے خلاف سمجھا۔ اس لیئے مصری فوج کو جانے کا حکم دیا۔ اُنھوں نے یہ خیال کرکے کہ یہ ازراہِ تحقیر ہم کو ہلاکت کے لیئے بھیجتا ہی جانے سے انکار کیا۔ اور بغاوت کر دی۔ وح ایرع نے ان کے سمجھانے کے لیئے اپنے ایک معتمد احمس کو بھیجا۔ فوج نے اسی کو بادشاہ بنا لیا جس پر وہ بھی راضی ہو گیا۔ ان کو ساتھ لے کر قصر شاہی پر حملہ کیا۔ یونانی فوج نے مدافعت کی جس کی تعداد تیس ہزار تھی۔ مگر شکست کھا گئی۔ وح ایرع گرفتار ہوا۔ احمس اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہتا تھا مگر فوج نے زندہ نہ چھوڑا۔

احمس نے اپنی دانائی اور حسن سیاست سے اندرونی انتظام ایسا درست کیا کہ ملک خوش حال ہو گیا۔ اس نے پرانے شاہی خاندان میں بسامتیک اول کی پوتی سے شادی کی۔ نیز یونانیوں کی دلدہی کے لیئے ان کے رئیس ارگیزیلاوس کی بیٹی سے بھی۔ اور دونوں فریقوں کو خوش رکھا۔

اس کا بیٹا بسامتیک ثالث جو بسامتیک اول کی پوتی کے شکم سے تھا چھ مہینے تخت پر بیٹھا تھا کہ ایرانی بادشاہ قمبیز نے مصر پر چڑہائی کی۔ فریقین کا مقابلہ فرما میں ہوا۔ قمبیز نے چالاکی سے فوج کے آگے اُن حیوانات کو رکھا تھا جن کو اہل مصر مقدس مانتے تھے۔ اس وجہ سے مصری تیر وغیرہ نہ چلا سکے۔ صرف یونانیوں

نے مقابلہ کیا مگر وہ بہت جلد شکست کھا گئے۔ یسامتیک گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔

(۲۷) فارسی

مدت حکومت ۱۲۹ سال۔ عدد ملوک ۷

۱	قمبیز	۵
۲	دارا اول	۳۶
۳	شیارش اول	۳۱
۴	ارتخشارشا اول	۳۸
۵	شیارش ثانی	ایک ماہ ۱۵ روز
۶	سوغدیانوس	۶ ماہ
۷	دارا ثانی	۱۹ سال

قمبیز کے بہمن پسر اسفندیار ہی جس نے ایرانی مورخوں کے بیان کے مطابق ہفت اقلیم کو مسخر کر ڈالا تھا۔ **ابوالفدا** نے اسی کو **کورش** قرار دیا ہی جس کا ذکر توریت میں ہی۔ لیکن اکثر مورخ کورش اسفندیار کو لکھتے ہیں اور یہی قرین قیاس ہی کیونکہ قمبیز کا زمانہ کورش کے بعد پڑتا ہی۔

ملوک کی یہ فہرست جو ہم نے مصری تاریخوں سے نقل کی ہی تمام ایرانی تاریخوں کے خلاف ہی۔ حمزہ اصفہانی اور دوسرے معتبر مورضین عجم لکھتے ہیں کہ بہمن کی جانشیں اس کی بیٹی ہمائے چہرہ زاد ہوئی جو اس کی بیوی بھی تھی اور بروقت وفات کے باردار تھی۔ اس کے شکم سے دارا اول جس کو **داریوش** اعظم کہتے ہیں پیدا ہوا۔ اور تیس سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ اس کا بیٹا دارا ثانی تھا جس کے

عہد میں سکندر مقدونی نے ایران فتح کر لیا۔ کے بہمن کا عہد ۱۲۰ سال تھا۔ ہماسے چہرہ زاد کا ۳۰ دارے اول کا ۱۲ - اور دارے ثانی کا ۱۹ سال۔ درحقیقت اس موقع پر مصری مورخوں نے ایرانی بادشاہوں اور ان کے بابل کے نائبوں کے ناموں کو جو مصر کے ہم سر حد تھے باہم مخلوط کر دیا ہی۔

قمبیز نے جب مصر کو فتح کر لیا تو اس کے رعب و شوکت کو دیکھ کر لیبیا والوں نے بھی بلا جنگ اطاعت قبول کر لی۔

اب قمبیز نے ایک بحری فوج قرطاجنہ (تونس) فتح کرنے کے لیئے روانہ کی جس میں فینیقی سپاہی تھے۔ ان لوگوں نے وہاں پہونچ کر بوجہ قرابتوں اور رشتہ داریوں کے ان کے ساتھ لڑنا پسند نہ کیا۔

دوسری فوج جس کی تعداد پچاس ہزار تھی واح سیوہ (واحہ آموں) کی طرف بھیجی اور ان کو حکم دیا کہ جا کر مشتری کا ہیکل منہدم کر دیں۔ یہ لوگ بھول کر صحارے میں پڑ گئے۔ وہاں کی باد سموم سے بچنے کے لیئے بحر رمل کی طرف بھاگے جس میں سب کے سب غرق ہو گئے۔

تیسری فوج خود لے کر برقہ پر چڑھائی کی۔ لیکن راستہ نہ ملا اور بے آب و گیاہ ریگستانوں میں جا پڑے۔ جہاں سب کے سب تباہ ہو گئے۔ صرف قمبیز ایک مختصر جماعت کے ساتھ مشکل سے جانبر ہو سکا۔

ان پیہم ناکامیوں کا اس کے اوپر یہ اثر پڑا کہ جہاں وہ عادل۔ مدبر اور فرزانہ تھا وہاں ظالم۔ مغلوب الغضب اور بد تدبیر ہو گیا۔ مصریوں کے دیوتاؤں کی اہانت کی۔ ان کے قدیمی گورستانوں کے ذخائر لوٹ لیئے۔ عجمیوں کو زندہ گڑوانے لگا۔

اپنے وزیر فرساسپ کو ایران میں بھیج کر اپنے بھائی سمر دیس کو قتل کرایا۔ اپنی بہن کو جو اس کی بیوی بھی تھی جان سے مار ڈالا۔ اور اسی قسم کی دیگر حرکات اس سے سرزد ہونے لگیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کا دماغ مختل ہو گیا ہے۔

اس کے بعد دارا اول تخت نشین ہوا۔ اس نے مصریوں کی دلجوئی کی۔ اور ان کے معبودوں اور عبادت خانوں کی جن کو قمبیز نے نقصان پہونچایا تھا مرمت کرائی۔ جب فتاح کے معبد میں داخل ہوا تو رعمسیس اکبر کے بت کی تعظیم کی اور کاہنوں سے کہا کہ میرا بھی ایک بت اس کے برابر نصب کردو۔ اُنھوں نے انکار کیا اور بولے کہ نہ تم نے اُس قدر فتوحات کی ہیں نہ اُس کے برابر تمھارا درجہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ میں آرزو رکھتا ہوں کہ اس کے رُتبہ کو پہونچ جاؤں۔

دارا اگرچہ عادل اور مہربان تھا لیکن اہل مصر اجنبی حکومت سے بیزار تھے۔ چنانچہ بغاوت کر بیٹھے۔ اور ایک شخص خبیش نامی کو بادشاہ بنا لیا۔ دارا چاہتا تھا کہ دو لشکر تیار کرے۔ ایک کو مصر پر بھیجے ایک کو یونان پر لیکن اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا شیارش اول لشکر لے کر مصر کی طرف آیا۔ خبیش مقابلہ نہ کر سکا اور بھاگ گیا۔ پھر اس کا پتہ نہ چلا۔

شیارش پست حوصلہ تھا۔ اس کے زمانہ میں کردوں نے بغاوت کی۔ یونانیوں نے ایرانی بیڑہ کو تباہ کر دیا۔ اور یہ کچھ نہ کر سکا۔ اس کے عہد میں ایرانی قوت کمزور ہو گئی۔

جب ارتخشارشا تخت نشین ہوا اس وقت قدیمی مصری شاہی خاندان کے ایک شخص ارمانوس نے اس کے مصری نائب اخمنیس کو قتل کرڈالا اور خود اپنے سر پر تاج رکھا۔ ایرانیوں نے آکر دوبارہ مصر فتح کیا۔

شیارشش ثانی کو صرف ۴۵ دن حکومت کرتے گزرے تھے کہ اس کے بیٹے سوغدیانوس نے اس کو قتل کرکے تخت حاصل کیا۔ لیکن باپ کے قاتل کے دستور کے مطابق چھ مہینے کے بعد دارا ثانی کے ہاتھوں سے وہ بھی مارا گیا۔ اس کے زمانہ میں ایران میں اختلال واقع ہوگیا۔ اس وجہ سے مصریوں نے موقع پاکر اپنی حکومت قائم کرلی اور ایک سردار امیرتیس کو بادشاہ بنایا۔

(۲۸) صاوی

اس خاندان میں صرف یہی ایک بادشاہ امیرتیس ہوا جو سات سال حکمراں رہا۔ اس مدت میں اس نے مصر کے ان معبدوں اور معبودوں کی مرمت کرائی جو ایرانیوں کے عہد میں خراب ہوگئے تھے۔ اس کے بعد نفرتیس متغلب ہوگیا۔

(۲۹) منڈیسی

مدت حکومت ۲۱ سال۔ عدد ملوک ۴

۱	نفرتیس اول	۶
۲	اخوریس	۱۳
۳	بساموتیس	۱
۴	نفرتیس ثانی	۴ ماہ

نفرتیس اول نے اسپارٹا کے بادشاہ کے ساتھ ایرانیوں سے جنگ کرنے کے لیئے عہدنامہ کیا۔ اس نے فوجوں اور سازسامان سے بھری ہوئیں کشتیاں روانہ کیں مگر ایرانیوں نے ان کو غرق کردیا۔

اخوریس نے یونانی سپہ سالار خبائرس کی ماتحتی میں ایک عظیم الشان فوج تیار کی۔ ایرانی لشکر مقابلہ کے آیا مگر ناکام واپس گیا۔

اس کے عہد میں مصری علوم وفنون بہت ترقی پر تھے۔ خود یونانیوں نے بھی وہاں درسگاہیں قائم کی تھیں۔ افلاطون وغیرہ حکمار یونان نے اسی زمانہ میں مصر آکر عین شمس، منف اور طیبہ کے کاہنوں سے علوم حاصل کیئے۔

(۳۰) سمنودی

مدت حکومت ۳۸ سال۔ عدد ملوک ۳

۱	نکتانیوس اول	۱۸
۲	تاخو	۲
۳	نکتانیوس ثانی	۱۸

نکتانیوس اول کے زمانہ میں ایرانیوں نے پھر مصر پر حملہ کیا لیکن مصری فوجوں نے جن کی قیادت کار آزمودہ یونانی سپہ داروں کے ہاتھوں میں تھی شکست دے کر ان کو پسپا کردیا۔

اس بادشاہ کے کتبے کرنک اور خونسو کے ہیکلوں میں موجود ہیں۔

تاخو نے اٹھارہ ہزار مصریوں اور دس ہزار یونانیوں کا لشکر ترتیب دیا اور جنگی کشتیاں تیار کر کے امیر ابتون پر جو فینقیہ میں حکمراں تھا چڑھائی کی۔

اہل ملک نے اس جنگ کو غیر مفید سمجھ کر اس کو معزول کر دیا۔ اور نکتانیبوس ثانی کو بادشاہ بنایا۔ اس کے زمانہ میں اوخوس شاہ ایران نے مصر کو فتح کر لیا۔

(۳۱) فارسی

مدت حکومت ۸ سال۔ عدد ملوک ۳

اوخوس ظالم و سفاک تھا۔ کسی نے زہر دے کر اس کو مار ڈالا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اریسس تخت پر آیا۔ دو سال حکمراں رہا۔ اس کی جگہ دارا ثالث نے لی جو اس کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اس کے زمانہ میں سکندر کا ظہور ہوا جس نے شام اور مصر کو فتح کر لیا۔ یونانی ۳۳۲ ق م سے ۳۰ ق م تک قابض رہے۔ دو خاندان حکمراں ہوئے۔ مقدونی اور بطلیموسی۔

(۳۲) مقدونی

۹ سال

سکندر مقدونیہ کے فرماں روا فلیپس کا بیٹا اور مشہور یونانی حکیم ارسطاطالیس کا شاگرد تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد ۲۰ سال کی عمر میں تخت نشیں ہوا۔ ایرانیوں کے مقابلہ کے لئے ایک فوج گراں لئے ہوئے دردانیال سے اتر کر پیش قدمی کی۔ اناطولیہ میں دریائے غرانیکوس پر مقابلہ ہوا۔ سخت جنگ کے بعد ایرانیوں نے ہزیمت اٹھائی۔ سکندر وہاں سے قبضہ کرتا ہوا مصر آیا۔ یہاں ہر شی کو اس نے بدستور رہنے دیا۔ نہ بندوبست ملکی میں کسی قسم کا تغیر کیا نہ معاملات دینی میں۔ اپنے ایک مہندس دینوقراطس سے ساحل بحر پر ایک شہر تعمیر کرایا جس کا نام اسکندریہ

---

۵۰ ایرانی تاریخوں میں دارائے ثالث کا وجود نہیں۔ سکندر دارائے ثانی کے عہد میں آیا تھا۔

رکھا۔ اس کے بعد معبد آمون کی زیارت کو گیا۔ اسی سفر میں طرابلس غرب پر بھی بلا جنگ کے قبضہ کر لیا۔ جب واپس آیا تو مصر میں اقلیونیدس کو اپنا نائب مقرر کر کے ایران کی طرف چلا۔ دارا نے پوری قوت سے مقابلہ کیا۔ لیکن دریائے فرات کے ساحل پر شکست کھائی۔ اور اپنے امیروں کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ سکندر نے ایران اور پھر ہندوستان فتح کیا۔ واپسی میں بابل پر قبضہ کر کے چاہتا تھا کہ اسی کو اپنا پایۂ تخت بنائے مگر موت نے مہلت نہ دی۔ اس کا جثہ مصر میں لا کر اس کے تعمیر کردہ شہر میں دفن کیا گیا۔

(۳۳) بطلیموسی (بطالسہ)

مدت حکومت ۲۹۳ سال۔ عدد ملوک ۱۴

۱	بطلیموس اول (سوتر)		۳۹
۲	دوم (فیلادلفوس)	//	۴۰
۳	سوم (افرجیت اول)	//	۲۵
۴	چہارم (فیلوباطور)	//	۱۷
۵	پنجم (ابیفان)	//	۲۴
۶	ششم (فیلوماتر)	//	۳۵
۷	ہفتم (افرجیت ثانی)	//	۲۹
۸	ہشتم (سوتر ثانی)	//	۱۷
۹	نہم . . .	//	. . .
۱۰	دہم (سکندر ثانی)	//	۸

۱۱	بطلیموس یازدہم (اولیتیس)	۲۹
۱۲	" دوازدہم (دلونیسیوس)	۵
۱۳	" سیزدہم ...	۲
۱۴	ملکۂ قیلیو بطرا	۲۲

بطلیموس اول سکندر کی طرف سے بابل میں نائب تھا۔ سکندر کی موت کے بعد جب مقدونیہ کی قوت خانگی نزاعوں سے مضمحل ہوگئی اُس وقت اس نے مصر میں آکر بالاستقلال اپنی حکومت قائم کرلی۔ اور اسکندریہ کو پایۂ تخت بنایا۔ پھر تونس۔ اور مصری سرحد کے متصل بلاد عربیہ نیز جزیرۂ قبرص اور جزائر بحر ابیض پر قابض ہوا۔ اسکندریہ میں جہازوں کی رہنمائی کے لیئے ایک عظیم الشان منارہ تعمیر کرایا۔ اور ایک مدرسہ اور کتب خانہ بھی قائم کیا۔ چنانچہ تھوڑے دنوں میں یہ شہر علوم و معارف اور ثروت و تجارت میں نامور ہو گیا۔

بطلیموس ثانی نے جو بطلیموس اول کا بیٹا تھا اپنے عہد میں توریت کا ترجمہ عبرانی سے یونانی میں کرایا جس کے لیئے ستر یہودی علما جمع کیئے گئے تھے۔ اسی کے حکم سے **مانیثو** کاہن نے مصر کی تاریخ لکھی تھی۔ اس نے نہر سویز کی بھی تجدید و ترمیم کی۔

بطلیموس سوم نے نوبیا کو فتح کیا۔ پھر شام پر قبضہ کرتا ہوا دریائے فرات سے بھی آگے بڑھ گیا۔ اور ایرانیوں سے وہ تمام ذخیرے جو مصر کے ہیکلوں اور معبدوں سے قمبیز کے زمانہ میں گئے تھے واپس لایا اور ان کے مجاوروں کے حوالہ کردیا۔ اس کے بیٹے بطلیموس چہارم نے ادفو کا ہیکل جو لقصر اور اصوان کے درمیان

واقع ہی تعمیر کرایا۔ یہ ظالم اور عیش پرست تھا۔ اس کا بیٹا بطلیموس پنجم بھی لہو ولعب اور عیش و عشرت میں رہا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا کم سن لڑکا بطلیموس ششم تخت نشین ہوا۔ اس کی ماں اس کی طرف سے سلطنت کا کام کرتی تھی۔ اسی زمانہ میں شامیوں نے آکر مصر پر تسلط کر لیا مگر چوتھے سال نکال دیئے گئے۔

بطلیموس ہفتم ظالم اور بے تدبیر تھا۔ لیکن علم کا ذوق رکھتا تھا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ اس نے ۲۴ کتابیں تصنیف کی تھیں جن میں سے بیشتر علم الحیوانات میں تھیں۔

دسویں بطلیموس کے بعد اس خاندان میں کوئی شخص حکومت کے قابل نہ رہا۔ اس وجہ سے یونانیوں نے اپنی قوم کے ایک امیر اولیتیس کو بادشاہ بنا لیا۔ یہ شخص موسیقی کا عاشق تھا اور سلطنت کے مہمات سے غافل۔ اس کے عہد میں حکومت میں اضطراب رہا۔

بارہویں بطلیموس کی بیوی اس کی بہن قلیوبطرا تھی جو چاہتی تھی کہ حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے۔ وزرا نے اس کو مصر سے نکال دیا۔ وہ شام میں چلی گئی۔ جولیوس قیصر نے اس کی مدد کی اور مصر کو فتح کر کے اس کے بھائی کو دریائے نیل میں غرق کرا دیا۔

قلیوبطرا نے اب اپنے دوسرے بھائی بطلیموس سیزدہم کے ساتھ شادی کی۔ مگر اس کو چھوڑ کر پھر قیصر مذکور کے پاس چلی گئی۔ وہاں سے دو سال کے بعد واپس آکر اس کو بھی زہر دے کر مار ڈالا اور خود حکمراں ہو گئی۔

اس زمانہ میں دو رومی امیر انتونیوس اور اوکتافیوس بروٹس کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے۔ قلیوبطرا نے بروٹس کی بحری بیڑہ سے مدد کی۔ اس سے

پہلے اس کے شکم سے ایک بچہ پیدا ہوچکا تھا جس کا نام اس کے باپ قیصر کی نسبت سے قیصرون رکھا گیا تھا۔ اور اسی کے نام سے یہ حکومت کرتی تھی۔ اس وجہ سے انتونیوس نے اس کو بروٹس کی امداد کا مجرم گردان کر محاکمہ کے لیئے طرسوس میں طلب کیا۔

یہ ملکہ حسین اور عیاّر تھی۔ آراستہ و پیراستہ ہو کر ایسی زیب و زینت سے وہاں پہونچی کہ انتونیوس فریفتہ ہو گیا۔ اور جو کچھ اس نے چاہا وہی لکھ دیا۔ پھر اس کے ساتھ شادی کر لی اور مصر چلا آیا۔ اور اپنی پہلی بیوی کو جو اس کے شریک کار اوکتافیوس کی بیٹی تھی چھوڑ دیا۔ قیلیوبطرا کو قیصر کی بیوی اور قیصرون کی ماں ہونے کی وجہ سے شہنشاہ بیگم کا خطاب دیا۔ اس نے اس پر بھی بس نہ کیا اور اپنا لقب ایزیس (جدید معبود) رکھا۔

رومی مجلس نے واقعات سے اطلاع پا کر ۳۲ ق م میں مصر پر لشکر کشی کی۔ اور اوکتافیوس کو بیڑہ دے کر روانہ کیا۔ انتونیوس نے مقابلہ کے لیئے پانچسو جنگی جہاز تیار کیئے۔ ملکہ قیلیوبطرا بھی ۶۰ کشتیوں کا بیڑہ لے کر اس کے ساتھ گئی۔ مگر اوکتافیوس کی قوت زبردست دیکھ کر مخفی طور پر اس کے ساتھ ساز باز کر لیا اور واپس چلی آئی۔ انتونیوس نے جب اس کے جہازوں کو دیکھا کہ سمندر کی موجیں چیرتے ہوئے مصر کی سمت جا رہے ہیں تو وہ بھی پیچھے پیچھے اسکندریہ میں آیا۔ اس کا بیڑہ شکست کھا گیا۔ ملکہ نے یہ سمجھ کر کہ اب وہ اس کی حمایت سے قاصر ہے اپنے آپ کو مخفی کر لیا۔ اور خودکشی کی افواہ اُڑا دی۔ اس کشتۂ عشق کو اب زندگی کا کیا لطف تھا اس نے بھی خودکشی کر ڈالی۔ مرتے وقت اس فریب پر مطلع ہوا مگر

اب کیا ہو سکتا تھا۔

قیلوبطرا نے اوکتافیوس کو بھی اپنے دام تزویر پھنسانا چاہا لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔ آخر موت کا فرمان اس کو سُنا دیا گیا۔ جس میں اختیار دیا گیا تھا کہ وہ مرنے کے لئے جو صورت چاہے اختیار کرے۔ اس نے غیر کے ہاتھوں قتل ہونے کے بجائے یہی مناسب سمجھا کہ اپنے ہاتھ سے زہر کا پیالہ پی کر جان دے دے۔ جس سے ۱۵ اگست ۳۰ ق م میں اس کا اور اس کے ساتھ مصر سے یونانی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

(۳۴) رومی

مدت حکومت ۶۷۰ سال ۳۰ ق م سے ۶۴۰ء تک

رومی فاتح اوکتافیوس نے جو قیصر اگسٹس کے لقب سے مشہور ہوا سکندر اعظم کی طرح اہل مصر کے دین رسوم اور امور حکومت میں کسی قسم کا تغیر نہیں کیا۔ اس کے عہد سے ملک مصر رومی سلطنت کا ایک صوبہ ہو گیا اور دربار روما کی طرف سے یہاں کے والی مقرر ہونے لگے۔ ان میں سے جن کے نام معلوم ہو سکے ذیل میں درج ہیں۔

۱	قورنیلوس غالوس	....
۲	بطرنیوس	۸
۳	طیباریوس	۳۲
۴	غاینوس	۴
۵	قلیودیوس	۱۴
۶	قاردن	۱۴

۷	طیطوس	۷
۸	دومطیانوس	۱۵
۹	اذریانوس	۲۱
۱۰	قومورودس	۱۳
۱۱	قلطیانوس	۲۱

قورنیلوس نے پہلے آکر مصری حکومت کا نظام درست کیا۔ اور رعایا کی رفاہیت کی کوشش کی لیکن بعد میں متکبر ہو گیا۔ اور شاہانہ سطوت کے ساتھ مصریوں پر سختی کرنے لگا۔ اپنے بڑے بڑے بت ترشوا کر عام مناظر پر نصب کرائے۔ تھوڑے دنوں کے بعد کسی سیاسی جرم پر دربار روما نے اس کو معزول کر دیا جس کی وجہ سے اس نے خودکشی کر لی۔

بطرنیوس نے اگسٹس کے حکم سے بلاد عرب پر فوج کشی کی۔ اول اول کچھ فتوحات ہوئیں لیکن آخر میں عرب کی جو کسی کی حکومت برداشت نہیں کر سکتے متواتر تاخت و تاراج سے بہت نقصان اُٹھا کر واپس آنا پڑا۔ اس کی غیبت میں موقع پا کر ادھر سوڈانیوں نے اپنے سردار **قندافہ** کی معیت میں مصر پر چڑھائی کر کے اصوان اور اس کے توابع پر قبضہ کر لیا تھا۔ بڑی مشکلوں سے ان کو نکالا۔

قیصر اگسٹس کے عہد حکومت کے تیسویں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی جس کے ۱۴ سال بعد اس نے وفات پائی۔

طیباریوس نے اپنے زمانہ میں شام کا مشہور شہر طیباریہ آباد کرایا تھا۔

قلیودیوس کے زمانہ میں نصرانیت کے مشہور داعی شمعون قید کئے گئے تھے

جو رہا ہونے پر انطاکیہ ہوتے ہوئے روما پہونچے۔ وہاں قیصر کی بیگم نے اس دین کو اختیار کر لیا۔

قارون (نیرون) نے اپنے زمانہ میں **پولص** اور **بطرس** داعیان مسیحیت کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد **طیطوس** آیا۔ اس نے بیت المقدس پر چڑھائی کی اور یہودیوں کی ایک جماعت کو پکڑ کر قید کیا اور بیچ ڈالا۔

دومطیانوس نے بھی یہود پر سختیاں کیں۔ **اذریانوس** کے عہد میں حکیم **بطلیموس** تھا جس نے کتاب مجسطی لکھی۔ اور **قومودوس** کا ہم عصر **جالینوس** تھا اس کے زمانہ میں مصر میں کثرت کے ساتھ نصرانیت کی اشاعت ہوئی۔ **دقلطیانوس** نے عیسائیت کا نہایت سختی کے ساتھ مقابلہ کیا اور بہت سے مصریوں کو ذبح کر ڈالا۔ چنانچہ اہل مصر نے اپنا سنِ قبطی انھیں شہداء کی یادگار میں اسی زمانہ سے مقرر کیا ہے۔ یہی مصر کا آخری بت پرست حاکم تھا اس کے بعد مسیحی دور شروع ہوا جس کی ولاۃ رومی نصاریٰ رہے۔

رومیوں نے اہل مصر کو حکومت میں بہت کم حصہ دیا تھا اور ان کی ہر چیز۔ زمین۔ باغ۔ مویشی۔ اثاث البیت یہاں تک کہ راستہ سے گزرنے والے زندوں اور قبرستان میں جانے والے مُردوں پر بھی محصول لگایا تھا جس کی وجہ سے وہ محتاج ہو گئے اور ان کی علمی۔ ادبی اور تاریخی شان مٹ گئی۔

اس کے علاوہ مصر میں دین مسیحی پہونچنے کے بعد جب باشندے اس کو اختیار کرنے لگے تو رومیوں نے جو اس وقت بت پرست تھے ان پر بہت سختیاں کیں۔ ۳۱۳ء میں **قسطنطین اعظم** نے اپنی تخت نشینی کے پہلے سال جب اس دین کو اختیار

کر لیا اور اسی کو سلطنت کا مذہب قرار دیا تو اہل مصر کو کسی قدر پناہ ملی۔ لیکن ۳۷۹ء
میں قیصر **تھیودوسیس** نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی فرمان جاری کر دیا
کہ سلطنت کے تمام باشندے عیسائی بنائے جائیں۔ اس حکم کی بنیاد پر مصری
بت پرستوں کی عبادت گاہیں ڈھادی گئیں اور ان پر وہ مظالم کیے گئے جو ان سے
پہلے مصری عیسائیوں پر بھی نہیں ہوئے تھے۔

اسی درمیان میں نصاریٰ میں تفرقہ واقع ہوگیا۔ اور **یعقوبی** اور **ملکی** دو
فریق ہو گئے۔

یعقوبیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ مسیح کے اندر الوہیت اور بشریت دونوں مجتمع
ہوئیں۔ پہلے وہ نفس لاہوتی تھے۔ تجد میں ناسوتی ہوئے۔ پھر اپنی اصلی حالت
پر عود کر گئے۔

ملکی کہتے تھے کہ ابن غیر مخلوق ہے وہ ازل سے باپ سے مولود اور اس کا جوہر
اور نور ہے۔ وہی اُس انسان کے ساتھ جو مریم کے شکم سے پیدا ہوا متحد ہو کر ایک
بن گیا جس کا نام مسیح رکھا گیا۔

یہ اختلاف چونکہ جوہری اور خود حقیقت مسیح کے متعلق تھا اس وجہ سے دونوں
فرقوں میں سخت نزاع قائم ہوئی۔ اس کے فیصلہ کے لیئے قیصر **مرقیانوس** نے
پاپائے روم کے مشورہ سے مقام خلقدونیہ میں مسیحی علماء کا مجمع کیا۔ اُنھوں نے
بحث و مناظرہ کے بعد یہ طے کیا کہ **دیوسقورس** اسکندریہ کا بطریق جو یعقوبی
عقیدہ کا بانی ہے غلطی پر ہے لہذا اپنے منصب سے معزول کیا جائے اور ہر قسم کی
کہنوتی خدمات اس سے نکال لی جائیں۔ جو شخص اس کے عقیدہ کو اختیار کرے

واجب القتل ہی۔

اہل مصر تمامتر یعقوبی تھے۔ اور رومی سب کے سب ملکی۔ اس وجہ سے ان پر سختیاں کرنے لگے۔ لیکن وہ مقابلہ کے لیئے پختگی کے ساتھ آمادہ ہوگئے۔ اورآخرکار بہت جھگڑوں کے بعد ایک یعقوبی بطریق کی کرسی اُنھوں نے قائم کرلی۔ مگر رومی حکام بوجہ تعصب مذہبی کے برابر ان پر ظلم وستم توڑتے رہے۔ اس وجہ سے اہل مصر نہ صرف سیاسی بلکہ مذہبی حیثیت سے بھی رومیوں سے الگ اور ان کی حکومت سے سخت بیزار ہوگئے۔ اوران کی زبان۔ رسم اور لباس وغیرہ ہر چیز کو چھوڑ دیا۔ سنہ ۳۹۵ء میں رومی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ مغربی حصہ کا پایۂ تخت رومۃ الکبریٰ رہا اور مشرقی کا قسطنطنیہ قرار پایا جس کے ماتحت شام ومصر تھے۔ اس کی سرحدیں چونکہ ایران سے ملی ہوئی تھیں اس وجہ سے اکثر ان کے ساتھ لڑائیاں رہتی تھیں۔

سنہ ۶۱۰ء میں جب ہرقل قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھا تو اس کی غفلت اور عیش پرستی کو دیکھ کر ایرانیوں نے سنہ ۶۱۸ء میں چڑھائی کردی۔ اور شام اور فلسطین لیتے ہوئے مصر پر بڑھے۔ رومی سپہ سالار نیکیتاس مقابلہ سے عاجز رہا اور مصر سے چلا گیا۔ ایرانی وہاں قابض ہوگئے۔ اُنھوں نے اہل مصر کے مذہب میں دست اندازی نہیں کی اوران کو آزاد چھوڑ دیا اس وجہ سے اس مشرقی دولت کے سایہ میں ان کو امن نصیب ہوا۔ اور اُنھوں نے اپنے ہردلعزیز پیشوا بنیامین کو مصر کے بطریق کی کرسی پر لاکر بٹھایا۔ جس کی تمام ملک میں خوشی منائی گئی۔

لیکن یہ خوشی زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہی۔ کیونکہ ہرقل نے خواب غفلت سے

بیدار ہو کر ۶۲۲ء میں تیاری کر کے ایرانیوں پر حملہ کیا۔ اور ان کو شام اور فلسطین سے نکال کر ۶۲۷ء میں مصر بھی واپس لے لیا۔ اور جوش انتقام میں مصریوں پر سختیاں شروع کیں۔ بنیامین اس کے خوف سے وادی نطرون کی طرف بھاگ کر روپوش ہو گیا۔ اس کا بھائی مینا گرفتار ہوا۔ رومیوں نے اس کو مجبور کیا کہ خلقدونی فیصلہ کو تسلیم کرے۔ اس نے انکار کیا۔ اس پر مشعل سے اس کے چہرہ کو یہاں تک جلایا کہ اس کی پیشانی سے زمین پر چربی ٹپکنے لگی۔ مگر وہ اپنے قول پر قائم رہا۔ رومیوں نے ایک ایک کر کے اس کے دانت اکھاڑے۔ اس پر بھی وہ اپنے عقیدہ سے نہیں پھرا۔ پھر اس کو ریت کے تھیلے میں ڈال کر ساحل پر لے گئے اور تین بار کہا کہ خلقدونی عقیدہ کو مان لے تو جان بخشی کر دی جائے گی۔ جب اس نے نہیں مانا تو سمندر میں غرق کر دیا گیا۔ اہل مصر ان سختیوں سے نالاں تھے۔ اور چاہتے تھے کہ کسی طرح رومی یہاں سے نکل جائیں۔

ہرقل نے ایک قبطی سردار رئیس مقوقس کو قسطنطنیہ میں اپنے پاس رکھ کر تربیت دیا تھا۔ جو بخلاف اپنی قوم کے ملکی فرقہ کا تھا اور یعقوبیوں سے تعصب رکھتا تھا۔ قیصر نے مصریوں کی مذہبی سیاست کے لیے اس کو وہاں کا والی بنا دیا کچھ دنوں کے بعد رومیوں کے مظالم دیکھ کر وہ بھی در پردہ یعقوبی اور اپنی قوم کا طرفدار ہو گیا جس کی وجہ سے اس میں اور رومی افواج کے امیر قیرس میں جو سخت متعصب ملکی تھا مخالفت ہو گئی تھی۔ اسی کے عہد میں ۶۲۹ء میں نامۂ نبوی عظیم القبط کے نام حاطب بن ابی بلتعہ لے کر مصر گئے تھے۔ وہ اسلام تو نہیں لایا مگر ایک خچر جس کا نام دلدل تھا اور دو لونڈیاں معہ دیگر تحف ہدایا کے نبی صلی اللہ علیہ سلم کے لیے بھیجیں۔ ان میں سے ایک ماریہ قبطیہ تھیں جن کے بطن سے آنحضرت کے بیٹے ابراہیم پیدا ہوئے۔ اس طرح پر ایک جدید رشتہ اہل مصر کا رسول عربی کے ساتھ قائم ہو گیا۔

عہد اسلامی

سنہ ۱۸ھ مطابق سنہ ۶۳۹ء میں مصر پر اسلامی حملہ ہوا۔ اور دو سال کے اندر حضرت عمرو بن عاص نے مصر اور اس کے ساتھ برقہ اور طرابلس کو بھی فتح کر لیا۔ اس وقت سے آج تک یہ ملک مسلمانوں کے زیر نگیں ہے۔

مورخین نے عہد اسلامی کو بارہ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

۱	خلافت راشدہ	۱۸ھ سے ۴۱ھ تک	مطابق ۶۳۹ء سے ۶۶۱ء تک
۲	بنی اُمیّہ	— ۱۳۲	— ۷۵۰
۳	عباسی بار اول	— ۲۵۷	— ۸۷۰
۴	طولونی	— ۲۹۲	— ۹۰۵
۵	عباسی بار دوم	— ۳۲۳	— ۹۳۴
۶	اخشیدی	— ۳۵۸	— ۹۶۹
۷	فاطمی	— ۵۶۷	— ۱۱۷۱
۸	ایوبی	— ۶۴۸	— ۱۲۵۰
۹	ممالیک بحری	— ۷۸۴	— ۱۳۸۲
۱۰	ممالیک چرکسی (برجی)	— ۹۲۳	— ۱۵۱۷
۱۱	عثمانی	— ۱۲۱۶	— ۱۸۰۱
۱۲	خدیوی (محمد علی)	۱۲۱۶—	۱۸۰۱—

خلافت راشدہ

سنہ ۱۸ھ سے سنہ ۴۱ھ تک

عمرو بن عاص رضؓ

تاریخ الامت حصہ دوم میں ہم فتح مصر کی کیفیت مجملاً اور سیرۃ عمرو بن عاص میں مفصلاً لکھ چکے ہیں اس لیے اس موقع پر اس کو دُھرانے کی ضرورت نہیں۔

خلافت راشدہ میں اس کے سب سے پہلے والی خود فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص تھے۔ اُنھوں نے مصر کا انتظام اسلامی عدل و انصاف کے اصول پر کیا۔ ہر قسم کے ظلم و ستم جو زمانۂ سابق سے وہاں کی رعایا پر ہوتے تھے مٹا دیئے۔ باشندوں کی دلجمعی کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ فرمائی۔ دینی امور میں اُن کو پوری آزادی بخشی۔ جان۔ مال۔ جائداد۔ اولاد اور عزت و حرمت وغیرہ ہر چیز کی حفاظت کا اطمینان دلایا۔ ان کے ہر دلعزیز پیشوا بنیامین کو جو تیرہ سال سے رومیوں کے ڈر سے مخفی تھا اماں نامہ لکھ کر بلوایا اور اسکندریہ میں بطریرق کی کرسی عطا کی۔ نیز اس نے کینسہ کے متعلق جو جو درخواستیں کیں ان کو منظور فرمایا۔

ملکی نظم و نسق کے لیئے چن چن کر کارکن اور لائق لوگوں کو رکھا۔ مقدمات کے فیصلوں کے لیئے جابجا قضاۃ مقرر کیئے۔ خراج کی تحصیل خود قبطیوں کے سُپرد کی اور دفتر بھی انھیں کی زباں میں رہنے دیا۔

ان کی نگاہ میں یعقوبی۔ ملکی۔ یہودی۔ نصرانی۔ مشرک اور ستارہ پرست سب ایکساں تھے اور ہر ایک کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ رکھتے تھے

جس کی وجہ سے اہل ملک ان کے احسان کے گرویدہ ہو گئے۔ اور ان کے انصاف حُسن سلوک اور مساوات کو دیکھ کر جوق جوق دین اسلام میں داخل ہوئے اور رفتہ رفتہ عربی اخلاق۔ عربی لباس بلکہ عربی زبان بھی اختیار کرنے لگے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ مابعد میں مصر اسلامی علوم اور تہذیب کا ایک بڑا مرکز بن گیا۔ اور زوال بغداد سے تو حضارۃ اسلامی کا علمبردار وہی ہے۔[۱]

عمرو بن عاص نے خلیفہ ثانی کے حکم سے شہر فسطاط کو آباد کر کے دار الامارہ قرار دیا۔ اور ایک جامع بھی تعمیر کرائی جو آج تک ان کی یادگار ہے۔

نہر امیر المومنین

قبضہ مصر کے پہلے ہی سال عرب میں سخت قحط پڑا جو عام الرمادہ کے نام سے مشہور ہے اس لیئے اُنھوں نے مصر سے عرب میں غلہ کی تجارت کے لیئے ایک نہر دریائے نیل سے نکال کر قلزم میں ملا دی۔ یہ وہ نہر تھی جس کو سیتی اول (خاندان ۱۹) نے کھدوانا شروع کیا تھا اور نکاؤ (خاندان ۲۶) نے اس کی تکمیل کی تھی۔ لیکن رومیوں کی غفلت سے خراب ہو گئی تھی۔ عمرو بن عاص نے فسطاط کے کنارہ سے

---

[۱] ہیرو ڈوٹس مورخ نے لکھا ہے کہ مصر میں دو ہزار شہر ہیں۔ اور ڈیوڈورس نے اپنے زمانہ میں اس کی مردم شماری ۷۰ لاکھ اور یوسیفوس نے ۷۵ لاکھ لکھی ہے۔ عہد اسلامی میں یہ تعداد دو کروڑ تک پہونچ گئی تھی۔ لیکن خلفائے فاطمیہ اور ممالیک کے زمانوں میں اندرونی فتنوں۔ شورشوں۔ بلاؤں وباؤں اور قحطوں اور سب سے بڑھ کر بدنظمیوں کی وجہ سے گھٹ کر صرف تیس بتیس لاکھ رہ گئی۔ خدیوی عہد سے پھر ترقی پر ہے۔ اب وہاں کی آبادی تقریباً ڈیڑھ کروڑ ہے جس میں سے کم و بیش ایک ملین غیر مسلم ہیں۔ اسی میں قبطی بھی شامل ہیں اور آفاقی بھی۔ اور باقی کل مسلمان۔

اس کو کھدوانا شروع کیا اور عین شمس اور وادی طمیلات سے لاکر شہر قلزم کے متصل بحیرہ میں گرادیا۔ اس کا طول ۸۰ میل تھا اور صرف چھ مہینے میں طیار ہوگئی تھی۔ پہلے ہی سال اس کے ذریعے سے ساٹھ ہزار اردب غلہ مصر سے عرب میں آیا۔ اُسی وقت سے تجارتی کشتیاں مصر سے عرب میں آنے جانے لگیں۔ خلیفہ **عمر بن عبد العزیز** کے بعد والیوں کی غفلت سے اس کی مرمت نہ ہوئی جس کی وجہ اس میں ریت اٹ گیا یہاں تک کہ بالکل بند ہوگئی۔ اس کے نشانات کہیں کہیں باقی تھے مگر ۱۸۹۷ء میں مصری حکومت نے ان کو بھی پاٹنے کا حکم دے دیا۔

نہر سویز

عمرو بن عاص نے یہ بھی ارادہ کیا تھا کہ بحیرہ روم و قلزم کو بھی ملا دیں۔ فرما کے متصل ان دونوں میں صرف ۷۰ میل کا فاصلہ رہ جاتا ہے وہیں سے نہر نکالنی چاہتے تھے۔ لیکن حضرت عمر نے اس خیال سے منع کر دیا کہ رومی اس کے ذریعہ سے عرب پر حملہ کرنے لگیں گے۔ کیونکہ اس وقت بحری قوت عربوں کے پاس نہ تھی اور وہ پانی میں رومیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

سرزمین مصر

عمرو بن عاص نے سرزمین مصر کی کیفیت کے متعلق دربارِ خلافت میں ایک تحریر بھیجی تھی جو اب تک اہل ادب میں مشہور ہے۔ فرانسیسی ادیب **موسیو دکتاف اوزان** نے تو اس کو دنیا کی زبانوں میں بلاغت کا ایک حیرت انگیز نمونہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ معمورۂ عالم کے جملہ مدارس میں اس کو پڑھانا چاہیئے تاکہ طلبار کو اشیار کے حقائق بیان کرنے کا طریقہ معلوم ہو۔ گبن اور ہٹلر نے بھی اپنی اپنی تاریخوں میں

اس کے ترجمے درج کیئے ہیں۔

یہ پورا خط النجوم الزاہرہ فی اخبار المصر و القاہرہ میں ثبت ہے ہم اس کو اُردو میں نقل کرتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ترجمہ میں اصل کی لطافت نہیں دکھائی جاسکتی صرف مفہوم کا اظہار ہو سکتا ہے۔

"مصر کی زمین سیر حاصل اور بار ور درختوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اس کا طول ایک ماہ اور عرض دس روز کی مسافت ہے۔ اس کے وسط میں سے وہ دریا گزرتا ہے جس کی خرام سحری فرخ فرجام اور روانی شام مبارک انجام ہے۔ اس کے فیضان میں چودھویں ماہ کی طرح کبھی زیادتی ہو جاتی ہے اور کبھی کمی۔

جس وقت چڑھتا ہے اور اس کی موجیں سر اُٹھاتی ہیں اُس وقت تمام نہریں اور چشمے لبالب ہو جاتے ہیں۔ اور باشندوں کے لیئے ایک جگہ سے دوسری جگہ تک بجز کشتیوں کے گزرنے کی کوئی سبیل نہیں رہتی۔ پھر جب اس کا جوش پورا ہو چکتا ہے تو پلٹا کھاتا ہے اور تیزی کے ساتھ اُتر کر اپنی حد پر آجاتا ہے۔ اُس وقت کاشتکار اس کے ساحلوں کے فراز اور دامنوں کے نشیب میں نکل پڑتے ہیں۔ دانے بوتے ہیں۔ اور خرمن کے آرزومند ہوتے ہیں۔

جب دانے جمے۔ اور کھیتیاں اُگیں۔ اور نیچے زمین کی نمی اور اوپر بارش کی تری سے پرورش پاکر ان میں نشو و نما اور بالیدگی ہوئی تو ہرے بھرے کھیت لہلہانے لگتے ہیں اور زمین کی دولت اس کے شکم سے اس کی پشت پر آجاتی ہے۔

امیر المومنین! میں اس زمین کا کیا حال لکھوں۔ ابھی گوہر سپید ہے۔ ابھی عنبر سیاہ اور ابھی زمرد سبز۔ یہ قدرت الٰہی کے کرشمے ہیں جس نے اس میں یہ صلاحیت رکھدی ہے۔

اور باشندوں کی معیشت کے لیئے اس کو ایسا بنا دیا ہے۔

یہاں کا خراج پیداوار سے قبل وصول نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ محاصل کا کم سے کم ایک ثلث یہاں کی نہروں اور پلوں کی تعمیر و ترمیم میں صرف کیا جائے۔ کیونکہ اس سے آبادی بڑھے گی اور ملک کی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔"

حضرت عمرؓ اس کو پڑھ کر شگفتہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ ابن عاص نے تو گویا مصر کی زمین میری آنکھوں کے سامنے رکھ دی۔

بندوبست اراضی

فراعنہ کے عہد میں مصر میں چہار سالہ بندوبست کا دستور تھا۔ تشخیص لگان کے لیئے وہ چند سالوں کی پیداوار کا اوسط نکال لیتے تھے۔ اور خراج نقد و جنس دونوں میں وصول کرتے تھے۔ بلکہ ان محاصل کے علاوہ فوج کے اخراجات کے لیئے کثیر مقدار میں غلہ بھی لیتے تھے۔ لیکن مصر ایک ایسا ملک ہے جس کی زراعت کا مدار نیل کے فیضان پر ہے۔ اور اس میں اکثر تفاوت رہتا ہے جس سے پیداوار میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ اس لیئے وہاں ہر سال آب نیل کی کمی یا زیادتی کے مطابق خراج کی تعیین قرین انصاف تھی۔ اس بنا پر اُنھوں نے خلیفہ سے استصواب کر کے ان کے حکم کے مطابق مقام حلوان میں مقیاس نیل بنوایا جو اب تک بھی باقی ہے[ف۱]۔ اسی پیمانہ سے پیداوار کا اندازہ لگا کر ہر سال تشخیص لگان کی جاتی ۔ جس کے لیئے ہر ہر پرگنہ سے فلاحوں کو بلاتے اور فصل اور پیداوار کا اندازہ پوچھ کر انھیں سے لگان کا تخمینہ لیتے۔ اسی حساب سے ہر جگہ کی تحصیل

ف۱ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ امنحاثالث خاندان ۱۲ کے عہد میں جو مقیاس بنایا گیا تھا عمرو بن عاص نے اسی کی تجدید کی تھی۔

ہوتی۔ جہاں جہاں کنیسے اور حمام ہوتے ان کے اخراجات نیز مسلمانوں کی ضیافت کے صرفے منہا کر دیئے جاتے۔ کاشتکاروں ہی کی شرح لگان کی مقدار سے پیشہ وروں سے بھی خراج لیا جاتا۔ رومیوں کے عہد میں دوسرے محاصل جو رعایا سے وصول کیئے جاتے تھے یک قلم موقوف کر دیئے گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہاجرہ کے قدیم رشتہ سے جو حضرت اسمٰعیلؑ اور عدنانی عربوں کی ماں تھیں مصریوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ اس وجہ سے بندوبست اراضی میں خصوصیت کے ساتھ نرمی برتی گئی اور شرح لگان کم سے کم رکھی گئی۔ یعنی زیادہ سے زیادہ فی جریب ایک دینار یا تین اردب غلہ۔ مسلمانوں نے آنحضرتؐ کے جدید رشتہ کا بھی لحاظ رکھا۔ اور قریہ حفن کو جو توابع انصنا میں ہے اور جہاں کی رہنے والی حضرت ماریہ قبطیہ سریۂ رسول تھیں خراج سے بری کر دیا۔

اس سالانہ بندوبست کی وجہ سے ہر سال کی وصولی کی کوئی رقم متعین نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ عدم پیداوار کی وجہ سے کبھی کبھی بہت سے پرگنوں اور دیہاتوں کا خراج معاف کر دینا پڑتا تھا۔ اس لیئے رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی وصولی میں کمی ناگزیر تھی۔ چنانچہ سال اول میں تمام ملک مصر سے ایک کرور ۲۰ لاکھ دینار وصول ہوئے بحالیکہ سال ماسبق میں مقوقس نے دو کرور دینار وصول کیئے تھے۔

لیکن باوجود اس نرمی کے زمانہ مابعد میں کبھی اس قدر وصولی نہیں ہوئی۔ صرف حضرت عثمان کے عہد میں ایک سال عبداللہ بن سعد نے دو کرور دینار وصول کیئے تھے۔ امیر معاویہ کے سلیقۂ انتظام میں کس کو شک ہے مگر ان کے زمانہ میں بھی

تحصیل ۹۰ لاکھ سے نہیں بڑھی۔ ان کے بعد بنی اُمیہ اور بنی عباس تو چالیس بلکہ تیس ہی لاکھ وصول کرتے رہے۔ خلفاء فاطمیہ نے اپنے عہد میں شرح لگان بھی بہ نسبت سابق کے دُگنی کر دی تھی مگر پھر بھی ۴۳ لاکھ سے زائد نہ وصول کر سکے۔

عبداللہ بن سعد

* ۲۴ھ میں حضرت عثمان خلیفہ ہوئے۔ اُنھوں نے عبداللہ بن سعد اپنے رضاعی بھائی کو افریقہ کا امیر حرب مقرر کیا۔ اور عمرو بن عاص کو بدستور والی مصر رہنے دیا۔ اسی درمیان میں اسکندریہ کے رومی جن کی تعداد ڈہائی لاکھ تھی اور جو مسلمانوں سے عہد نامہ کر چکے تھے قیصر کے اشارہ اور بعض قبطی رئیسوں کے مشورہ سے بغاوت پر آمادہ ہوئے۔ قیصر قسطنطین پسر ہرقل نے قسطنطینہ سے ایک عظیم الشان جنگی بیڑہ ان کی امداد کے لئے بھیجا جس کا امیر منویل خصی تھا۔ یہ ساری جمعیت اسکندریہ سے نکل کر آگے بڑھی۔ عمرو بن عاص خبر پاتے ہی روانہ ہوئے۔ مقام نقیوس میں مقابلہ ہوا۔ بر و بحر دونوں میں جنگ ہوئی۔ رومیوں نے شکست کھائی۔ عمرو بن عاص نے تعاقب کیا اور سرعت کے ساتھ پہونچ کر اسکندریہ میں گھس گئے۔ وہاں کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ منویل بھی مارا گیا۔ اور رومی مغلوب ہوگئے۔ حضرت عثمان نے چاہا کہ انھیں کو امیر حرب مقرر کریں اور ابن سعد کو ان کی جگہ مصر کا والی بنا دیں۔ اس پر وہ راضی نہیں ہوئے۔ اس مخالفت کی بنیاد پر ان کو معزول کر دیا اور ابن سعد کو امارت حربی کے ساتھ ولایت مصر کا بھی فرمان لکھ دیا۔

ابن سعد نے چالیس ہزار فوج طیار کی اور شمالی افریقہ۔ تیونس۔ الجزائر۔ مراقش اور طنجہ تک فتح کر لیا۔ ۳۱ھ میں اہل نوبیا نے عہد شکنی کی۔ ان کے ساتھ جنگ

کی۔ اور دنقلہ میں ان کی جمعیت کو محصور کر لیا۔ مجبور ہو کر ان کے سردار اقلیدروس نے صلح کی درخواست کی جس کو منظور کیا۔

فتنۂ سبائی

سنہ ۳۳ھ میں جب حضرت عثمان اور ان کے والیوں کے متعلق سبائی جماعت نے ہر طرف شکایات پھیلائیں اس وقت اُنھوں نے تمام صوبوں کے والیوں کو مشورہ کے لیئے حج کے موقع پر طلب کیا۔ ابن سعد بھی گئے۔ اور اپنی جگہ عقبہ بن عامر کو چھوڑ گئے محمد بن ابی حذیفہ نے جو مصر میں حضرت عثمان کے مخالفوں میں سے تھے سبائیوں کی ایک جمعیت فراہم کر کے عقبہ کو وہاں سے نکال دیا۔ اس کی اطلاع جب حضرت عثمان کو پہونچی تو اُنھوں نے سعد بن وقاص فاتح قادسیہ کو ان کے سمجھانے کے لیئے بھیجا مگر اُنھوں نے ان کی بات نہ مانی بلکہ اہانت کی۔ جب عبداللہ بن سعد واپس آئے تو ان کو مصر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ مجبوراً وہ عسقلان کو چلے گئے۔

اس کے بعد سبائی جماعت کے لوگ مصر۔ کوفہ اور بصرہ سے مدینہ پہونچے اور خلیفہ ثالث کو قتل کر ڈالا۔ اس قتل کی خبر جب مصر میں پہونچی تو شیعۂ عثمان نے ایک جھنڈا کھڑا کیا کہ ان کے خون کا بدلہ لیا جائے۔ یہ عَلَم معاویہ بن خدیج کے ہاتھ میں تھا جس کے ساتھ خارجہ بن حذافہ۔ مسلمہ بن مخلد اور بسر بن ارطاۃ وغیرہ تھے۔ یہ لوگ اپنی جمعیت کو لے کر صعید کی طرف بڑھے۔ ابن ابی حذیفہ نے ان کے مقابلہ میں ایک لشکر بھیجا جس نے جاکر شکست دی۔ معاویہ بن خدیج برقہ کی طرف نکل گئے۔ پھر اسکندریہ کی جانب آئے۔ ابن ابی حذیفہ نے دوبارہ فوج بھیجی سنہ ۳۶ھ میں فریقین کا مقابلہ مقام خربتا میں ہوا جس میں شیعۂ عثمان غالب رہے۔ وہیں

اُنھوں نے اپنا مرکز بنا لیا۔

قیس بن سعد

ادھر حضرت عثمان کے قتل کے بعد حضرت علی کے ہاتھ پر خلافت کی بعیت ہوئی۔ اُنھوں نے حضرت سعد بن عبادہ رئیس الانصار کے بیٹے قیس کو جو نہایت شجاع اور فرزانہ تھے مصر کا والی مقرر کیا جس نے جا کر اہل مصر کو قابو میں کر لیا۔ لیکن اہل خربتا اطاعت پر راضی نہ ہوئے کیونکہ وہ نہ صرف قیس کی امارت بلکہ حضرت علی کی خلافت کو بھی بوجہ حضرت عثمان کا قصاص نہ لینے کے ناجائز سمجھتے تھے۔ قیس نے ان کو نہیں چھیڑا۔ اور کہلا بھیجا کہ میں تم کو بعیت پر مجبور نہیں کرتا نہ تمھارے وظیفے بند کروں گا بشرطیکہ امن کے ساتھ رہو۔

جب امیر معاویہ حضرت عثمان کے خون کے مطالبہ کے لیئے کھڑے ہوئے اُس وقت ان کو مصر میں قیس کی موجودگی سے خطرہ محسوس ہوا کہ ایک طرف سے اگر عراقی فوجیں آگئیں اور دوسری طرف سے مصری تو ہم بیچ میں پڑ جائیں گے۔ اس وجہ سے بہت کوشش کی قیس کو اپنا طرف دار بنالیں۔ جب اس میں ناکامی ہوئی تو شامیوں سے کہنا شروع کیا کہ قیس کو بُرا نہ کہو وہ در پردہ ہمارا حامی ہے۔ اس کے خطوط ہمارے پاس آتے رہتے ہیں۔ تم دیکھتے نہیں کہ اس نے اہل خربتا کے ساتھ نہ کوئی سختی کی نہ ان کے عطیئے روکے۔ یہ خبر محمد بن ابو بکر اور محمد بن جعفر بن ابی طالب وغیرہ نے شام سے حضرت علی کو لکھ بھیجی۔ اُنھوں نے اپنے دونوں بیٹوں اور عبداللہ بن جعفر کو بلا کر یہ بات سُنائی اور کہا کہ میرا گمان قیس کی طرف ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ اگرچہ نہ ہو لیکن پھر بھی اس شک کی حالت میں ان کو معزول

کردینا چاہیئے۔

اسی درمیان میں قیس کا خط موصول ہوا جس میں اُنھوں نے اہل مصر کی بیعت اور خربتا والوں کی کیفیت لکھی تھی اور یہ بھی ظاہر کردیا تھا کہ میں نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ قیس کے اس فعل سے طرفداری کا شبہ ہوتا ہے لہذا حکم دیجئے کہ ان کے ساتھ جنگ کریں۔ حضرت علی نے یہی لکھا۔ اس پر قیس نے جواب دیا کہ اہل خربتا کی تعداد دس ہزار ہے جن میں سے زیادہ تر اعیان و اشراف مصر ہیں۔ میں نے جس طریقہ پر ان کو رکھ چھوڑا ہے یہی مناسب ہے۔ جنگ کی صورت میں ایک فتنۂ عام برپا ہو جائے گا۔ کیونکہ ایک تو خود وہ لوگ اس نیستان کے شیر ہیں دوسرے معاویہ ان کی امداد کریں گے۔

حضرت علی نے یہ عذر قبول نہیں کیا۔ اور قیس کو معزول کر کے محمد بن ابوبکر کو جو اُن کے ربیب تھے ولایت مصر کا فرمان بھیجا۔ اُنھوں نے جا کر اہل خربتا کو لکھا کہ تم لوگ بیعت کرو ورنہ مصر سے نکل جاؤ۔ وہ مقابلہ کے لیئے طیار ہوئے۔ اسی اثنار میں جنگ صفین شروع ہو گئی۔ جس کے نتیجہ کے انتظار میں دونوں فریق خاموش بیٹھے رہے۔

اہل خربتا کو جب صفین سے حضرت علی کی واپسی اور تحکیم کا حال معلوم ہوا تو وہ مقابلہ کے لیئے نکل آئے۔ اور محمد بن ابوبکر کو شکست پر شکست دینے لگے۔ حضرت علی نے اشتر کو جو والی جزیرہ تھے مصر کی ولایت پر روانہ کیا۔ لیکن راستہ میں قلزم میں پہونچکر وہ انتقال کر گئے۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ کے اشارہ سے شہر قلزم کے مقدم نے شربت میں زہر پلا دیا تھا۔ لیکن یہ الزام بھی ویسا ہی بے ثبوت ہے جیسا امام حسن کو ان کی بیوی جعدہ سے زہر دلوانے کا۔

امیر معاویہ نے عمرو بن عاص کو مصر کا امیر مقرر کرکے چھ ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ اور اہل خربتا کو لکھا کہ دل میں ہراس نہ لانا میں امداد بھیجتا ہوں۔ عمرو بن عاص نے پہونچ کر محمد بن ابو بکر کو کہلا بھیجا کہ بہتر یہ ہے کہ مصر سے چلے جاؤ۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے ہاتھ سے تم کو کوئی صدمہ پہونچے۔ لیکن وہ فوج لے کر مقابلہ میں آئے اور مارے گئے۔

داخلہ عمرو بن عاص بار دوم

عمرو بن عاص پورے بارہ سال کے بعد ۳۸ھ میں پھر اپنے آباد کردہ شہر فسطاط میں داخل ہوئے۔ مصریوں کو جو شورشوں اور جنگوں کی وجہ سے مصیبت میں تھے خوشی اور طمانیت حاصل ہوگئی۔

عمرو بن عاص نے مفاسد کی اصلاح کی۔ اور سارے انتظامات از سر نو درست کیئے۔ فوجوں کو مرتب کرکے شریک بن سمی کی قیادت میں بربر کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ اُنھوں نے ان کو مغلوب کیا اور مصالحت کرکے چلے آگئے۔ بربر نے پھر عہد شکنی کی۔ عمرو بن عاص نے عقبہ بن نافع کو بھیجا۔ اُنھوں نے جا کر شکست دی۔ پھر ہوارہ کی طرف بڑھے اور فتح کرکے اس وقت واپس آئے جب عمرو بن عاص سکرات موت میں تھے۔

بنی اُمیہ

۴۱ھ سے ۱۳۲ھ تک

عمرو بن عاص نے ۴۳ھ میں عید الفطر کی شب کو فسطاط میں وفات پائی۔ تمام مصر میں ان کا ماتم ہوا۔

بعض یورپین مورخوں نے اسکندریہ کے کتب خانہ جلانے کا الزام ان کے اوپر لگایا ہے۔ لیکن جس وقت یہ مسئلہ بساط بحث پر آیا تو خود یورپ کے محقق مورخوں مثلاً گبن۔ بٹلر۔ سدیو اور گستاؤلیبان وغیرہ نے اس الزام کو غلط قرار دیا۔ اور اس کے تسلیم کرنے سے قطعی انکار کیا۔ کیونکہ یہ کتب خانہ قیصر جولیوس کے زمانہ میں ۴۷ ؁ق م میں جل چکا تھا۔ پھر جو کتابیں جمع کی گئیں وہ اسقف توفیل کے حکم سے ۳۹۱ ؁ء میں جلادی گئیں۔ اسلامی فتح کے وقت اس کا وجود ہی نہیں ثابت ہے۔ مولانا شبلی مرحوم نے بھی اس الزام کی مدلل تردید لکھی ہے۔

عمرو بن عاص کی جگہ پر امیر معاویہ نے ان کے بیٹے عبد اللہ کو مقرر کیا۔ پھر بعض مصلحتوں کی بنا پر اپنے بھائی عتبہ بن ابی سفیان کو وہاں کا والی بنا کر بھیج دیا۔ ۴۴ ؁ھ میں وہ انتقال کر گئے۔ ان کی جگہ عقبہ بن عامر کو ملی جن میں ہر قسم کے صفات تھے مگر سیاست اور تدبیر نہ تھی۔ اس وجہ سے چند مہینوں کے بعد معزول ہوئے۔

ان کے بعد مسلمہ بن مخلد کو ولایت کا فرمان ملا۔ مسجدوں میں منارے سب سے پہلے انھوں نے ہی بنوائے۔

۵۳ ؁ھ میں رومیوں نے بحری فوج مقام برنس میں اُتار دی۔ مسلمہ نے مدافعت کی۔ اس جنگ میں عمرو بن عاص کے غلام وردان جو نامور مجاہد تھے بہت سے مسلمانوں کے ساتھ شہید ہو گئے۔

۶۰ ؁ھ میں امیر معاویہ نے وفات پائی اور یزید خلیفہ ہوا۔ اس نے عقبہ بن نافع کو افریقہ کا امیر حرب مقرر کیا۔ اور مسلمہ کو بدستور مصر کا والی رہنے دیا۔ انھوں نے اہل مصر سے یزید کی خلافت کی بیعت لی۔ عبد اللہ بن عمرو بن عاص نے انکار کیا۔

مسلمہ نے کہا کہ جماعت کا ساتھ اگر چھوڑوگے تو گھر میں آگ لگا دوں گا اس لیئے راضی ہوگئے۔

۲۵ رجب ۶۴ھ میں مسلمہ نے انتقال کیا۔ پندرہ سال مصر کے والی رہے اور ان کے زمانہ میں امنیت اور رفاہیت رہی۔ ان کی جگہ پر سعید بن یزید فلسطینی آیا۔ پہلے مصریوں نے اس کے بعض احکام سے سرتابی کی لیکن پھر اس کے عدل و احسان کو دیکھ کر اطاعت کرنے لگے۔

۶۴ھ میں جب مکہ میں عبداللہ بن زبیر خلیفہ ہوگئے تو اُنھوں نے سعید کو برطرف کرکے اپنے خاص معتمد عبدالرحمٰن بن عتبہ کو بھیجا۔ اس نے مصر پہونچ کر ان کی خلافت کی بیعت لی اور بنی امیہ کے حامیوں کو وہاں سے نکال دیا۔

مرج راہط کی جنگ کے بعد جس میں بنی امیہ نے فتح پائی تھی مروان اپنی فوجیں لیئے ہوئے مصر کی طرف گیا۔ عبدالرحمن نے مقابلہ میں شکست کھائی اور چلا گیا۔

مروان وہاں دو مہینہ رہا۔ اور اپنے بیٹے عبدالعزیز کو والی بنا کر واپسی کا ارادہ کیا۔ اس نوعمر لڑکے نے کہا کہ میں اس ملک میں اکیلا کس طرح رہوں گا جہاں نہ میرا کوئی بھائی ہے نہ عزیز۔ مروان نے کہا کہ سلوک اور احسان کروگے تو سب تمھارے بھائی ہوجائیں گے چلتے وقت اس کو تقوےٰ۔ عدل۔ نماز باجماعت اور عہد کی پابندی عجلت سے احتراز اور عقلار کی مشاورت کی وصیتیں کرکے رخصت ہوا۔

۶۵ھ میں مروان کی وفات کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک سریر خلافت پر متمکن ہوا۔ اس کے حکم سے عبدالعزیز نے فسطاط کا بڑا پل بنوایا اور جامع عمرو بن عاص کی جو منہدم ہوگئی تھی مرمت کی۔ اب تک قبطی کاہنوں پر سے سرکاری لگان معاف

تھا۔ اس نے ان سے بھی وصول کرنا شروع کیا۔

عبدالعزیز بیس سال تک مصر کا والی رہا۔ سخی۔ حلیم۔ دانشمند اور خوش خلق تھا۔ سب لوگ اس سے خوش رہے۔ ۸۶ھ میں انتقال کر گیا۔ اس کی جگہ پر عبدالملک نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بھیجا۔

اسی سال عبدالملک بھی گزر گیا۔ اور ولید خلیفہ ہوا۔ اس نے عبداللہ کو برقرار رکھا۔ مصر کا دفتر اب تک قبطی زبان اور قبطیوں کے ہاتھ میں تھا۔ سر دفتر جس کا نام اثناسش تھا اعتماد کے کافی وجوہ نہ تھے۔ اس لیے عبداللہ نے حمص کے ایک کاتب ابن یربوع فزاری سے سارا دفتر عربی میں منتقل کرا لیا۔ جو آج تک چلا جاتا ہے۔

۸۸ھ میں عبداللہ دمشق میں چلا آیا۔ اس کا قائم مقام عبدالرحمٰن بن عمر ہوا جس کے زمانہ میں اہل مصر شدّت اور اوپر سے قحط کی مصیبت میں مبتلا رہے۔

۹۰ھ میں قرۃ بن شریک والی ہوا۔ یہ نہایت سخت گیر تھا۔ اور مصریوں کے اعتقادات و معابد کی تحقیر کیا کرتا تھا جس کی وجہ سے وہ آزردہ رہتے تھے۔ ۹۶ھ میں فسطاط میں انتقال کر گیا۔ اس کی جگہ پر عبدالملک بن رفاعہ آیا۔

اسی سنہ میں ولید نے وفات پائی اور سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوا۔ اس کے حکم سے ابن رفاعہ نے مقام روضہ میں مقیاس النیل بنوایا۔ اس زمانہ میں خراج مصر پر اسامہ بن یزید تھا جو نہایت ظالم تھا۔ اس نے دریائے نیل کے ہر وارد و صادر پر دس دینار محصول لگا رکھا تھا۔

بیان کیا گیا ہے کہ ایک تنگ دست عورت اپنے بیٹے کو ساتھ لیے ہوئے

نیل سے گزرنا چاہتی تھی۔ اس کے لیئے روپیہ درکار تھا جو اس وقت تک نہیں مل سکتا تھا جب تک کہ دونوں کے دس دس دینار ادا نہ کر دیئے جائیں۔ اس نے کسی نہ کسی طرح یہ رقم ادا کی اور دونوں کشتی میں بیٹھے۔ وسط دریا میں لڑکا پانی لینے کے لیئے ایک طرف جھکا تھا کہ اس کو مگرمچھ کی آنکھوں کے سامنے سے کھینچ لے گیا۔ وہ مصیبت زدہ عورت روتی ہوئی کنارے پہونچی۔ وہاں اس سے روپیہ مانگا گیا جو اس کے پاس نہ تھا کیونکہ وہ لڑکے کی جیب میں گیا۔ ہرچند اس نے گریہ و زاری کی اور کشتی کے مسافروں نے بھی کہا لیکن اُس وقت تک نہیں چھوڑی گئی جب تک اپنا زیور بیچ کر دس دینار ادا نہ کر دیا۔

اسامہ کی ان سختیوں سے لوگ اس کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گئے تھے کہ اسی درمیان میں ۹۹ھ میں سلیمان کا انتقال ہو گیا اور **عمر بن عبد العزیز** تخت خلافت پر آگئے۔ اُنھوں نے فوراً **ایوب بن شرجبیل** کو مصر کا امیر بنا کر روانہ کیا اور حکم دیا کہ اسامہ کے گلے میں طوق۔ ہاتھ میں ہتکڑی اور پاؤں میں بیڑی ڈال کر میرے پاس بھیج دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا جس سے وہ راستہ ہی میں مر گیا۔

ایوب نیک نیت متقی۔ عادل اور عاقل امیر تھا۔ مگر مصری سپہ دار **حبان بن شریح** کے مزاج میں سختی تھی۔ وہ ان لوگوں سے بھی جزیہ طلب کرتا تھا جو مسلمان ہو جاتے تھے۔ اس پر عمر بن عبد العزیز نے اس کو تہدیدی فرمان بھیجا۔ پھر کوڑے بھی لگوائے۔

۱۰۱ھ میں **یزید بن عبد الملک** کی خلافت شروع ہوئی۔ اس نے کچھ دنوں ایوب ہی کو بحال رکھا پھر اس کی جگہ **بشر بن صفوان** کو مقرر کیا۔ تھوڑے

عرصہ کے بعد اس کو افریقہ کی طرف بھیج دیا اور حنظلہ بن صفوان کو امارت بخشی۔ اس نے
خلیفہ مذکور کے حکم سے مصر کے باقی ماندہ بتوں اور مورتوں کو توڑ دیا۔

۱۰۴ھ میں حنظلہ کے بجائے خلیفہ کا بھائی محمد بن عبدالملک آیا۔ ۱۰۵ھ
میں جب ہشام خلیفہ ہوا تو اس نے محمد مذکور کو واپس بلا لیا اور حُر بن یوسف
کو امارت دی۔ اس کے عہد میں ۱۰۷ھ میں قبطیوں نے بغاوت کی جس کی وجہ سے
اس کو استعفا دینا پڑا۔ اس کی جگہ حفص بن ولید امیر ہوا۔ لیکن ایک سال بھی
نہ رہنے پایا تھا کہ عبدالملک بن رفاعہ دوبارہ اپنی امارت کا فرمان خلافت سے
لے کر پہونچا۔ اور اسی سال مر گیا۔ اس کی جگہ اس کے بھائی ولید بن رفاعہ
کو ملی۔ اس نے ۹ سال تک نہایت خوبی کے ساتھ کام کیا۔ اور ۱۱۷ھ میں گزر گیا۔
اُس وقت عبدالرحمٰن بن خالد فہمی والی ہوا۔ دوسرے سال وہ بھی انتقال کر گیا
اب دوبارہ حنظلہ بن صفوان آیا۔ اور چھ سال تک رہا۔ اس کے ظلم سے لوگ تنگ
تھے۔ خلیفہ سے بھی شکایت کی۔ اس نے اس کو پھر افریقہ بھیج دیا اور حفص بن
ولید کو جو پہلے بھی امیر رہ چکا تھا والی بنا دیا۔

۱۲۵ھ میں ولید بن یزید کی خلافت کا آغاز ہوا۔ اس نے حفص کو برطرف
کر کے عیسیٰ بن عطار کو مقرر کیا۔ مگر اس کی بدتدبیری کی وجہ سے ملک میں ابتری
پھیلی اس وجہ سے حفص سہ بارہ امیر ہوا۔

۱۲۷ھ میں جب بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان تخت پر آیا تو اس نے حفص
کے بجائے عتاہیہ تجیبی کو بھیجا۔ اہل مصر راضی نہیں ہوئے اور انھوں نے کہا
کہ ہم کو حفص کے بدلہ میں کسی امیر کی ضرورت نہیں ہے اگر خلیفہ مجبور کرے گا تو ہم

اس کی بیعت توڑ دیں گے۔ اس لیئے وہ واپس چلا گیا۔ دوسرے سال خلیفہ نے حوثرہ بن سہل کو والی بنا کر بھیجا۔ مصریوں نے چاہا کہ اس کو روکیں مگر اس کے ساتھ فوج زیادہ تھی۔ ۱۳۱ھ میں حوثرہ کی جگہ مغیرہ بن عبداللہ آیا۔ چند مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ بھی معزول کر دیا گیا اور عبدالملک بن موسیٰ جو خراج پر متعین تھا کل مصر کا والی قرار پایا۔

مصر میں بنی امیہ کا سب سے آخری نائب یہی تھا۔ کیونکہ اس کے بعد کوفہ میں عباسی خلافت قائم ہو گئی اور بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان بھاگ کر مصر آیا جس کے تعاقب میں صالح بن علی فوجیں لیئے ہوئے پہونچا۔ اور مقام بوصیر میں گرفتار کر کے ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۲ھ کو قتل کر ڈالا۔

دولت عباسیہ اُولیٰ

۱۳۲ھ سے ۲۵۷ھ تک

اولین خلیفۂ عباسی سفاح نے اپنے چچا صالح بن علی کو جس نے مروان کو قتل کیا تھا مصر کی ولایت دی۔ اس نے مصریوں سے بیعت لی اور بنی امیہ کے حامیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کیا۔ اسی سال دربار خلافت سے اس کے پاس فلسطین کی امارت کا فرمان پہونچا۔ وہ ابوعون بن عبدالملک بن یزید جرجانی کو اپنی جگہ پر مصر میں چھوڑ کر فلسطین کو چلا گیا۔

۱۳۶ھ میں سفاح کا انتقال ہو گیا اور ابوجعفر منصور خلیفہ ہوا۔ اس کے حکم سے ابوعون نے وہ نہر جو عمر بن عاص نے نکالی تھی بند کر دی۔ منصور چونکہ نہایت

متلون طبع تھا اس وجہ سے ذرا سے وہم پر بھی والیوں کو نکال دیتا تھا چنانچہ پہلے سات سال میں یکے بعد دیگرے چھ والیوں کو مقرر اور معزول کیا ۔ ۱۴۴ھ میں یزید بن حاتم مہلبی کو بھیجا ۔ یہ آٹھ سال مصر کا امیر رہا ۔ اس کے عہد میں مصر میں مخفی طور پر لوگ اہل بیت کی امامت کی بیعت کرنے لگے ۔ منصور نے ذی حجہ ۱۴۵ھ میں ابراہیم بن عبداللہ نفس زکیہ کے بھائی کا جنھوں نے بصرہ میں خروج کیا تھا سر کٹوا کر مصر میں بھیجا ۔ خطبا نے اس کو منبروں پر رکھ کر لوگوں کو بغاوت کا نتیجہ دکھلایا ۔

اس سال بنی حسن کے خروج کی وجہ سے حجاز میں اضطراب تھا اس وجہ سے یزید نے مصریوں کو حج میں آنے سے روک دیا ۔ ۱۴۸ھ میں سب سے پہلے اسی نے برقہ کو مصر کے ساتھ ملحق کیا ۔

۱۵۲ھ میں یزید نے وفات پائی جس کے بعد منصور نے پھر یکے بعد دیگرے والیوں کا عزل و نصب شروع کیا ۔ اس وجہ سے مصر میں کوئی پائدار انتظام نہ قائم ہو سکا ۔ اور دن بدن حالت خراب ہوتی گئی ۔ کیونکہ جو والی آتا وہ اس یقین کے ساتھ آتا کہ بہت جلد معزول کر دیا جائے گا ۔ اس لئے مصالح ملکی کی بہ نسبت اپنے ذاتی مصالح کا زیادہ خیال رکھتا ۔ انتظامی ابتری کی وجہ سے رعایا خستہ حال ہو گئی اور پیداوار کی کمی اور حکام کی سختی کی وجہ سے بہت سے باشندے ہجرت کر گئے ۔

۱۵۸ھ میں منصور کے بعد مہدی خلیفہ ہوا ۔ اس کے عہد میں بھی یہی صورت قائم رہی ۔ بلکہ ایک ایک سال میں دو دو اور تین تین والی بدلتے رہے ۔ جس سے ملکی نظام ایسا درہم و برہم ہو گیا کہ چوری ۔ رہزنی اور بدامنی عام ہو گئی ۔ اس وجہ سے

ذی حجہ ۱۹۲؁ھ میں اس نے ابو صالح یحییٰ بن داؤد کو جو بڑا مہیب اور رعب دار شخص تھا مصر کی ولایت پر بھیجا۔ اس کی سخت گیری کی وجہ سے امن قائم ہوا۔ اس نے اعلان کرا دیا تھا کہ کوئی شخص رات کو نہ اپنے مکان کا دروازہ بند رکھے نہ دُکان کا۔ جو مال چوری جائے گا وہ میں ادا کروں گا۔

دو سال کے بعد وہ بھی الگ کر دیا گیا۔ اور سوارہ تمیمی آیا۔ دوسرے سال صالح بن علی کا بیٹا ابراہیم بھیجا گیا۔ اس کے زمانہ میں دحیہ بن مصعب جو بقایائے بنی امیہ میں سے تھا بالائی مصر میں اپنی خلافت کا دعویٰ لے کر کھڑا ہوا۔ ابراہیم نے اس کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سارے سواحلی علاقہ پر قابض ہو گیا۔ مہدی کو جب یہ اطلاع پہونچی تو اس نے نہایت تحقیر کے ساتھ ابراہیم کو نالائق قرار دے کر برطرف کیا۔ اور موسیٰ بن مصعب کو بھیجا۔ اس نے آتے ہی اراضی کی لگان دُگنی کر دی اور دُکانوں اور مویشیوں پر بھی محصول لگا دیا۔ اس سے اہل مصر اس کے خلاف ہو گئے۔ اور جس وقت وہ ان کو لے کر دحیہ کے مقابل میں گیا اس وقت اس کو موت کے منہ میں تنہا چھوڑ کر واپس چلے آئے۔

دحیہ کی شوکت اب بہت بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ امرا اس کے مقابلہ میں جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ آخر میں ۱۶۹؁ھ میں فضل بن صالح نے آ کر اس کو شکست دی۔ اور اس کا سر کاٹ کر مہدی کے پاس بھیجا۔

اسی سال مہدی گزر گیا اور ہادی تخت پر آیا۔ اس نے فضل کو واپس بلا کر علی بن سلیمان کو امارت پر بھیجا۔ دوسرے سال ہادی کے بعد ہارون رشید خلیفہ ہوا۔ اس نے ابن سلیمان کو بدستور رہنے دیا۔

ابن سلیمان نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سختی سے کام لیا۔ نصاریٰ نے فسطاط اور جیزہ میں بعض جدید کنیسے جو تیار کیئے تھے ان کو گرانے کا حکم دیا۔ اُنھوں نے پچاس ہزار دینار پیش کیئے کہ باز رہے لیکن نہیں قبول کیا۔ اس کے عدل کی وجہ سے مصر میں پھر خوشحالی ہو گئی۔ اہل مصر نے چاہا کہ اسی کو خلیفہ بنالیں یہ خبر سُن کر ہارون نے ۱۷۱ھ میں اس کو معزول کر دیا۔ اور موسیٰ بن عیسیٰ علوی کو امارت کا فرمان دے کر بھیجا۔ اس نے عیسائیوں سے رشوت لے کر کنیسوں کے تعمیر کی پھر اجازت دے دی۔

ہارون نے ۱۷۶ھ میں مصر کی ولایت جعفر بن یحییٰ برمکی کے سُپرد کی۔ اس نے اپنی طرف سے عمران بن مہران کو بھیجا جو نہایت حقیر صورت تھا۔ جس وقت مصر میں پہونچا موسیٰ کے دربار میں جا کر صف پائیں میں بیٹھ گیا۔ جب محفل اُٹھ گئی تو موسیٰ نے اس سے پوچھا کہ کوئی کام ہے؟ بولا کہ ہاں اور وہ فرمان اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے جب پڑھا تو کہا کہ امیر عمران بن مہران کب تشریف لائیں گے؟ جواب دیا کہ وہ میں ہی ہوں۔ موسیٰ نے کہا کہ اللہ کی لعنت کم بخت فرعون پر جو اسی مصر کی سلطنت پر خدائی کا دعویٰ رکھتا تھا۔

ابن مہران نے عدل و تقویٰ کے ساتھ امارت کی۔ اس کے زمانہ میں مصر کی جس قدر وصولی تھی بیباق ہوتی رہی۔ یہ ان تمام تحفوں اور ہدیوں کو بھی جو لوگ دیتے تھے ان کی لگان میں مجرا کر دیتا تھا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہ صرف امیر خراج تھا۔ ولایت مصر مسلمہ بن یحییٰ کے ہاتھ میں تھی جس کی معزولی کے بعد محمد بن زہیر آیا۔ وہ ایک سال بھی نہ رہنے پایا تھا کہ داؤد بن یزید مقرر ہوا۔ وہ بھی الگ کیا گیا اور دوبارہ موسیٰ بن عیسیٰ

بھیجا گیا۔ چند مہینوں کے بعد ابراہیم بن صالح کو امارت کا فرمان ملا جو مہدی کے زمانہ میں والی رہ چکا تھا۔ پھر ولایت عبداللہ بن مسیب کے سپرد کی گئی۔ اس نے محصول میں اس قدر اضافہ کر دیا کہ رعایا ادا نہ کر سکی اور حوف کے باشندے مقابلہ کر بیٹھے جس میں بہت سے سرکاری آدمی مارے گئے۔ خلیفہ نے ہرثمہ بن اعین کو فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ اس نے یہ بغاوت فرو کی۔

اسی طرح سلسلہ ولاۃ تبدیل ہوتے رہے اور انتظام کوئی مستقل صورت اختیار نہ کر سکا۔ جس کی وجہ سے فساد بڑھا اور خوں ریزی ہونے لگی۔ خاصکر اہل حوف سے تو بلا فوجی قوت کے خراج کی وصولی نہیں ہوتی تھی۔

ہارون کے آخری زمانہ میں خصیب بن عبدالحمید امیر خراج تھا جس کے نام سے قصبہ منیہ خصیب آباد ہے۔

ہارون کی وفات کے بعد جب امین اور مامون میں نزاع برپا ہوئی اُس وقت مصر میں سری بن الحکم مامون کی حمایت کے لئے کھڑا ہو گیا اس نے ۲۲ جمادی الثانی ۱۹۶ھ میں خلع امین اور خلافت مامون کی بیعت لی۔ مامون نے خلیفہ ہونے کے بعد اسی کو وہاں کا والی کر دیا۔

۲۰۴ھ میں سری نے فسطاط میں وفات پائی۔ اسی سال اور اسی مقام میں امام شافعی نے بھی جو وہاں سکونت گزیں ہو گئے تھے انتقال کیا۔

سری کے بعد مصری فوج نے اس کے بیٹے محمد کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مرکز خلافت سے دور ہونے کی وجہ سے مصری وہاں کے احکام کی زیادہ پروا بھی نہیں کرتے تھے۔ اور ملک میں اس قدر ابتری تھی کہ کوئی نظام درست نہ تھا۔ اسی

درمیان میں اسکندریہ پر اہل اسپین آکر قابض ہو گئے۔ پانچ سال کے بعد مامون نے عبداللہ بن طاہر کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے محمد کو شکست دی۔ اہل اسپین کو نکالا اور تمام ملک میں امن و امان قائم کیا۔

سنہ ۲۱۳ھ میں مامون نے اس کو واپس بلا لیا۔ اور مصر و شام کی ولایت اپنے بھائی معتصم کو دی۔ اس نے عمیر بن ولید کو اپنا نائب بنا کر مصر میں بھیج دیا۔ اہل حوف نے مقابلہ کیا اور اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کی جگہ عیسیٰ جلودی مقرر ہوا۔ اس نے بھی شکست کھائی۔ اس وجہ سے معتصم خود چار ہزار ترکوں کی فوج لے کر آیا حوف کے رئیسوں کو جو بغاوت کے بانی تھے قتل کیا۔ اور عیسیٰ جلودی کو برطرف کر کے عیسیٰ بن منصور کو مقرر کیا۔ اس کے پاس ایک ترکی فوج چھوڑ کر جس کا امیر افشین حیدر بن کاؤس تھا خود شام کی طرف چلا گیا۔ اہل حوف پھر مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور سلسلہ وار جنگ جاری رہی جس سے ملک کا سارا انتظام ابتر ہو گیا۔

اس وجہ سے سنہ ۲۱۷ھ میں مامون رومیوں کی جنگ سے واپس ہوتے ہوئے خود مصر میں آیا۔ اس نے تمام حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ والی مصر عیسیٰ بن منصور کو ان خرابیوں کا ذمہ دار قرار دے کر برطرف کیا۔ اور کیدر صفدی کو معتصم کے نائب کی حیثیت سے والی بنایا۔ اسی نے مقیاس وضہ کی مرمت کرائی اور وہاں خلیفہ کے حکم سے ایک جامع بنوائی۔

سنہ ۲۱۸ھ میں مامون کے بعد معتصم[۵۱] خلیفہ ہوا۔ اس کے آٹھ سال کے عہد میں پانچ

---

۵۱ معتصم کو مورخین نے مثمن کا لقب دیا ہے کیونکہ آٹھ کا عدد اس کے مقسوم میں آیا ہے۔ وہ آٹھواں عباسی خلیفہ ہے۔ اس کی ولادت شعبان میں ہوئی جو قمری سال کا آٹھواں مہینہ ہے۔ سنہ ۲۱۸ھ میں (بقیہ صفحہ ۷۸)

والی مصر میں تبدیل ہوئے۔ آخری ابوجعفر اشناس تھا معتصم کے بعد واثق کے عہد میں اشناس مرگیا۔ اس کی جگہ علی بن یحییٰ ارمنی آیا۔ وہ بھی معزول ہوا اور عیسیٰ بن منصور کو دوبارہ ولایت کا فرمان دیا گیا۔

متوکل کے عہد میں ۲۴۱ھ میں جبکہ مصر کا والی حاتم بن ہرثمہ تھا اہل نوبیا نے فوج کشی کی۔ اور کثیر تعداد میں جنگی ہاتھی لے کر آئے۔ حاتم نے گھوڑوں کی گردنوں میں گھنٹیاں بندھوائیں جس کی آواز سے وہ بھاگے اور تھوڑی دیر میں حبشی شکست کھا گئے۔ رئیس نوبہ نے مصالحت کی درخواست کی جس کے لیئے وہ خلیفہ کے پاس بھیج دیا گیا۔

انتظامی ابتری کی وجہ سے سواحل مصر پر رومیوں کے حملے ہونے لگے۔ متوکل نے حکم دیا کہ دمیاط۔ فرما اور تانیس تینوں مقامات پر قلعے تعمیر کیئے جائیں تاکہ ان کے حملوں سے ملک کی حفاظت ہو سکے۔ ابھی یہ قلعے تعمیر بھی نہیں ہو چکے تھے کہ رومیوں نے تین سو جنگی کشتیوں کے ذریعہ سے تینوں مقامات پر فوجیں اُتار دیں۔ تمام مال و متاع اور عورتوں بچوں کو لوٹ لے گئے اور مسجدوں میں آگ لگا دی۔ والی مصر عنبسہ بن اسحاق نے جملہ امرا اور افواج کو محفل عید کی شرکت کے لیئے فسطاط میں بلا رکھا تھا اس وجہ سے ان کا مقابلہ کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔

متوکل کے بعد منتصر اور نیز مستعین کے عہد میں بھی یزید بن عبداللہ مصر کا والی رہا معتز نے ۲۵۳ھ میں اس کو معزول کر کے مزاحم بن خاقان کو بھیجا جس نے

خلیفہ ہوا جبکہ اس کی عمر ۳۸ سال ۸ مہینے کی تھی۔ ۸ سال۔ ۸ ماہ۔ ۸ روز حکومت کی۔ ۸ لڑائیوں میں شریک ہوا۔ ۸ ربیع الاول کو ۴۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ۸ بیٹے ۸ بیٹیاں اور ۸۰ کروڑ دینار اور ۸۰ لاکھ درہم چھوڑے۔

چراگاہوں اور مچھلی کے شکار پر بھی محصول لگا دیا اور مساجد میں بسم اللہ بالجہر پڑھنا جو شافعیہ کا مذہب ہی بند کرا دیا۔ لوگ اس کے خلاف بغاوت کے لئے تیار ہوئے مگر وہ مرگیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے احمد کو مصر کی ولایت دی گئی لیکن اس نے قبول نہ کی۔ اس لئے ترکی امیر بائکباک کو سپرد کی گئی۔ اس نے اپنی طرف سے احمد بن طولون کو وہاں کا امیر الجیش اور احمد بن مُدبر کو امیر خراج مقرر کر کے بھیجا۔

اسی زمانہ میں مرکزِ خلافت کی کمزوری کی وجہ سے مصر میں ایک علوی نے جو ابن صوفی کے نام سے مشہور تھا عَلَم امامت بلند کیا اور اقلیم اسنا پر قابض ہو گیا۔ ابن طولون نے اس کو شکست دی جس سے وہ الواحات کی طرف بھاگ گیا۔

دولتِ طولونیہ

۲۵۴ھ سے ۲۹۲ھ تک

طولون ایک ترکی غلام تھا جس کو نوح بن اسد سامانی نے مامون کے پاس ۲۰۰ھ میں ہدیتاً مرو میں بھیجا تھا۔ مامون نے اس کو دانا اور توانا دیکھ کر خدم میں داخل کر لیا۔ اور اپنے ساتھ بغداد لایا۔

۲۲۰ھ میں سامرا میں طولون کا بیٹا احمد پیدا ہوا۔ اس نے قرآن حفظ کیا اور علوم و آداب کی تکمیل کی۔ جب اس کا سن بیس سال کو پہونچا اور اس کا باپ گزر گیا اُس وقت یہ امیر بائکباک کی فوج میں داخل کر دیا گیا۔ ۲۵۴ھ میں جب امیر مذکور کو مصر کی ولایت ملی تو اس نے احمد بن طولون کی لیاقت اور صلاحیت

دیکھ کر اپنی طرف سے اس کو وہاں کی فوج کا امیر بنا کر بھیجا اور اپنے خاص کاتب احمد بن محمد واسطی کو ساتھ کر دیا۔ خراج پر احمد بن مدبر کو مقرر کیا۔

ابن طولون متقی اور انصاف دوست تھا اور ابن مدبر ظالم اور بے تدبیر نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں عداوت ہو گئی اور ایک دوسرے کے خلاف بساط سیاست پر شطرنج بازی کرنے لگے۔ اسی درمیان میں ۲۵۵ھ میں مہتدی سریر خلافت پر آ گیا اور اس نے بائکباک کو قتل کر کے مصر کی امارت امیر ماجور کو دے دی جس کی لڑکی ابن طولون کے نکاح میں تھی۔ اس نے ابن طولون کو مصر کے سارے اختیارات سپرد کر دیئے۔ ابن طولون نے چاہا کہ ابن مدبر کو برطرف کر دے لیکن اس کا بھائی دربار خلافت میں وزیر خزانہ تھا اس لیئے صبر کیا۔

ابن مدبر نے دیکھا کہ اب وہ اپنے حریف کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس وجہ سے اپنا تبادلہ ملک شام میں کرا لیا۔ اور ابن طولون کے ساتھ رابطہ مودت پیدا کرنے کے لیئے اپنی بیٹی اس کے بیٹے خمارویہ کے ساتھ بیاہ دی اور جو کچھ ملکیت مصر میں رکھتا تھا اس کو ہبہ کر کے شام میں چلا گیا۔ شقیر خادم بھی جو اس کا دست راست اور ابن طولون کا مخالف تھا مر گیا۔

حکومت مصر

اب ابن طولون کے لیئے راستہ صاف تھا۔ ملک مصر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور چاہا کہ ان تمام ناروا محاصل کو موقوف کر دے جو رعایا پر لگائے گئے ہیں۔ امین خراج عبداللہ بن دسومہ کو بلا کر اپنا خیال ظاہر کیا۔ وہ ایک طماع اور دنیادار شخص تھا۔ اس نے حساب لگا کر بتلایا کہ اس سے سالانہ ایک لاکھ دینار کا خسارہ ہوگا۔

اور نشیب و فراز سمجھا کر باز رکھنے کی کوشش کی۔ ابن طولون نے کہا کہ اچھا سوچوں گا۔
رات کو اپنے ایک متوفی طرسوسی دوست کو جو بڑا متقی تھا خواب میں دیکھا کہ وہ
آیا ہے اور کہتا ہے کہ جو رائے تم کو دی گئی وہ صحیح نہیں ہے۔ اگر تم اللہ کے خوف سے اس
ناجائز آمدنی کو چھوڑ دوگے تو وہ اس کے عوض میں تم کو بڑے بڑے خزانے دے گا۔
صبح کو بیدار ہوتے ہی اس نے فوراً ان محاصل کے انغار کے احکام نافذ کر دیئے۔
ابن دسومہ پھر پہونچا اور سمجھانے لگا۔ ابن طولون نے رات کا خواب اس سے بیان
کیا۔ اس نے کہا کہ تعجب ہے کہ ایک مردہ کے قول پر آپ عمل کرتے ہیں اور ایک زندہ
ناصح کی بات نہیں سنتے۔ بولا کہ اب تو جو ہونا تھا ہو گیا۔

دفینۂ غیبی

ایسا اتفاق کہ دوسرے دن وہ اپنے خدام کے ساتھ صحرا میں نکلا ان میں سے
کسی کے گھوڑے کا پاؤں زمین کے اندر گھس گیا۔ دیکھا گیا تو اندر تہ خانہ تھا جس میں سے
اس قدر خزانہ برآمد ہوا جس کی قیمت دس لاکھ دینار تھی۔ اس کی خبر تمام عالم اسلامی
میں پھیل گئی۔ ابن طولون نے خلیفہ سے دریافت کیا کہ یہ رقم کس مصرف میں لگائی جائے۔
اس نے لکھا کہ وجوہ خیر میں۔ چنانچہ ایک حصہ غرباء اور فقراء میں تقسیم کرایا۔ بقیہ سے
ایک قلعہ اور ایک مارستان بنوایا۔ اور راستوں کی مرمت کی۔

فسطاط میں یہ مارستان مصر کا سب سے پہلا شفاخانہ تھا۔ اس کے ساتھ
اطباء کے لیئے مکانات بھی تھے بہت سی دوکانیں بھی تعمیر کرائی گئیں تاکہ ان کے
کرایہ سے صرفہ چلے۔ نیز نخاس کی ساری آمدنی اس پر وقف کی گئی۔ ابن طولون
اکثر خود اطباء اور ان کے معالجات کو دیکھنے اور مریضوں کی عیادت کو یہاں آیا کرتا

تھا۔ ایک بار کسی مجنون نے اس پر ایسا حملہ کیا کہ ہلاکت سے بال بال بچا لیکن پھر بھی آنا ترک نہ کیا۔

روضہ کا مقیاس خراب ہو گیا تھا۔ دس ہزار دینار لگا کر اس کو اچھی طرح پختہ کر دیا۔ ملک میں متعدد پُل بنوائے۔ اسکندریہ کی نہر جس میں ریتا اٹ گیا تھا صاف کرائی اور اس میں جا بجا حوض اور سقائے بنوائے۔ اور منارہ کو بھی از سرِ نو تعمیر کرایا۔

سنہ ۲۵۸ھ میں امیر اماجور نے وفات پائی۔ اُس وقت سے یہ مصر کا خود مختار حکمراں ہو گیا۔ اہل مصر اس کے حسنِ انتظام اور پسندیدہ اخلاق سے بہت خوش تھے۔

جامع طولونی

خود مختاری کے بعد اپنی قوت بڑھانی شروع کی۔ فوج کی تعداد اس قدر ہو گئی کہ فسطاط میں گنجائش نہ رہی۔ اس وجہ سے اسی کے متصل ایک جدا چھاؤنی قطائع کے نام سے آباد کی۔ جبل مقطم پر تنور فرعون کے قریب یشکر نامی ایک ٹیکرا تھا جس کی بابت مشہور تھا کہ وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام مناجات کے لیئے آیا کرتے تھے اسی کو جامع مسجد کے لیئے پسند کیا۔ بنیاد کھودتے وقت وہاں بھی ایک دفینہ ملا جو اُس سے بھی زیادہ تھا جو صحرا میں ملا تھا۔

دو سال کی کوشش سے سنہ ۲۶۳ھ میں یہ جامع تیار ہوئی جس کے آثار آج تک باقی ہیں۔ افتتاح کے دن امراء اور ارکان دولت کے علاوہ علماء اور فقہاء بھی بلائے گئے۔ مگر وہ اُس وقت تک مسجد میں داخل نہیں ہوئے جب تک کہ اُن کو یقین نہ دلا دیا گیا کہ اس میں اس خزانہ کی ایک پائی بھی صرف نہیں کی گئی ہے جو اتفاقاً ملا ہے اور جو مسلمانوں کی کمائی کا نہیں ہے۔

اسی جامع میں علامہ محمد بن ربیع نے حدیث کا درس شروع کیا۔ ابن طولون

اوراس کے بیٹے بھی معمولی طلبار کی طرح آکر شریک ہوتے تھے۔

واقعہ عمری

ابن صوفی علوی جس کی بابت ہم لکھ چکے ہیں کہ الواحات کی طرف بھاگ گیا تھا پھر وہاں سے ایک فوج لے کر اشمونین کی طرف آیا۔ ابن طولون نے مدافعت کے لئے لشکر بھیجا۔ لیکن اس سے پہلے ابو عبدالرحمٰن نے جو حضرت عمر کی اولاد میں سے تھے ایک جماعت کے ساتھ اس کو وہاں سے مار کر بھگا دیا۔ اس نے اصوان میں جاکر لوٹ مار شروع کی۔ ابن طولون نے اس طرف فوج بھیجی جس کے خوف سے وہ قلزم کی طرف آیا اور بھاگ کر مکہ پہونچا۔ والی مکہ نے گرفتار کر کے مصر بھیج دیا۔ ابن طولون نے کچھ دنوں قید رکھا پھر چھوڑ دیا۔ وہ مدینہ چلا آیا اور وہیں مرگیا۔

ادھر عمری کی جمعیت بڑھ گئی۔ اور کثرت سے لوگ ان کے تابع ہوگئے۔ ابن طولون نے شبہ بیگی کی ماتحتی میں لشکر بھیجا۔ عمری نے اس سے کہا کہ غالباً ابن طولون کو میرا حال معلوم نہیں ہوا۔ میں بغاوت یا فساد کے لئے نہیں کھڑا ہوا ہوں۔ نہ مجھ سے کسی مسلمان یا ذمی کو اذیت پہونچی ہے۔ میرا مقصد صرف اہل نوبیا کے ساتھ جہاد ہے جو مسلمانوں پر حملے کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا امیر کو تم میرا حال لکھ دو اگر وہ تم کو واپس بلالے تو چلے جانا ورنہ پھر معذور سمجھے جاؤ گے۔ اس نے یہ منظور نہ کیا اور جنگ کی۔ آخر کار شکست کھائی۔ جب لوگوں نے ابن طولون سے یہ حقیقت بیان کی تو وہ شبہ بیگی پر بہت برہم ہوا۔ اور کہا کہ مجھے کیوں نہ لکھا۔ تمھارے اسی عناد کی وجہ سے عمری نے فتح پائی۔

اسی درمیان میں عمری کے دو غلام ان کا سر لیئے ہوئے آئے۔ ابن طولون

نے پوچھا کہ تم نے اپنے آقا کو کیوں قتل کر ڈالا۔ بولے کہ آپ کی خوشنودی کے لیئے
اس نے کہا کہ اس جرم کے ارتکاب پر تم قتل کے مستحق ہو۔ چنانچہ ان سے قصاص
لیا اور سر کو غسل دے کر احترام کے ساتھ دفن کرایا۔

اس واقعہ کے دوسرے سال **محمد بن فاراب** فرغنی اہل برقہ کو ساتھ لے کر
باغی ہو گیا۔ ابن طولون نے اپنے غلام **لولو** کی ماتحتی میں فوج بھیجی جس نے اس کی
بغاوت فرو کی۔

موفق کی عداوت

اس زمانہ میں **معتمد** خلیفہ تھا اور اس کا بھائی **موفق** سپہ سالار جو سیاہ و سفید
کا مالک تھا۔ اس کے پاس خبریں پہونچیں کہ ابن طولون نے شاہانہ شان و شوکت
پیدا کر لی ہے۔ موفق نے اس کو معزولی کی دھمکی دی۔ ابن طولون کی طرف سے
بھی جواب سخت گیا۔ اس نے موسیٰ بن بغا کی سرکردگی میں فوج روانہ کی۔
ابن طولون مقابلہ کی تیاری کرنے لگا۔ اور ایک قلعہ بنانا شروع کیا جس میں علاوہ
عملہ اور مزدوروں کے تمام فوج اور امراء اور خود وہ بھی دن رات کام کرتا تھا۔

بغدادی فوج مقام رقہ میں پہونچ کر رسد کی کمی سے رک گئی۔ دس مہینہ تک
وہیں پڑی رہی اور آخر کار وظائف نہ ملنے کی وجہ سے واپس چلی گئی۔ جس دن یہ
خبر مصر میں پہونچی اسی دن ابن طولون نے قلعہ کی تعمیر بند کر دی جس کو جو کچھ پیشگی
دے دیا تھا سب معاف کر دیا۔ اور اس شکریہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے بلا جنگ نجات
دے دی بہت کچھ صدقہ اور خیرات تقسیم کیا۔

شام کی ولایت

سواحلِ شام پر رومیوں کے سلسلہ وار حملے ہوتے تھے۔ خلیفہ کے پاس مدافعت کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے مجبوراً ۲۶۳ھ میں ابن طولون کو طرسوس کی کی ولایت کا فرمان بھیج کر ان کے مقابلہ کے لیئے مامور فرمایا۔ اس نے جا کر سرحد کو محفوظ کیا۔ اور سارے ملک شام پر قابض ہو گیا۔ اب اس کی سلطنت برقہ سے ساحل فرات تک پہونچ گئی۔ اور خلیفۂ عباسی کے پاس صرف عراق۔ جزیرہ اور اہواز تین صوبے رہ گئے۔

موفق اس زمانہ میں حبشیوں کی جنگ میں مصروف تھا۔ ابن طولون نے موقع کو غنیمت سمجھ کر جہاں تک ہو سکا اپنی قوت بڑھائی۔ اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ خلیفہ موفق کے استبداد سے تنگ ہے۔ اس لیئے تحفے اور ہدیئے بھیج کر درخواست کی کہ آپ مصر میں آجائیے۔ وہ سامرا سے روانہ بھی ہوا لیکن موفق کو خبر لگ گئی اور اس نے روک لیا۔

اب موفق ابن طولون کے اور زیادہ خلاف ہو گیا۔ اور خلیفہ سے اس پر لعنت بھیجنے کا حکم لکھوایا۔ اس نے بادلِ ناخواستہ لکھا۔ کیونکہ وہ ابن طولون کا طرفدار تھا۔

عباس کی بغاوت

ابن طولون جس وقت شام کی طرف گیا تھا مصر میں اپنے بیٹے عباس کو اپنی جگہ چھوڑ گیا تھا۔ جب واپس آیا تو معلوم ہوا کہ عباس بغاوت کی تیاری میں ہے۔ خزانہ کی کل رقم جو بیس لاکھ دینار تھی اپنے قبضہ میں کر لی ہے مزید براں تین لاکھ دینار قرض بھی لیئے ہیں۔ اور جنگ کے ارادہ سے برقہ میں جا کر فوجیں مرتب کر رہا ہے۔ ابن طولون نے اس کو سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ جب وہ راہ پر نہ آیا تو فوج بھیجی۔ وہ اپنے

ساتھیوں کے مشورہ سے افریقیہ کی طرف چلا گیا۔ وہاں اغالبہ اور ان کے عمال سے لڑائیاں کیں۔ آخر میں ہزیمتیں اُٹھا کر اور مال و متاع اور فوج کو تباہ کر کے برقہ میں آیا۔ وہاں کے والی نے گرفتار کر کے بھیج دیا۔ ابن طولون نے اس کے مشیروں کو سخت سزائیں دیں۔ اور اس کو سو کوڑے لگوائے۔ مگر رقت اور شفقت سے آنسو خود اس کی آنکھوں سے جاری تھے۔ پھر قید کر دیا۔

وفات

۲۰ ذیقعدہ شب یکشنبہ کو ۲۷۰ھ میں احمد بن طولون نے وفات پائی۔ شجاعت اور عدل میں مشہور تھا۔ نہایت متواضع۔ مردم شناس۔ علم دوست اور فیاض۔ دسترخوان عام تھا۔ شکریہ اور نذر کے علاوہ روزانہ صدقے اور خیرات دیتا اور ہر ہفتہ میں تین ہزار دینار بیواؤں۔ مسکینوں اور یتیموں کو تقسیم کراتا۔ ایک بار متولی صدقات ابراہیم نے کہا کہ بعض وقت ارباب استحقاق کا پہچاننا بہت دشوار ہوتا ہے کیونکہ برقع کے نیچے سے حنائی ہاتھ نکلتے ہیں جن کی کلائیوں میں مزرکش آستینیں اور مرصع کنگن اور انگلیوں میں طلائی انگوٹھیاں ہوتی ہیں۔ ابن طولون نے جواب دیا کہ "جو ہاتھ پھیلائے اُس کو دو"

حافظ قرآن اور خوش آواز تھا۔ تلاوت بڑے ذوق سے کرتا تھا۔

۱۷ بیٹے اور ۳۱ بیٹیاں چھوڑیں۔

خمارویہ

ابن طولون کے بعد اس کا بیٹا خمارویہ تخت نشیں ہوا۔ سب لوگوں نے بیعت

کی مگر دمشق کے والی نے انکار کیا۔ مصری فوجوں نے جاکر اس کو شکست دی وہ شیزر کی طرف بھاگ گیا۔

خمارویہ نے سب سے پہلے اسکندریہ کے بطریق کو قید خانہ سے رہا کیا جس کو ابن طولون نے ایک موعودہ رقم ادا نہ کرنے کی وجہ سے محبوس کیا تھا۔ اس کی وجہ سے مصری عیسائی اس سے بہت خوش ہوگئے۔

خلیفہ کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے تھے۔ تخت پر آتے ہی اس کے لیئے بیس خچر اشرفیوں سے لدے ہوئے۔ دس غلام۔ دو صندوق زیور۔ ۷ اراس اسپ معہ طلائی ساز۔ ۲۷ شتر جن کے جھول زربفت کے تھے۔ سواری کے پانچ خچر اور ایک زرافہ بیس سواروں کے ساتھ جن کی قبائیں ریشمی اور کمریں مرصع بجواہر تھیں بھیجا۔

مزید تقریب کے لیئے اپنی بیٹی قطر الندیٰ خلیفہ معتضد کے ساتھ بیاہ دی۔ اس کو جہیز میں اس قدر ساز و سامان دیا جس کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ اس کے بیٹھنے کے لیئے سونے کا ایک تخت بنوایا تھا جس کے چاروں گوشوں پر مرصع ستون تھے۔ ان پر جالی دار طلائی قبہ تھا جس کے ہر ہر حلقہ میں ایک ایک انمول موتی سونے کے تار میں لٹکتا تھا۔ جوڑوں کی قیمت کا اندازہ کچھ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف ایک ہزار ازار بند ایسے دیئے تھے جن کا صرفہ بارہ ہزار دینار تھا۔ رخصتی کے وقت مصر سے بغداد تک ہر ہر منزل پر اپنے محل کے مشابہ ایک ایک قصر تعمیر کرا کے آلات و فروش وغیرہ سے آراستہ کرا دیا تھا۔ عروس کو نرم رفتار سے لاتے تھے اور قصر میں اُتار دیتے تھے۔ اس طرح پر مصر سے بغداد تک گویا وہ برابر اپنے باپ ہی کے گھر میں قیام

کرتی چلی آئی ۔ آغاز محرم ۲۸۲ھ میں بڑی شان کے ساتھ بغداد میں اس کا داخلہ ہوا۔

خمارویہ کو درختوں اور جانوروں کا بڑا شوق تھا۔ اس نے قصر شاہی کو بڑھا کر ایک بڑا میدان اس کے اندر داخل کرلیا۔ جس میں قسم قسم کے درختوں کے تختے۔ رنگ برنگ کے پھولوں کے چمن لگائے اور طرح طرح کے خوشنما اور خوش آواز پرند منگا کران میں رکھے۔

اسی طرح ایک بڑے احاطہ میں ہر قسم کے جنگلی جانور خاصکر درندے فراہم کیے۔ شیروں اور چیتوں سے اس کو ایسی دلچسپی تھی کہ دربار میں بھی ہمیشہ اپنے سامنے بندھوائے رکھتا تھا۔ ان میں سے بعض بعض اس قدر مانوس ہو گئے تھے کہ کھلے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے گھومتے تھے۔

محل کی دیواروں کو لاجورد محلول اور طلا اور مختلف قسم کی چوبیں تصویروں سے آراستہ کیا تھا۔ اور اپنے سونے کے لیئے ایک حوض بنوایا تھا جس میں پارہ بھر دیا تھا۔ اس کے دونوں کناروں پر ریشم کی ڈوریاں چاندی کے کڑوں میں بندھیں ہوئی تھیں جن کے اوپر چرمی گدا ہوا سے بھر کر ڈال دیا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اس کو کم خوابی کی شکایت تھی۔ طبیب نے بتلایا کہ چپی سے نیند آجائے گی۔ اس نے کہا کہ میری طبیعت گوارا نہیں کرسکتی کہ کوئی بدن پر ہاتھ رکھے۔ اس وجہ سے یہ صورت اختیار کی۔ کیونکہ پارہ برابر حرکت میں رہتا تھا جس سے نیند آجاتی تھی۔

خمارویہ ۲۸۳ھ میں مقتول ہوا۔ وجہ یہ ہوئی کہ اس کے ایک خاص خادم اور محل کی کسی کنیز میں اس قسم کے تعلقات کا انکشاف ہوا جس سے یہ ان پر سخت برہم ہوا۔ انھوں نے اپنی جان کے خوف سے سازش کرکے رات کو سوتے میں ذبح کر ڈالا۔

جیش بن خمارویہ

خمارویہ کے بعد اس کے بیٹے ابو العساکر جیش کے ہاتھ پر امارت کی بیعت ہوئی مگر اس کی کم سنی کی وجہ سے حاکم شام طغج بن جف نے بیعت سے انکار کیا۔ مصری فوجیں بھی اس کے ہم خیال ہوگئیں۔ اور ہنگامہ برپا کر کے اس کو قتل کر دیا۔ محل بھی لوٹ لیا اور شہر میں آگ لگادی۔ پھر ہارون کو تخت پر بٹھایا۔

ہارون بن خمارویہ

ہارون کو چونکہ امراء فوج نے بادشاہ بنایا تھا اس لیئے وہ اس کو اپنا احسان مند سمجھتے تھے۔ اور اس کے حکموں کی زیادہ پروا نہیں کرتے تھے۔

خلیفہ معتضد نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر لشکرکشی کی۔ جب شہر امیدہ میں پہونچا تو وہاں کے عامل محمد بن احمد نے اطاعت قبول کرلی ہارون کو خطرہ ہوا۔ اس نے خلیفہ کو لکھا کہ میں فرماں بردار ہوں اور ولایت طرسوس بطور نذر پیش کرتا ہوں۔ معتضد نے خوشی سے قبول کیا اور طرسوس کو قبضہ میں لایا۔ پھر قنسرین اور عواصم بھی اس سے نکال لیا اور اس کی ولایت شام اور مصر پر محدود کردی۔ وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ سالانہ چار لاکھ دینار خزانہ خلافت میں بھیجا کرے۔

معتضد کے بعد مکتفی خلیفہ ہوا۔ اس نے ۲۹۲ھ میں محمد بن سلیمان کے ساتھ ایک فوج بھیجی کہ شام و مصر پر قبضہ کرلے۔ محمد نے جاکر شام پر تسلط قائم کیا پھر مصر کی طرف بڑھا۔ یہاں فوجیں متحد نہ تھیں۔ اس وجہ سے ہارون مقابلہ میں ناکام رہا۔ اور

۱۸ صفر سنہ مذکور میں قتل کیا گیا۔

اس کے بعد بعض امیروں نے اس کے چچا شیبان بن احمد کو امیر بنایا لیکن عوام نے بیعت نہیں کی۔ اب مصر طولونی قبضہ سے جو ۳۰ سال ۷ ماہ اور ۲۰ یوم رہا نکل کر پھر عباسی خلافت کے ماتحت آ گیا۔

دولتِ عباسیہ ثانیہ

سنہ ۲۹۲ھ سے سنہ ۳۲۳ھ تک

مکتفی نے عیسٰی نوشری کو مصر کا امیر بنایا۔ تین سال کے بعد مقتدر خلیفہ ہوا۔ اس نے بھی عیسٰی مذکور کو اپنے عہدہ پر قائم رکھا۔ سنہ ۲۹۷ھ میں عیسٰی نے انتقال کیا۔ اس کی جگہ پر تکین خزری مقرر ہوا۔ اس کے زمانہ میں عبید اللہ فاطمی مہدی کی طرف سے حباسہ بن یوسف نے آ کر برقہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ سوار لیئے ہوئے محرم سنہ ۳۰۲ھ میں اسکندریہ کی طرف بڑھا۔ تکین کی امداد کے لیئے بغداد سے فوجیں گئیں۔ سخت ہولناک جنگ ہوئی جس میں فریقین کے بے شمار آدمی مارے گئے۔ آخر کار حباسہ کامیاب نہ ہو سکا اور واپس چلا گیا۔

خلیفہ بغداد نے اس کے بعد تکین کی جگہ پر زکا رومی کو مقرر کیا۔ اس کے عہد میں ۸ صفر سنہ ۳۰۷ھ میں فاطمی خلیفہ نے ابو القاسم کی ماتحتی میں پھر ایک لشکر گراں بھیجا۔ زکا اسی اثنا میں مر گیا۔ اس لیئے مقابلہ پر تکین خزری مامور ہوا۔ بغداد سے تین لاکھ فوج لے کر مونس خادم بھی پہونچ گیا تھا۔ مقام الفیوم اور اسکندریہ میں سخت لڑائیاں ہوئیں اور ابو القاسم بھی بے نیل مرام پلٹ گیا۔

دوسرے سال تکین نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا محمد بلا حکم خلافت کے والی بن بیٹھا۔

مقتدر کی وفات کے بعد ۳۲۰ھ میں قاہر کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔ اس نے محمد بن طغج کو مصر کی ولایت دی۔ مگر وہ اس وقت نہ جا سکا۔ اس وجہ سے احمد بن کیغلغ بھیجا گیا۔

۳۲۲ھ میں راضی باللہ نے پھر ابن طغج کو فرمان دیا۔ وہ مصر کی طرف آیا۔ احمد نے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی اور بھاگ کر خلیفہ فاطمی کے پاس چلا گیا۔ محمد بن طغج نے مصر کی ولایت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس کے عہد میں فاطمی فوج نے آکر اسکندریہ لے لیا۔

دولت عباسیہ اس وقت ایسی کمزور ہوگئی تھی کہ قرملی شام اور عرب کے ایک حصہ پر قابض ہوئے ہوئے تھے۔ سامانیوں کی ریاستیں خراسان میں مستقل ہو چکی تھیں۔ آلِ بویہ فارس پر متغلب تھے۔ حمدانی جزیرہ اور دیار بکر پر۔ یہ دیکھ کر ابن طغج نے بھی مصر میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔

دولتِ اخشیدی

۳۲۳ھ سے ۳۵۸ھ تک

ابو بکر محمد بن طغج ملوک فرغانہ کی نسل سے تھا۔ معتصم کے زمانہ میں جب ترکوں کی آمد شروع ہوئی تو ان کی زبانی خلیفہ کو معلوم ہوا کہ ترکستان میں ایک رئیس جف نامی نہایت قوی اور بہادر ہے۔ معتصم نے اس کو طلب کیا۔ اور جب وہ پہونچا

تو نہایت اکرام کے ساتھ رکھا۔ اور جاگیر عطا کی۔

جعف سامرا میں رہا۔ وہیں اس کی اولاد پیدا ہوئی۔ ۲۴۷ھ میں جب متوکل مارا گیا۔ اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا طغج بن طولون کے غلام لولو کے پاس آگیا جو اس وقت جزیرہ میں تھا۔ خمارویہ نے اس کو پسند کر کے اپنے حشم کا سرخیل بنایا اور طبریہ کی امارت بخشی۔ اس کے قتل ہو جانے کے بعد طغج کو خلیفہ مکتفی نے اپنے پاس بلا لیا۔ اور خلعت و انعام سے سرفراز فرما کر درباریوں میں داخل کیا۔

اس زمانہ میں عباس بن حسین وزیر تھا۔ طغج کے ساتھ اس کو عداوت ہو گئی۔ اور اس نے اس کو معہ اس کے بیٹے محمد کے قید کرا دیا۔ طغج قید خانہ ہی میں مر گیا۔ لیکن محمد کو رہائی ملی جس نے اپنے بھائی عبید اللہ کی مدد سے ۲۹۶ھ میں وزیر عباس سے اپنے باپ کا بدلہ لیا اور بھاگ کر بادیہ شام میں تکین خزری کے پاس چلا گیا۔ وہاں بعض معرکوں میں شہرت حاصل کی۔ ۳۰۶ھ میں قافلۂ حجاج کو راہزنوں کے حملہ سے بچایا۔ خلیفہ مقتدر نے اس پر خوش ہو کر خلعت بھیجا۔

۳۱۶ھ میں تکین سے ناموافقت ہو جانے کے باعث رملہ میں گیا۔ مقتدر نے جب سنا تو ۳۱۸ھ میں رملہ کی امارت کا فرمان اس کے نام لکھ دیا۔

۳۲۱ھ میں قاہر نے اس کو مصر کی ولایت دی مگر وہ جا نہ سکا۔ دوبارہ ۳۲۳ھ میں راضی باللہ نے فرمان بھیجا۔ اس وقت وہاں پہونچا اور امارت پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے استقلال کا اعلان کر دیا۔ خلیفہ نے بھی مجبوراً اس کے استقلال کو تسلیم کیا۔ اور ۳۲۷ھ میں اس کو اخشید کا لقب دیا جس کے معنی فرغانی زبان میں شاہنشاہ کے ہیں۔

استقلال کے بعد اس نے شام پر بھی قبضہ کرلیا۔ بغداد کے امیر الامرا محمد بن رائق نے ۳۲۸ھ میں اس پر فوج کشی کی۔ پہلے شام میں جاکر اس کے عامل بدر کو شکست دی پھر مصر کی طرف بڑھا۔ فرما میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ بعض امیروں نے بیچ میں پڑکر اس طرح صلح کرادی کہ اخشید مصر سے رملہ تک قابض رہے اور دمشق سے دست بردار ہوجائے جس کا سالانہ دس ہزار خراج اس کو ملتا رہے گا۔ دونوں فریق اس پر راضی ہوگئے۔

۳۳۰ھ میں راضی نے انتقال کیا اور اس کا بھائی متقی خلیفہ ہوا۔ اس نے بھی اخشید کی امارت کو سابقہ قرارداد کے مطابق بحال رکھا۔ جب ناصر الدولہ بن حمدان والی موصل نے امیر الامرائی حاصل کرنے کے خیال سے ابن رائق کو قتل کرڈالا اس وقت اخشید نے پھر دمشق پر قبضہ کرلیا۔

۳۳۳ھ میں ناصر الدولہ کے بھائی سیف الدولہ نے حلب پر چڑھائی کی۔ جو اخشید کے زیر حکومت تھا۔ اخشید نے اپنے غلام کافور کے ساتھ فوج بھیجی۔ مگر سیف الدولہ نے شکست دے دی اور حلب کے بعد حمص پر بھی قبضہ کرلیا اور دمشق کی طرف بڑھا۔ قنسرین میں طرفین نے صف آرائی کی۔ لیکن جنگ میں کوئی ایک دوسرے پر غالب نہ آسکا۔ آخرکار اس بات پر مصالحت ہوئی کہ دمشق تک اخشیدی حکومت رہے اور حمص، حلب وغیرہ پر حمدانی قابض ہوں۔

۳۳۴ھ میں ۱۱ سال ۳ ماہ حکومت کرنے کے بعد محمد بن طغج اخشید نے وفات پائی۔ مدبر اور شجاع تھا۔ اور لشکر کا شیدائی۔ کم و بیش چار لاکھ فوج مرتب کی تھی۔

انوجور بن اخشید

اخشید کے بعد اس کا بیٹا انوجور تخت نشیں ہوا۔ چونکہ کم سن تھا اس وجہ سے مہمات سلطنت غلام کافور کے ہاتھ میں تھے۔ جو فرزانہ اور منظم تھا۔

سیف الدولہ نے اخشید کی موت کی اطلاع پاتے ہی دمشق پر آکر قبضہ کر لیا۔ کافور نے جا کر اس کو نکالا۔ اور بدر اخشیدی کو وہاں کا حکم دار مقرر کر کے واپس آیا۔

۳۴۰ھ میں شاہ نوبیا نے مصر پر حملہ کیا۔ کافور نے ایسی شکست دی کہ اصوان سے بھاگ کر ۵۰ میل پر جا کر دم لیا۔

۸ ذیقعدہ ۳۴۹ھ میں انوجور نے انتقال کیا۔

علی بن اخشید

انوجور کی جگہ اس کا بھائی علی بادشاہ ہوا۔ اس کے عہد میں مصر میں سخت قحط پڑا۔ اور اندرونی نزاعات کی وجہ سے فوجی طاقت گھٹ گئی۔ ۳۵۵ھ میں وہ مر گیا۔

کافور اخشیدی

یہ ایک حبشی غلام تھا جس کو اخشید نے ۳۱۲ھ میں کسی مصری رئیس سے خریدا تھا۔ چونکہ بعض معرکوں میں اس نے شہرت حاصل کی اس وجہ سے اخشید کی اولاد کا اتالیق ہو گیا۔ علی کے مرنے کے بعد اس کے ہاتھ پر امارت کی بیعت ہوئی۔ خلیفہ مطیع کا عہد تھا اس نے بھی تسلیم کر لیا۔ اس کی عظمت و شان اس قدر بڑھ گئی کہ مصر کے علاوہ

حجاز اور شام میں خطبوں میں اس کا نام بھی خلیفہ کے نام کے ساتھ لیا جانے لگا۔
دو سال چار ماہ حکومت کرکے بعد۔ اجمادی الاول ۳۵۷ھ میں گزر گیا۔
اس کی کنیت ابوالمسک تھی اور چہرہ سخت مشکیں۔ غالباً یہ مصرع کسی فارسی شاعر
نے اسی کے نام کی مناسبت سے موزوں کیا ہو۔

برعکس نہند نام زنگی کافور

لیکن باوجود حبشی ہونے کے نہایت رعب دار تھا۔ اور اہل علم وصلاح کی
توقیر کرتا تھا۔

ابوجعفر مسلم بن عبداللہ بن طاہر علوی کا بیان ہو کہ ایک بار کافور کے ساتھ
ہم چند آدمی سوار ہو کر سیر کو نکلے۔ راستہ میں کوڑا اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ میں نے
فوراً اتر کر اُٹھالیا اور اُس کو دے دیا۔ کہنے لگا "اللہ اکبر! اس رتبہ پر پہونچنے کی مجھے
کبھی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ میں تو ایک زر خرید غلام ہوں"۔ یہ کہتے ہوئے اس کی
آنکھیں بھر آئیں۔

واپسی کے بعد جب میں گھر آیا تو اس نے شکریہ میں اپنے غلاموں کے ہاتھ
میرے پاس گھوڑے اور خچر مال ومتاع سے لدے ہوئے بھیجے۔ جن کی قیمت پندرہ
ہزار دینار سے کم نہ تھی۔

مصر میں کسی واعظ نے اپنے وعظ میں کہا کہ دنیا کی خواری دیکھو کہ اللہ تعالےٰ
نے کیسے کیسے لوگوں کو اس کا مالک بنا رکھا ہو۔ بغداد میں معز الدولہ دیلمی ہو وہ
مشلول اور مصر میں کافور اخشیدی ہو وہ خصی۔ یہ بات کافور تک پہونچی۔ ہنسا
اور کہا کہ اس واعظ سے میں ایک بار سختی سے پیش آیا تھا اسی وجہ سے اس نے ایسا کہا۔

پھر بلا کر اس کو ایک رقم دے دی۔ اس کے بعد سے وہ اپنے وعظ میں کہا کرتا تھا کہ حام کی اولاد میں سے صرف تین شخص کامل نکلے۔ **لقمان حکیم**۔ **حضرت بلال مؤذن** رسول اللہ۔ اور **کافور** اخشیدی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ۔

سیف الدولہ والی موصل کا مداح خاص عربی کا مشہور شاعر **متنبی** آخر میں اُس کے دربار سے خفا ہو کر کافور ہی کے دربار میں چلا آیا تھا۔ اور اس کی مدح نیز ہجو میں متعدد قصیدے لکھے جو اس کے دیوان میں ہیں۔

احمد بن علی

کافور کے بعد اخشید کا پوتا احمد امیر بنایا گیا جس کا سن صرف ۱۱ سال کا تھا۔ شامیوں نے اس کی امارت تسلیم نہیں کی۔ اور حسن اخشیدی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ قرامطہ کا اس زمانہ میں زور تھا اُنھوں نے حسن کو شکست دے کر شام پر قبضہ کر لیا۔ حسن اپنی فوجیں لے کر بھاگا ہوا مصر آیا کہ احمد سے امارت چھین لے۔ یہ باہمی خلفشار دیکھ کر بعض ارکین دولت نے خلیفہ فاطمی معز لدین اللہ کو قبضہ مصر کی دعوت دی جو اسی تاک میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے غلام **جوہر صقلی** کے ساتھ ایک فوج بھیجی جس نے ۳۵۸ھ میں آکر بلا مقابلہ مصر کو لے لیا۔

دولتِ فاطمیہ

۳۵۸ھ سے ۵۶۷ھ تک

۲۶۹ھ سے شمالی غربی افریقہ میں فاطمی دعوت کا آغاز ہوا۔ اور فاس کے متصل

کتامہ میں ابومحمد عبیداللہ نے اپنی مہدویت کا اعلان کیا۔ جس کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ امام جعفر صادق کے بیٹے اسماعیل کی اولاد میں ہے۔ اور فاطمی علوی ہونے کی وجہ سے امامت کا اصلی حقدار ہے۔ ادارسہ اور اغالبہ کی جماعتوں نے اس کا ساتھ دیا جن کی مدد سے رفتہ رفتہ اس نے غلبہ حاصل کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ۲۸۰ھ میں قیروان (مرکز افریقہ) کو بھی فتح کر لیا۔

۲۹۵ھ میں جب اس کی قوت بڑھ گئی اس نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔[۱]

مہدی کی نگاہیں مصر کے زرخیز خطہ پر لگی ہوئی تھیں جس کو وہ اپنا مرکز بنانا چاہتا تھا۔ لیکن اس کو لینے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ اس وجہ سے قیروان کے متصل مہدیہ آباد کر کے فتح مصر تک اسی کو اپنا عارضی دارالخلافہ قرار دیا۔ ۳۰۱ھ کے آخر میں حباسہ کی قیادت میں مصر پر فوج بھیجی لیکن امیر مصر تکین خزری نے جس کی امداد کے لئے خلیفہ بغداد نے فوجیں بھیج دی تھیں اس کو شکست دے دی۔ ۳۰۷ھ میں پھر ابوالقاسم کی ماتحتی میں لشکر بھیجا مگر وہ بھی شکست کھا کر واپس گیا۔

۳۲۲ھ میں عبیداللہ مہدی نے انتقال کیا اور اس کا بیٹا ابوالقاسم محمد قائم بامر اللہ خلیفہ ہوا۔ یہ اپنے باپ سے بھی زیادہ مصر کا آرزومند تھا۔ اسی سال بغداد میں راضی باللہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی جس نے محمد بن طغج کو مصر کا والی بنا کر بھیجا۔

---

[۱] فاطمیہ کا یہ اعلان اور عباسیہ کی کمزوری دیکھ کر عبدالرحمٰن ناصر امیر اندلس نے بھی جو ۳۰۰ھ میں تخت نشین ہوا اپنی خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ جس سے دنیائے اسلام میں تین خلافتیں ہو گئیں جو ایک دوسری کی حریف تھیں۔ اور وہ اسلامی خلافت جس سے سارے عالم کا نظام قائم ہوتا ان قریشی خانوادوں کی دنیاوی منافست اور باہمی رقابت میں بازیچۂ طفلاں بن گئی جس سے امت کا شیرازہ بکھر گیا۔

اس نے وہاں جاکر احمد کیغلغ کو نکال دیا۔ وہ بھاگ کر قائم بامر اللہ کے پاس پہونچا اور فتح مصر کے لیئے اس کو آمادہ کیا۔ اس نے ایک لشکر گراں بھیجا۔ ابن طغج نے ہر چند مدافعت کے لیئے غربی حدود پر قلعے اور مورچے بنوائے لیکن فاطمی لشکر نے آکر اسکندریہ کو فتح کر لیا۔

(۱) معزلدین اللہ
۳۵۸ھ سے ۳۶۵ھ تک

۳۵۸ھ میں دولت اخشیدی کے خاتمہ پر قائم بامر اللہ کا بیٹا ابوتمیم معد معزلدین اللہ کے لقب سے عہدیہ میں خلیفہ تھا جو برقہ سے مراقش تک اور مالطہ۔ سارڈینیہ۔ صقلیہ نیز اکثر جزائر بحر متوسط پر قابض ہو چکا تھا۔ اس نے موقع دیکھ کر اپنے غلام جوہر کو جس نے فاس اور سلجماسہ وغیرہ کی فتوحات سے بڑی عظمت حاصل کر لی تھی ایک لاکھ سوار اور بے شمار مال و متاع اور ساز و سامان دے کر فتح مصر کے لیئے روانہ کیا۔

مصر اس زمانہ میں سخت قحط میں مبتلا تھا جس میں تقریباً چھ لاکھ آدمی مر گئے تھے۔ اور کوئی طاقت بھی وہاں موجود نہ تھی۔ علاوہ بریں خود بہت سے امرار مصر فاطمی قبضہ کے خواہاں تھے اس لیئے کوئی مدافعت نہیں ہوئی اور جوہر آکر قابض ہو گیا۔ ۱۲ شعبان ۳۵۸ھ کو امرار۔ وزرار اور علمار و قضاۃ نے فسطاط کے دروازہ پر اس کا استقبال کیا۔ جمعہ کے دن اس نے جامع عمرو بن عاص میں خلیفہ فاطمی کے نام کا خطبہ پڑھا۔ عباسی سیاہ شعار کو اٹھا کر فاطمی سفید شعار[۱] مقرر کیا اور اذان میں

---

[۱] عباسیوں کا شعار سیاہ تھا۔ فاطمیوں کا سفید اور بنی امیہ کا سبز۔

"حی علےٰ خیر العمل" پکارنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد بغداد کے نقشہ پر قاہرہ[۱] کی داغ بیل ڈالی۔ وسط میں خلیفہ کے لئے دو عظیم الشان قصر بنوائے اور جامع ازہر[۲] تعمیر کرائی۔

جب مصر پر تسلط ہو گیا تو جعفر بن فلاح کتامی کو فوج دے کر شام کی طرف بھیجا۔ اس نے وہاں قبضہ کر کے سب سے فاطمی خلافت کی بیعت لی۔ جو لوگ مخالف تھے ان کو گرفتار کر کے مصر بھیج دیا۔

ان فتوحات کے بعد جوہر نے معز کو مصر میں آنے کی دعوت دی۔ وہ ۵ صفر ۳۶۲ھ میں مہدیہ سے روانہ ہوا۔ راستہ میں قیام و شکار و سیر و تفریح کرتا ہوا ۲۴ شعبان کو اسکندریہ میں داخل ہوا جہاں جملہ طبقات کے لوگ اس کے استقبال کے لیئے

---

[۱] اس شہر کی تاسیس کے دن جوہر نے نجومی کو ایک بلند مقام پر کھڑا کیا۔ اور داغ بیل پر ہر طرف رسیاں بندھوا کر ان میں گھنٹیاں لٹکا دیں۔ تاکہ جب وہ نیک ساعت آئے جو نجومی نے تجویز کی ہو اُس وقت وہ رسی ہلا دے اور بنیادیں ڈال دی جائیں۔ اتفاق سے رسی میں اُڑتا ہوا کوئی کوّا اُلجھ گیا اور گھنٹیاں بج گئیں جس سے بنیادیں ڈال دی گئیں۔ نجومی یہ دیکھ کر چلایا کہ القاہر۔ القاہر یعنی مریخ ستارہ سامنے ہے۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ اسی نام سے یہ شہر مشہور ہو گیا۔

[۲] اس جامع میں علوم و فنون کا درس بھی شروع ہوا۔ عزیز کے عہد میں اس میں علمی کتابوں کا بھی ایک ذخیرہ جمع کیا گیا۔ اس مدرسے نے زمانہ مابعد میں بہت ترقی کی۔ اور اسلامی علوم اور عربی زبان کی گراں قدر خدمت انجام دی۔ سلاطین اور امرا نے اس پر بڑے بڑے اوقاف کئے۔ آج تک یہ جامع قائم ہے۔ اور دنیا کی سب سے قدیم اور غالباً سب سے بڑی یونیورسٹی ہے۔ اس کے طلبا کی تعداد کم و بیش پندرہ بیس ہزار رہتی ہے جس میں ہر ملک اور ہر قوم کے مسلمان ہوتے ہیں۔ اساتذہ پانچ اور چھ سو کے درمیان ہیں جن میں سے کسی کی تنخواہ چھ گنی مصری سے کم نہیں۔ اور شیخ ازہر کی تنخواہ تو اس قدر ہے کہ کسی ملک کے وزیر اعظم کی بھی نہ ہوگی۔

حاضر تھے۔ مجمع کے سامنے ایک طویل تقریر کی جس میں یہ کہا کہ مصر کے قبضہ سے زیادتی مال یا توسیع ملک ہم کو مقصود نہیں ہے بلکہ اقامتِ حق اور جہاد فی سبیل اللہ مدِ نظر ہے۔

قاضی مصر ابو طاہر ذہلی کہتے ہیں کہ میں اس جلسہ میں معز کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا کہ تم نے مجھ سے بہتر کوئی خلیفہ دیکھا ہے؟ میں نے کہا کہ بجز آپ کے کسی خلیفہ کا دیکھنا مجھے نصیب ہی نہیں ہوا۔ بولا کہ حج کو تو گئے ہوگے اور مدینہ میں ابوبکرؓ عمرؓ کی قبریں تو دیکھی ہوں گی؟ یہ سُن کر میں حیران ہوگیا کہ کیا جواب دوں۔ نظر اُٹھائی تو سامنے اس کا بیٹا کھڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ وہاں رسول اللہؐ کی زیارت میں شیخین کا مجھے خیال نہ رہا جس طرح کہ اس وقت آپ کی گفتگو میں ولی عہد کو سلام نہ کرسکا۔ یہ کہہ کر فوراً اُٹھا اور اس کو سلام کیا۔ اس میں وہ سلسلہ کلام جاتا رہا۔

معز اسکندریہ سے جیزہ میں آیا جہاں جوہر نے معہ فوج کے سلامی ادا کی۔ ۵ رمضان کو قاہرہ میں داخل ہوا اور قصر کبیر میں ایک عام جشن کیا جس میں لوگوں نے جمع ہوکر خوشی منائی اور اس کو مبارکباد دی۔ اس وقت سے قاہرہ کو دار الخلافہ قرار دیا۔

قصر کبیر کا ایک حصہ گورستان کے لئے مخصوص کرکے اس میں اپنے آباء و اجداد کو دفن کرایا جن کی نعشوں کے تابوت اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس کے بعد سے خاندان خلافت کے جملہ اموات اسی میں دفن ہوتے رہے اور یہ قبرستان تربۃ زعفران کے نام سے مشہور ہوا۔

مصر میں سب سے پہلا مقدمہ جو اس کے سامنے پیش ہوا یہ تھا کہ کافور اخشیدی

کی بیوی نے ایک یہودی پر دعویٰ کیا کہ میں نے موتی کی ایک قبا جو سونے کے تاروں سے بُنی ہوئی تھی اس کے پاس امانت رکھی تھی۔ اب یہ انکار کرتا ہے۔ معز نے خانہ تلاشی کا حکم دیا۔ یہودی نے دیگ میں رکھ کر زیر زمین دفن کر دیا تھا۔ سرکاری سپاہیوں نے برآمد کر لیا۔ مل جانے کے بعد اس عورت نے وہ قبا بطور نذر کے خلیفہ کے سامنے پیش کی۔ لیکن اس نے ایک بیوہ کا مال لینا گوارا نہ کیا۔ تمام حاضرین نے اس کے اس فعل کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔

۳۶۳ھ میں قرامطہ نے حسن بن احمد کی قیادت میں مصر پر چڑھائی کی۔ معز نے ان کو لکھا کہ تم ہماری ہی امامت کی دعوت کو تو لے کر کھڑے ہوئے تھے اب جب اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کو پورا کر دیا۔ اور اہل بیت کو خلافت دے دی تو بجائے حمایت کے مخالفت پر کیوں آمادہ ہو گئے۔ مگر قرامطہ نے اس کی بات نہ سُنی اور جنگ کے لئے بڑھے۔ حسن کا خیال یہ تھا کہ اس جدید طاقت کو جس نے ابھی تک رسوخ نہیں حاصل کیا ہے نکال کر اپنی بادشاہت قائم کر لے۔ معز ان کی کثرت اور قوت سے سخت متردد ہوا۔ آخر وزیروں نے یہ تدبیر کی کہ حسان بن جراح عربی رئیس کو جو شام کے ایک حصہ کا امیر تھا اور قرمطیوں کے ساتھ ایک قوی جمعیت لے کر آیا تھا ایک لاکھ دینار دے کر توڑ لیا۔ چنانچہ مقابلہ کے دن اس نے میدان چھوڑ دیا۔ حسن کی فوج یہ دیکھ کر بددل ہو گئی۔ اور شکست کھا کر بھاگی۔ ابو محمد ابراہیم ان کے تعاقب میں بھیجا گیا جس نے بہتوں کو قتل کیا اور تقریباً ڈیڑھ ہزار کو پکڑ لایا جن کی گردنیں ماری گئیں۔

مصر میں خلافت فاطمیہ کے قیام سے جو قوی اور تازہ دم بھی عباسی خلفاء کا

رتبہ گھٹ گیا۔ اور چونکہ وہ مقابلہ سے عاجز رہے اس وجہ سے ان کے نسب پر طعن کرنے لگے تاکہ عوام میں ان کو نامقبول بنا دیں۔ علماء و اعیانِ سادات کے دستخط سے ایک محضر تیار کرایا کہ یہ فاطمی نہیں ہیں مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس لیئے کہ یہ خلافت محض نسب پر نہیں بلکہ طاقت پر قائم ہوئی تھی۔ چنانچہ جس وقت معز قاہرہ میں داخل ہوا اس وقت سر گروہ سادات عبداللہ بن طباطبا نے اس سے اس کے نسب کی بابت سوال کیا۔ بولا کہ میں اس کا جواب مجلس عام میں دوں گا۔ جب مجلس منعقد ہوئی اور جملہ سادات و اشراف جمع ہوئے اس وقت معز نے اپنی تلوار کھینچ لی اور کہا کہ یہ میرا نسب ہے۔ پھر سب کے آگے اشرفیوں کے توڑے ڈال دیئے۔ اور کہا کہ لو۔ یہ میرا حسب ہے۔ سب یکزباں ہو کر بول اُٹھے کہ ہم خادم اور غلام ہیں۔

معز نے ۱۱ ربیع الثانی یوم جمعہ ۳۶۵ھ کو انتقال کیا۔ ۴۵ سال کی عمر تھی۔ اسی دن اس کے بیٹے نزار بن معد ابو منصور کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی اور اس کا لقب عزیز بدین اللہ رکھا گیا۔

(۲) عزیز بدین اللہ
۳۶۵ھ سے ۳۸۶ھ تک

اس کی ولادت ۱۴ محرم ۳۴۴ھ کو مہدیہ میں ہوئی تھی۔ ۲۱ سال کی عمر میں خلیفہ ہوا۔ اس کے عہد میں فاطمی خلافت کا رقبہ اور بھی وسیع ہوا اور مکہ تک پہونچ گیا۔ اس نے کل فوج امیر جوہر کے ہاتھ میں دے دی اور کل سلطنت یعقوب بن یوسف کے جس کو اپنا وزیر مقرر کیا تھا اور خود عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

یعقوب منتظم، مدبر اور ذی علم تھا۔ اس نے تمام دواوین اور دفاتر باقاعدہ

مرتب کیئے۔ اور ملک کا سارا انتظام درست کر دیا۔ علما و فضلا کا سرپرست تھا اور علوم و فنون کا مربی۔ فقہ اور قرأت میں کتابیں بھی تصنیف کی تھیں جن کو ہر جمعہ کے دن بیٹھ کر خود سُناتا۔ ۳۸۰ھ میں وفات پائی۔ خلافت فاطمی میں سب سے پہلا وزیر یہی تھا۔

۳۶۴ھ میں معز کے عہد میں ہفتگیں شرابی نے جو معز الدولہ احمد بن بویہ کا غلام تھا اور بغداد سے شام میں آکر حمص پر قابض تھا دمشق میں جا کر ریّان خادم کو جو فاطمیہ کی طرف سے حکمدار تھا نکال دیا۔ ۳۶۵ھ میں عزیز نے خلیفہ ہونے کے بعد جوہر کو اس کے مقابلہ کے لیئے بھیجا۔ مگر ہفتگیں نے قرامطہ کو ساتھ لے کر اس کو شکست دے دی۔ وہ بھاگ کر عسقلان کے قلعہ میں پناہ گیر ہوا اور محصور ہو گیا۔ آخر میں مجبور ہو کر جو کچھ مال و متاع تھا سب ہفتگیں کے حوالہ کر کے جان بچا کر مصر آیا۔ عزیز اب خود فوج لے کر گیا اور سخت جنگوں کے بعد غلبہ حاصل کیا۔ ہفتگیں روپوش ہو گیا۔ عزیز نے اعلان کرایا کہ جو اس کو گرفتار کرائے گا اُس کو ایک لاکھ دینار انعام دیا جائے گا۔ ہفتگیں اپنے ایک دوست مفرج بن دغفل طائی کے گھر میں تھا۔ اس نے لالچ میں آکر اطلاع کر دی اور گرفتار کرا کے انعام حاصل کر لیا۔ مگر عزیز نے بہادری کی وجہ سے ہفتگیں کی قدردانی کی اور اس کو اپنے ساتھ مصر لایا اور عزت کے ساتھ رکھا۔ وہیں ۳۷۲ھ میں اس نے وفات پائی۔

یعقوب کے بعد اس نے دو وزیر رکھے۔ ایک عیسائی جس کا نام تھا عیسیٰ بن نسطورس دوسرا یہودی جس کو منشا کہتے تھے۔ ان دونوں نے اپنی اپنی قوموں کی حمایت شروع کی اور مسلمانوں پر ظلم کرنے لگے۔ آخر میں شکایات ہوئیں جن سے معزول کیئے گئے۔ عیسیٰ سے تین لاکھ دینار تاوان بھی وصول کیا گیا۔

۲۸ رمضان ۳۸۶ھ میں عزیز نے وفات پائی۔ کریم الطبع اور شجاع تھا شعر او ادب سے دلچسپی رکھتا تھا۔ جامع ازہر میں اس کے عہد میں جملہ علوم و فنون کی تقریباً دو لاکھ کتابیں جمع کی گئیں۔

(۳) حاکم بامر اللہ

۳۸۶ھ سے ۴۱۱ھ تک

عزیز کے بعد اس کا بیٹا ابو علی منصور حاکم بامر اللہ کے لقب سے خلیفہ بنایا گیا۔ اس کا سن ساڑھے گیارہ سال تھا۔ اس وجہ سے ارجوان خادم مدبر دولت قرار پایا۔ اس نے اکثر صوبوں کی امارتوں پر خدام خاص کو بھیج دیا۔ تین سال کے بعد جب وہ مقتول ہو گیا اس وقت حاکم نے عنان حکومت خود اپنے ہاتھ میں لی۔

مورخین لکھتے ہیں کہ اس کی عقل میں فتور تھا جو آخر دم تک رہا۔ چنانچہ اس کے اکثر احکام و اعمال سے دماغی خلل صاف ظاہر ہوتا ہے۔

۳۹۱ھ میں دن کو کاروبار کرنے کی ممانعت کر دی اور حکم دیا کہ رات کو دکانیں کھلیں۔ لوگ اس کے مطابق عمل کرنے لگے۔ خود راتوں کو سڑکوں پر اور گلیوں میں گھوم گھوم کر دیکھتا تھا۔ ایک بار دن کو نکلا۔ دیکھا کہ ایک بڈھے نے دکان کھول رکھی ہے۔ باز پرس کی۔ اس نے جواب دیا کہ جب دن کو کاروبار ہوتا تھا اس وقت بھی تو بعض لوگ کبھی کبھی ضرورت کے موقع پر راتوں کو جاگتے تھے۔ یہ اسی قسم کی دن کی بیداری ہے۔ یہ سن کر مسکرایا اور چلا گیا۔

علم کی اشاعت کے لیئے بہت سے مدارس قائم کیئے جن میں علماء و فقہاء کو تعلیم کے لیئے مقرر کیا۔ پھر کچھ زمانہ کے بعد ان کو قتل کرا دیا اور مدرسے بند کرا دیئے۔

عورتوں کے متعلق فرمان شائع کیا کہ نہ وہ باہر نکلیں نہ کھڑکیوں سے جھانکیں نہ حماموں میں جائیں۔ اس میں ایسی سختی کی کہ جب کبھی ان کو حماموں میں دیکھا دروازہ چنوا دیا۔ اور وہ معہ بچوں کے اسی میں تڑپ تڑپ کے مرگئیں۔

شراب مطلقاً اٹھادی۔ اوراس کے ظروف تڑوا دیئے۔ شہر کے تمام کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔ کار آمد گائے اور بیل کو بجز قربانی کے ذبح کرنا ممنوع قرار دیا۔ مچھلی کا شکار روک دیا۔ اور ان پھلوں اور ترکاریوں کی خرید و فروخت بند کرادی جو امیر معاویہ یا خلیفہ متوکل عباسی کو پسند تھیں اس بنا پر کہ یہ دونوں اہل بیت کے دشمن تھے۔ قاہرہ کے دربانوں کو حکم دیا کہ نہ شہر میں گدھا آنے پائے نہ باب القاہرہ سے کوئی آدمی داخل ہو۔

شہر میں احتساب کے لئے خود گشت لگاتا جس کو اپنے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دیکھتا اپنے حبشی غلام مسعود نامی کو حکم دیتا کہ برسر بازار اس کے ساتھ فاحشہ کبریٰ کا ارتکاب کرے۔ اسی مسعود کے متعلق شعراء مصر نے بعض ظریفانہ اشعار اور قطعات لکھے ہیں۔

عیسائیوں نے اس کے زمانہ میں بہت عروج پالیا تھا اور مسلمانوں پر ظلم کرنے لگے تھے۔ جب اس کے کان میں ان کی شکائیتیں پہونچیں تو ان کے سرغنوں اور رئیسوں کو قتل کر ڈالا۔ اور کنیسے گروا دیئے۔ یہاں تک کہ بیت المقدس کا کنیسہ قمامہ بھی منہدم کرادیا۔

بعض مورخوں کا بیان ہے کہ عیسائیوں کے قتل اور کنیسوں کے ہدم کا سبب یہ تھا کہ اس زمانہ میں رومیوں نے شام پر حملے کرکے مسلمانوں کو تاخت و تاراج کیا تھا اور مسجدیں توڑ ڈالی تھیں۔ اس کے انتقام میں حاکم نے ان کے ہم مذہبوں پر سختیاں کیں۔

۳۹۵ھ میں صحابۂ کرام کے نام پر گالیاں لکھوا کر مساجد مقابر اور شوارع عام پر لگوائیں۔ اور ہر ہر صوبہ میں بھیجیں۔ لیکن لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے دو برس کے بعد اس کو بند کیا۔ بلکہ اعلان شائع کیا کہ جو اس کا مرتکب ہوگا اس کو سزا دی جائے گی۔

اس کے زمانہ میں ایک شخص ضرار نامی ظاہر ہوا جس نے ایک جدید شریعت نکالی جس میں نہ نماز تھی نہ روزہ نہ زکوٰۃ۔ حج کے بدلے یمن میں مقام طالب کی زیارت کافی تھی۔ اور بہن بیٹی۔ ماں وغیرہ کسی کے ساتھ نکاح حرام نہ تھا۔ ضرار کے ایک شاگرد حمزہ بن احمد نے جس کا لقب ہادی تھا اس کی تبلیغ شروع کی۔ حاکم بھی اس کی نصرت وحمایت کرنے لگا۔ اس کے بعد غیب دانی کا بھی دعویٰ کیا اور کہا کہ حضرت موسیٰؑ کی طرح اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی ہم کلام ہوتا ہے۔ چنانچہ روزانہ صبح کو جبل مقطم پر مناجات کے لیئے جاتا تھا۔

اسی زمانہ میں کسی باطنی نے اس کو ایک کتاب لکھ کر دی جس میں یہ بیان تھا کہ روح الہیٰ حضرت آدم میں آئی۔ ان سے حضرت علی میں منتقل ہوئی۔ اب اس کا ظہور حاکم میں ہوا۔ اس بنیاد پر اس نے "خدائی" کا دعویٰ کر دیا۔ اور مساجد میں حکم بھیجا کہ جس وقت خطبہ میں میرا نام لیا جائے سب لوگ سجدہ میں گر جائیں نیز راستوں اور سڑکوں پر سے گزرتا تو لوگوں سے سجدہ کراتا۔ اپنے لقب حاکم بامر اللہ کو بدل کر حاکم بامرہ کر دیا تھا۔ جہاں کی ایک جماعت نے اس عقیدہ کو تسلیم بھی کر لیا۔ چنانچہ آج بھی جبل دروز کے باشندے اس کی خدائی کے قائل ہیں۔

اہل مصر ان بے دینیوں کی وجہ سے اس کے دشمن ہوگئے۔ یہاں تک کہ اس کا مذاق اڑانے لگے۔ اس نے غضبناک ہو کر غلاموں کو حکم دیا کہ شہر میں آگ

لگادیں۔ اُنھوں نے آتش زنی اور قتل و نہب شروع کیا۔ باشندوں نے مصاحف لے لے کر مسجدوں میں پناہ لی اور اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کیا۔ آخر ایک ثلث شہر جل جانے کے بعد تیسرے دن یہ عذاب ان کے اوپر سے رفع ہوا۔ بعض مورخین نے لکھا ہو کہ اس نے یہ بھی چاہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش کو مدینہ سے قاہرہ میں منتقل کرائے تاکہ اس کا پایۂ تخت معقول انام اور زیارت گاہ خاص و عام بن جائے۔ اس کام کے لیئے اپنے ایک امیر ابوالفتوح کو مدینہ میں بھیجا۔ لیکن وہاں سخت مخالفت ہوئی اور اتفاق سے اسی روز ایک خوفناک آندھی بھی آئی جس کو لوگوں نے اسی ناپاک ارادہ کی نحوست قرار دیا۔ اس وجہ سے ابوالفتوح خوف زدہ ہو کر واپس چلا آیا۔ اور حاکم کو اس کے انجام سے ڈرا کر باز رکھا۔

۴۱۳ھ میں حجر اسود پر اس کو توڑنے کے لیئے جس مصری نے وار کیئے تھے وہ بھی اسی کا درباری تھا۔ اس کے کچھ ریزے ٹوٹ کر گرے تھے جس کے آثار اب تک نمایاں ہیں۔

حاکم کے زمانہ میں ایک شخص ابورکوہ نے جو اپنے آپ کو بنی امیہ میں سے کہتا تھا عَلَم بغاوت بلند کیا۔ اس کے ساتھ بڑی جمعیت ہو گئی جس نے حاکم کی فوجوں کو بار بار شکستیں دیں۔ الفیوم کے ناحیہ پر قبضہ بھی کر لیا۔ آخر میں فضل بن صالح نے سخت لڑائیوں کے بعد اس کو گرفتار کیا حاکم نے تشہیر کا حکم دیا۔ اور اس کے پیچھے ایک بندر کھڑا کر دیا جو اس کے سر پر تیا پنچے مارتا جاتا تھا۔ اس پیہم ضربات سے تشہیر کے بعد وہ ہلاک ہو گیا۔

فضل پر از راہِ قدردانی بڑی مہربانی کا اظہار کیا۔ وہ بیمار ہوا تو اس کی عیادت کو

گیا مگر جب شفا پائی تو قتل کر ڈالا۔

اواخر شوال سنہ ۴۱۱ھ میں حاکم مفقود ہو گیا۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ عام بیان یہ ہے کہ اس نے اپنی بہن پر تہمت لگا کر اس کے قتل کا ارادہ کیا تھا مگر اس نے پتہ پا کر پیش قدمی کی اور اپنے غلاموں سے اس کو قتل کرا دیا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ بنی حسن میں سے ایک شخص نے اس کے ملحدانہ افعال دیکھ کر غیرت دینی کے جوش میں جبل مقطم پر جہاں وہ مناجات کے لیئے جایا کرتا تھا پہونچ کر اس کو مارا اور وہیں پیوندِ زمین کر دیا۔

حاکم کی یادگار جامع حاکمی ہے جس کی بنیاد عزیز نے ڈالی تھی مگر تکمیل اس نے کرائی۔

حاکم میں باوجود اس شائبۂ جنون کے علمی ذوق بھی تھا۔ چنانچہ اس نے بغداد کے بیت الحکمۃ کے مقابلہ پر اپنے قصر کے متصل دار الحکمۃ کے نام سے ایک عمارت بنوائی تھی جس میں ہر علم و فن کی کتابیں جمع کی تھیں تاکہ لوگ آ کر مطالعہ کریں اور جس کتاب کی چاہیں نقل لیں۔ ناقلیں کو جملہ سامان کتابت خود دار الحکمۃ سے دیا جاتا تھا۔

اس عمارت کا ایک حصہ اہل علم کے مناظرہ کے لیئے مخصوص تھا جس میں خود حاکم بھی شریک ہوتا۔ اور جس کی تقریر یا قابلیت اس کو پسند آتی اُس کو خلعت و انعام دیتا۔

حاکم کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر بحثوں میں نوبت جنگ و جدال تک پہونچنے لگی۔ نیز اہل بدعت اس کو اپنے خیالات کی اشاعت کا ذریعہ بنانے لگے۔ اس وجہ سے چھٹی صدی ہجری میں افضل بن امیر الجیوش نے اس کو بند کر دیا۔ مگر تھوڑے دنوں کے بعد ابن بطائحی نے وزارت کے منصب پر پہونچ کر پھر اجازت دے دی۔ سلطان صلاح الدین نے اپنے عہد میں اس کو مدرسہ شافعیہ بنا دیا۔ اس میں کتابوں کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہ تھی۔

(۴) ظاہر لاعزاز دین اللہ
۴۱۱ھ سے ۴۲۷ھ تک

حاکم کے مفقود ہونے کے بعد امراء فوج نے کئی دن تک خلاف معمول جب اس کو نہ دیکھا تو پانچویں روز اس کی بہن ست الملوک کے پاس پہونچے۔ اور کیفیت دریافت کی۔ اس نے جواب دیا کہ خلیفہ کا رقعہ مجھے ملا ہے کہ پرسوں دربار کریں گے۔ یہ سُن کر لوگ واپس گئے۔

اس کے بعد ست الملوک نے خادم ابن دواس کے ہاتھ ان لوگوں کے پاس بڑی بڑی رقمیں پہونچا دیں۔ اور تیسرے دن حاکم کے بیٹے ابوالحسن علی کو جس کی عمر ۱۶ سال تھی شاہی لباس پہنا کر دربار میں بٹھایا۔ ابن دواس نے اس وقت حاکم کی موت کا اعلان کیا اور ابوالحسن کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان امرا نے بھی جن کے پاس اشرفیوں کے توڑے پہونچ چکے تھے اس کی تقلید کی۔ پھر بیعت عام ہوئی۔ اور ہر ہر صوبہ میں اعلان بھیج دیا گیا۔ ابوالقاسم علی بن احمد وزیر مقرر ہوا۔

ظاہر اگرچہ انصاف دوست تھا لیکن عیش پرست اور ضعیف الرائے۔ اس وجہ سے امرائے اس پر قابو پا لیا۔ سوائے چند مخصوص ارکانِ دولت کے کوئی اس سے مل نہیں سکتا تھا۔ اس استبداد سے مخلوق پر مظالم ہونے لگے۔ اور ملک میں ابتری پھیل گئی۔ اوپر سے قحط اور وبا کی بلائیں نازل ہوئیں۔ اور گرانی اور قلاّشی کی وجہ سے چوری اور رہزنی عام ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا کا ایک حصہ تباہ و برباد ہو گیا۔

زراعت کی ترقی کے لیئے ۴۱۵ھ میں خلیفہ کی طرف سے منشور عام تمام ملک میں شائع کیا گیا کہ کوئی گائے یا بیل جو کار آمد ہو ذبح نہ کیا جائے۔

اس کے زمانہ میں عیسائیوں پر سے وہ تمام قیود اُٹھا دیئے گئے۔ جو حاکم نے لگائے تھے۔ نیز کنیسوں کی تعمیر کی بھی ان کو اجازت دے دی گئی۔ وسط رمضان ۴۲۷ھ میں ظاہر نے وفات پائی۔

(۵) مستنصر باللہ

۴۲۷ھ سے ۴۸۷ھ تک

ظاہر کے بعد اس کا بیٹا ابو تمیم معد جس کا سن سات سال کا تھا مستنصر باللہ کا لقب دے کر خلیفہ بنایا گیا۔ یہ ایک حبشی کنیز کے شکم سے تھا جس کو ظاہر نے ایک یہودی تاجر ابوسعید سہل بن ہارون تستری سے خریدا تھا۔ بیعت کے بعد اس کی ماں نے اپنے قدیم مالک ابوسعید کو بلا کر مستشار دولت اور سیاہ وسفید کا مالک بنا دیا۔

مستنصر کی مدت خلافت جملہ خلفاء اور سلاطین اسلام سے زیادہ رہی یعنی ساٹھ سال۔ اور اس میں حوادث اور انقلابات بھی بہت پیش آئے۔

قیصر روم نے اس زمانہ میں اسلامی حدود پر پیہم حملے کر کے حلب پر قبضہ کر لیا۔ اور شام پر بھی نفوذ جمانے لگا۔ مستنصر نے ۴۲۹ھ میں اس کے ساتھ مصالحت کر لی جس سے وہ حلب چھوڑ کر چلا گیا۔ اور اس دیار میں امن قائم ہوا۔

۴۳۴ھ میں مصر میں ایک شخص سُکین نامی نے دعویٰ کیا کہ وہ حاکم بامر اللہ ہے۔ جو لوگ حاکم میں خدائی قوت مانتے اور اس کی رجعت کے قائل تھے اُنھوں نے اس کا ساتھ دیا جس کی ایک ظاہری وجہ بھی تھی کہ اس کی شکل حاکم سے بہت ملتی جلتی تھی۔ اس نے اپنے اعوان وانصار کو لے کر دن دھاڑے قصر خلافت پر دھاوا کیا۔ آخر میں بڑی خوں ریزی کے بعد گرفتار ہوا اور سُولی پر چڑھایا گیا۔

خلیفہ کی والدہ نے اس درمیان میں وزارت میں تبدیلی کی اور زمام حکومت احمد بن علی عنبری کے ہاتھ میں دی۔ پھر اس سے لے کر صدقہ علاجی کے سپرد کی لیکن وہ قتل کیا گیا اور حسین جرجرائی اس کی جگہ پر مقرر ہوا۔ وہ بھی معتوب ہو کر نکالا گیا۔

آخر میں قاضی یازوری نے مستنصر کی رضامندی حاصل کی اور وزیراعظم ہوا۔

معز الدولہ

اسی اثنا میں حلب میں اضطراب رونما ہوا۔ وہاں ۴۳۶ھ میں خلیفہ نے معز الدولہ کو والی بنا کر بھیجا تھا۔ اس نے استقلال کا دعویٰ کر دیا۔ خلافت سے متعدد فوجیں گئیں لیکن ہزیمت اُٹھاتی رہیں۔ معز الدولہ نے مصالحت کے لیے خلیفہ کے پاس اپنی ایک بیوی کو بھیجا۔ جس کے رعب حسن سے اس نے وہ سب کچھ لکھ دیا جو وہ لکھوانا چاہتا تھا۔ اور حلب کا مستقل فرماں روا اس کو تسلیم کر لیا۔

افریقہ

مغرب و قیروان کا والی معز بن بادیس وزیر یازوری کی سختیوں سے تنگ آکر فاطمی خلافت سے باغی ہو گیا۔ اور اس نے اپنے صوبہ میں عبّاسی خطبہ رائج کر دیا۔ قائم بامر اللہ خلیفہ بغداد نے یہ سُن کر اس کے پاس امارت کا فرمان اور خلعت بھیجا۔

اس وقت ملک مصر میں دو عربی قبیلے زناج اور بنی رباح باہم برسرپیکار تھے۔ وزیر نے ان دونوں کو متفق کرا کے معز بن بادیس کے مقابلہ میں بھیجا اور وعدہ کیا کہ اگر تم فتحیاب ہو جاؤ گے تو برقہ اور طرابلس تم کو دے دیا جائے گا۔ گو ان قبائل کی تعداد تین ہزار سے زیادہ نہ تھی مگر اُنھوں نے جا کر تیس ہزار قیروانی فوجوں کو

شکست دی ۔ معز پھر دوسری فوج لایا ۔ اور سلسلہ ار چھ سال تک جنگ جاری رہی۔

مستنصر کو امن مل گیا ۔ اس نے ۴۶۱ھ میں قاہرہ میں بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کرائیں ۔ جامع عمرو بن عاص کی مرمت کی اور اس میں جدید منبر اور منارے بنوائے ۔

۴۶۲ھ میں خلیفہ معز کی دونوں بیٹیوں راشدہ اور عبیدہ نے انتقال کیا جن کی موت کا خلفار فاطمیہ کو مدت سے انتظار تھا ۔ ان میں سے پہلی نے ۲۷ لاکھ دینار کی ثروت اور دوسری نے بھی اسی کے قریب دولت چھوڑی جو مستنصر کے لئے غنیمت بارد ہ تھی ۔

مشرق

۴۴۴ھ میں مشرق سے دو مختلف خبریں مصر میں موصول ہوئیں ۔ ایک تو یہ کہ خلیفہ عباسی نے ایک منشور شائع کیا ہے جس میں خلفار فاطمیہ کے نسب کو صحیح نہیں مانا ہے ۔ دوسری یہ کہ امیر یمن علی بن محمد صالحی نے عباسی خطبہ اُٹھا کر اپنے یہاں فاطمی خطبہ جاری کر دیا ۔ مستنصر کو ایک خبر سے اگر رنج ہوا تو دوسری سے خوشی ۔ اس لیئے خاموش رہا ۔

۴۴۶ھ میں مصر میں سخت قحط پڑا ۔ اسی کے ساتھ طاعون پھیلا جو شام بلکہ بغداد تک پہونچ گیا ۔ اور لاکھوں آدمی ہلاک ہوئے ۔ ادھر رومیوں سے جنگ چھڑ گئی ۔ اس لیئے مصریوں پر نہایت سختی گزر گئی ۔ بلی اور کتے تک کھانے پڑے ۔ وہ بھی پانچ پانچ اور دس دس دینار میں میسّر ہوتے تھے ۔ وزیر کی کوششوں سے رفتہ رفتہ دوسرے صوبوں سے رسد آنے لگی جس سے یہ مصیبت کم ہوئی ۔

بساسیری

سنہ ۴۵۰ھ میں خلیفہ عبّاسی قائم بامر اللہ کے ایک فوجی امیر بساسیری نے غلبہ اور قوت حاصل کر کے بغداد میں فاطمی خلیفہ کا خطبہ پڑھا۔ اور سیاہ عبّاسی عَلَم کو گرا کر سفید فاطمی جھنڈا نصب کیا۔ اسی کی تقلید واسط۔ کوفہ اور دیگر شہروں میں بھی کی گئی۔ خلیفہ عبّاسی نے بھاگ کر عربی امیر قریش بن بدران عقیلی کے پاس پناہ لی اور سلطان طغرل بک سلجوقی کو لکھا کہ آکر اس فتنہ کو رفع کرے۔ اس نے پہونچ کر ۲۶ ذیقعدہ ۴۵۱ھ کو بغداد میں پھر عبّاسی خطبہ جاری کیا۔

بساسیری کی مدد کے لیے مستنصر نے ۵ لاکھ دینار۔ ساز و سامان۔ ذخائر و اسلحہ مع ایک فوج گراں کے بھیجے تھے۔ لیکن طغرل کی خبر پا کر مزید امداد سے دستکشی کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلجوقی فوجوں نے شکست دے کر اس کا سر کاٹ لیا۔ ورنہ سارا مشرق فاطمی خلافت میں آچکا تھا۔

قضیۂ حلب

حلب میں گو معز الدولہ مستقل رئیس ہو گیا تھا لیکن اس کا استقلال قائم نہ رہ سکا۔ کیونکہ عربی قبائل متفق ہو کر اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے متواتر حملوں سے تنگ آکر اس نے مستنصر کو لکھا کہ حلب عبّاسیوں کے حوالہ کر دیا جائے اور مجھے اس کی بجائے کسی ایسی امارت پر بھیجا جائے جو ان عربوں کی دسترس سے باہر ہو۔ مستنصر نے اس کی درخواست منظور کر کے بیروت کی ولایت کا فرمان بھیج دیا۔ اور حلب پر اپنے ایک سپہ سالار مکین الدولہ کو مقرر کیا۔ اس نے وہاں جا کر عربوں سے مصالحت کی اور امن قائم کیا۔ لیکن بنی کلاب کا رئیس محمود مخالف رہا۔ اس نے

یمین الدولہ کو محصور کر لیا۔ یمین الدولہ نے مستنصر سے مدد مانگی۔ اس نے ناصر الدولہ حمدانی کو بھیجا۔ محمود نے اس کو بھی شکست دی اور حلب پر قبضہ کر لیا۔ مستنصر نے یہی مناسب سمجھا کہ محمود کو حلب کا امیر تسلیم کر لے۔ چنانچہ امیر الامراء کا خطاب معہ خلعت و فرمان ولایت کے اس کے پاس بھیج دیا۔ اور ناصر الدولہ کو شکست کی تلافی کے لئے دمشق کا والی کر دیا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد برطرف کر کے اس کی جگہ بدر جمالی کو بھیجا۔

وزارت

مصر میں وزیر یازوری نے نصاریٰ پر تشدد کیا جس سے ایک شورش عام برپا ہو گئی۔ خلیفہ نے اس کو موقوف کر کے ابو الفرج بابلی کو بلایا۔ دو مہینے کے بعد عبد اللہ بن یحییٰ مقرر ہوا۔ پھر سلسلہ وار تبدیلیاں ہوتی رہیں یہاں تک ۱۲ سال کے عرصہ میں ۳۵ وزیر بدلے۔ اس سے مہمات میں پیچیدگیاں پڑ گئیں۔ اور روزانہ خلیفہ کے پاس عُمّال کی اس قدر شکائتیں موصول ہونے لگیں کہ وہ حیران ہو گیا۔ کاروبار تمامتر معطل ہو گئے۔ کیونکہ امراء کو ان شکایات کی جواب ہی سے اپنے فرائض ادا کرنے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ بہت سے لوگ مناصب چھوڑ بیٹھے اور ترک وطن کر کے دوسرے ملکوں میں چلے گئے۔

مزید وضاحت کے لئے اس موقع پر ضرورت ہے کہ خلافت فاطمیہ کی فوجی کیفیت مختصراً بیان کر دی جائے۔

افواج فاطمیہ

جس طرح بنی امیہ کی خالص عربی حکومت سے غیر قومیں بیزار تھیں اور بنی عباس نے

موقع دیکھ کر خراسان میں اپنی امامت کی دعوت پھیلائی اور ان کی مدد سے خلافت حاصل کی اسی طرح فاطمیین نے بغداد سے فاصلہ پر افریقہ کو اپنی دعوت کا مرکز قرار دیا۔ اقوام بربر جو جنگ اور عقیدہ دونوں میں سخت تھیں ان کی حمایت کے لیئے تیار ہوگئیں۔ کیونکہ بغدادی خلافت ان کو ہمیشہ محکوم رکھنے کی کوشش کرتی تھی حالانکہ ان کے ہاتھوں مغربی افریقہ اور ماوراء بحر کے جملہ ممالک فتح ہوئے تھے جن کی وجہ سے ان کے حقوق بہت بڑے تھے۔

جب عبید اللہ مہدی وہاں پہونچا اور اس نے عباسیوں کے مقابلہ میں فاطمی خلافت کی دعوت شروع کی تو قبائل بربر خاص کر کتامہ ۔صنہاجہ اور ہوارہ اس انقلاب کے لیئے جس میں ان کو اپنا فائدہ نظر آتا تھا اس کی مدد کو آمادہ ہو گئے ۔ چنانچہ ۲۹۷ھ میں جب یہ دولت قائم ہوگئی تو مہدی مذکور نے تمام امرار اور ارکین دولت انھیں میں سے منتخب کیئے۔ یہی حال اس کے بیٹے قائم بامر اللہ اور پوتوں منصور بنصر اللہ اور معز لدین اللہ کے عہد تک رہا۔ بربر نے نہ صرف افریقہ سے عباسی حکومت اُٹھادی بلکہ سارے مغربی صوبے اور بحر متوسط کے تمام جزائر فتح کر کے فاطمی مقبوضات میں شامل کر دیئے۔ پھر معز کے عہد میں مصر اور شام کو بھی قبضہ میں لائے۔

عزیز باللہ نے ۳۶۵ھ میں مصر میں بھی عباسیوں کی طرح ترکوں اور دیلمیوں کی ایک بڑی تعداد کو فوج میں بھرتی کیا۔ اب ان میں اور بربر میں باہمی منافقت شروع ہوئی۔

عزیز کے بعد حاکم خلیفہ ہوا۔ اس کو بھی بربر کی خیر خواہی پر زیادہ اعتماد تھا۔ اسی وجہ سے ابن عمار کتامی کو اپنا مشیر ناصح سمجھ کر حاجب خاص مقرر کیا۔ ترکوں اور دیلمیوں نے

جو عزیز کے زمانہ سے محترم تھے اس کو گوارا نہ کیا اور ابن عمار کی تذلیل کرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ مجبور ہو کر اپنے عہدہ سے دست بردار ہو گیا۔ اس کی جگہ ارجوان آیا جس نے محل کے اندر اور باہر سے بربر کو نکال کر ترکوں کو متعین کیا اور صوبوں کی ولائتیں بھی انھیں کو دیں۔ یانس خادم کو برقہ۔ میسور خادم کو طرابلس اور یمنا خادم کو غزہ و عسقلان۔

حاکم کے مزاج کو بدلنا کیا مشکل تھا۔ اس کو بھی بربر کا دشمن بنا دیا۔ اس نے ابن عمار اور بڑے بڑے بربری رئیسوں کو قتل کر ڈالا۔ جس سے ان کی شوکت جاتی رہی۔ اور ترک مسلط ہو گئے۔ ظاہر کے عہد میں بھی یہی حالت رہی۔

جب مستنصر خلیفہ ہوا تو اس کی ماں نے جو حبشی تھی تمام غلام اپنی ہی قوم کے رکھے۔ اور فوج میں بھی کثرت سے انھیں کو بھرتی کرایا۔ اب ترکوں اور ان حبشیوں میں عداوت پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے بڑی بڑی لڑائیاں پیش آئیں۔

مستنصر کا دستور تھا کہ قافلۂ حجاج کے ساتھ حج کے لئے نکلتا اور پہلی منزل برکہ عمیرہ میں پہونچ کر رات بھر شراب کباب کی محفل گرم رکھتا۔ صبح کو اپنے ہمراہیوں سمیت واپس آجاتا۔ ۴۵۴ھ میں اسی مقام پر اس کے حشم میں سے ایک ترک نے مستی کی حالت میں تلوار کھینچ کر ایک حبشی غلام پر جو خلیفہ کے محافظوں میں سے تھا وار کیا۔ اس کے ساتھیوں نے اُس ترک کو قتل کر ڈالا۔ اس پر سارے ترک بگڑ بیٹھے۔ اور جا کر مستنصر سے کہا کہ اگر یہ قتل آپ کے حکم سے ہوا ہے تو ہم مجبور ہیں ورنہ اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس نے جواب دیا کہ نہ میرے حکم سے ہوا ہے نہ رضامندی سے۔ یہ سُن کر ترک حبشیوں پر ٹوٹ پڑے۔ فریقین میں دیر تک جنگ ہوتی رہی۔ آخر میں اس بات پر صلح ہوئی کہ ملزم ترکوں کے حوالہ کر دیا جائے۔ اس کے بعد قاہرہ واپس آئے۔ مگر دونوں طرف

کینہ دلوں میں بڑھتا رہا۔

ناصر الدولہ

شیدیوں کا پشت پناہ وزیر یازوری تھا۔ ترکوں نے اپنا رئیس ناصر الدولہ حمدانی کو بنایا جو اگرچہ عرب تھا لیکن دمشق کی ولایت سے معزول ہونے کے بعد سے خلیفہ اور وزیر دونوں کا تہائی دشمن اور قاہرہ میں ان کی تاک میں فرصت کا منتظر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے ساتھ چند عربی قبائل کو بھی متفق کر لیا۔ شیدیوں نے جب دیکھا کہ ترکوں کا جتھا بڑا قوی ہے اور وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو قاہرہ چھوڑ کر بالائی مصر کی طرف چلے گئے۔ اور وہاں کے اکثر باشندوں کو اپنے ساتھ ملا لیا جس سے ان کی جمعیت پچاس ہزار تک پہونچ گئی۔ اب وہ قاہرہ کی طرف پلٹے۔ ترکوں نے نکل کر مقام کوم شریک میں کمینگاہیں بنائیں اور ان میں چھپ رہے۔ جب ان کا جھنڈ سامنے آیا اُس وقت نکل کر اچانک حملہ کر دیا۔ بہت سے شیدی مارے گئے۔ کچھ غرق ہوئے اور جو بچے وہ بھاگ نکلے۔

مستنصر کی والدہ علی الاعلان اپنی قوم کی طرفدار تھی۔ اس پر یہ ہزیمت نہایت شاق گزری۔ اس لیئے اس نے شیدیوں کو ہر قسم کی مدد پہونچائی۔ وہ پھر ترکوں کے مقابلہ میں آ گئے۔ مختلف مقامات پر فریقین میں لڑائیاں ہوئیں۔ آخر میں دونوں تھک کے بیٹھ رہے۔ مگر دلوں میں عداوت بدستور مضمر رہی۔

ترکوں کی تعداد دن بدن بڑھتی گئی۔ اکثر امارتوں پر بھی وہ قابض ہو گئے۔ اور ان کی تنخواہیں بجائے ۲۸ ہزار کے ۴ لاکھ دینار ماہانہ تک پہونچ گئیں۔ خلیفہ ادا کرنے سے قاصر رہا۔ اُنھوں نے تقاضوں سے اس کا ناک میں دم کر دیا۔ یہاں تک کہ ۴۵۷ھ میں

جو عزیز کے زمانہ سے محترم تھے اس کو گوارا نہ کیا اور ابن عمار کی تذلیل کرنے لگے۔ یہاں تک کہ
وہ مجبور ہوکر اپنے عہدہ سے دست بردار ہوگیا۔ اس کی جگہ ارجوان آیا جس نے محل کے
اندر اور باہر سے بربر کو نکال کر ترکوں کو متعین کیا اور صوبوں کی ولائتیں بھی انھیں کو
دیں۔ یانس خادم کو برقہ۔ میسور خادم کو طرابلس اور یمنا خادم کو غزہ و عسقلان۔
حاکم کے مزاج کو بدلنا کیا مشکل تھا۔ اس کو بھی بربر کا دشمن بنا دیا۔ اس نے ابن عمار
اور بڑے بڑے بربری رئیسوں کو قتل کرڈالا۔ جس سے ان کی شوکت جاتی رہی۔
اور ترک مسلط ہوگئے۔ ظاہر کے عہد میں بھی یہی حالت رہی۔

جب مستنصر خلیفہ ہوا تو اس کی ماں نے جو حبشی تھی تمام غلام اپنی ہی قوم کے
رکھے۔ اور فوج میں بھی کثرت سے انھیں کو بھرتی کرایا۔ اب ترکوں اور ان حبشیوں میں
عداوت پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے بڑی بڑی لڑائیاں پیش آئیں۔

مستنصر کا دستور تھا کہ قافلہ حجاج کے ساتھ حج کے لئے نکلتا اور پہلی منزل برکہ
عمیرہ میں پہونچ کر رات بھر شراب کباب کی محفل گرم رکھتا۔ صبح کو اپنے ہمراہیوں سمیت
واپس آجاتا۔ ۴۵۴ھ میں اسی مقام پر اس کے حشم میں سے ایک ترک نے مستی کی
حالت میں تلوار کھینچ کر ایک حبشی غلام پر جو خلیفہ کے محافظوں میں سے تھا وار کیا۔ اس کے
ساتھیوں نے اُس ترک کو قتل کرڈالا۔ اس پر سارے ترک بگڑ بیٹھے۔ اور جاکر مستنصر سے
کہا کہ اگر یہ قتل آپ کے حکم سے ہوا ہے تو ہم مجبور ہیں ورنہ اس کو برداشت نہیں کرسکتے۔
اس نے جواب دیا کہ نہ میرے حکم سے ہوا ہے نہ رضامندی سے۔ یہ سُن کر ترک حبشیوں پر
ٹوٹ پڑے۔ فریقین میں دیر تک جنگ ہوتی رہی۔ آخر میں اس بات پر صلح ہوئی کہ
ملزم ترکوں کے حوالہ کردیا جائے۔ اس کے بعد قاہرہ واپس آئے۔ مگر دونوں طرف

کینہ دلوں میں بڑھتا رہا۔

ناصر الدولہ

شیدیوں کا پشت پناہ وزیر یازوری تھا۔ ترکوں نے اپنا رئیس ناصر الدولہ حمدانی کو بنایا جو اگرچہ عرب تھا لیکن دمشق کی ولایت سے معزول ہونے کے بعد سے خلیفہ اور وزیر دونوں کا تہائی دشمن اور قاہرہ میں ان کی تاک میں فرصت کا منتظر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے ساتھ چند عربی قبائل کو بھی متفق کر لیا۔ شیدیوں نے جب دیکھا کہ ترکوں کا جتھا بڑا قوی ہوا اور وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو قاہرہ چھوڑ کر بالائی مصر کی طرف چلے گئے۔ اور وہاں کے اکثر باشندوں کو اپنے ساتھ ملا لیا جس سے ان کی جمعیت پچاس ہزار تک پہونچ گئی۔ اب وہ قاہرہ کی طرف پلٹے۔ ترکوں نے نکل کر مقام کوم شریک میں کمینگاہیں بنائیں اور ان میں چھپ رہے۔ جب ان کا جھنڈا سامنے آیا اُس وقت نکل کر اچانک حملہ کر دیا۔ بہت سے شیدی مارے گئے۔ کچھ غرق ہوئے اور جو بچے وہ بھاگ نکلے۔

مستنصر کی والدہ علی الاعلان اپنی قوم کی طرفدار تھی۔ اس پر یہ ہزیمت نہایت شاق گزری۔ اس لیئے اس نے شیدیوں کو ہر قسم کی مدد پہونچائی۔ وہ پھر ترکوں کے مقابلہ میں آ گئے۔ مختلف مقامات پر فریقین میں لڑائیاں ہوئیں۔ آخر میں دونوں تھک کے بیٹھ رہے۔ مگر دلوں میں عداوت بدستور مضمر رہی۔

ترکوں کی تعداد دن بدن بڑھتی گئی۔ اکثر امارتوں پر بھی وہ قابض ہو گئے۔ اور ان کی تنخواہیں بجائے ۲۸ ہزار کے ۴ لاکھ دینار ماہانہ تک پہونچ گئیں۔ خلیفہ ادا کرنے سے قاصر رہا۔ اُنھوں نے تقاضوں سے اس کا ناک میں دم کر دیا۔ یہاں تک کہ ۴۵۷ھ میں

پیدل بھاگ کر اس نے جامع عمرو بن عاص میں پناہ لی اور ارادہ کر لیا کہ سلطنت چھوڑ دے لیکن ارکانِ دولت سمجھا بجھا کر واپس لائے۔

۴۵۹ھ میں ترکوں کی سختیاں اور بڑھ گئیں۔ خلیفہ کی والدہ نے شیدیوں کو پھر ان کے مقابلہ میں اُٹھایا۔ مقام جیزہ میں فریقین میں جنگ ہوئی جس کا سلسلہ عرصہ تک جاری رہا۔ آخر میں ترک غالب آ گئے۔ ناصر الدولہ ان کو لیئے ہوئے قاہرہ میں پہونچا اور خلیفہ سے سختی کے ساتھ پیش آیا۔

شیدیوں نے پھر پندرہ ہزار کی جمعیت فراہم کی اور ترکوں کے مقابلہ میں آ گئے۔ ناصر الدولہ نے نہایت غضبناک ہو کر ان پر چڑھائی کی۔ متعدد جنگوں کے بعد نتیجہ یہ ہوا کہ بالائی مصر شیدیوں کے ہاتھ میں رہا اور نشیبی ناصر الدولہ کے۔ مستنصر وزراء اور امراء کے ساتھ مل کر اپنے نفوذ اور اقتدار کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن نہ کسی کی نگاہ میں اس کی وقعت تھی نہ کوئی اس کو خلافت یا سلطنت کا اہل سمجھتا تھا۔

مرکز میں اِدھر یہ خلفشار تھا اُدھر بدر جمالی نے شام میں اپنے استقلال کا اعلان کر دیا۔ اور امیر یمن صلیحی جس نے فاطمی خطبہ جاری کیا تھا قتل کر دیا گیا جس کے بعد یمن میں پھر عباسی خطبہ پڑھا جانے لگا۔ مستنصر نے امیر الامراء محمود والی حلب کو لکھا کہ آ کر ترکوں کو نکال دے۔ اس نے جواب دیا کہ ترک مجھ سے زبردست ہیں وہ مجھ ہی کو نکال دیں گے۔ اس جواب سے خفا ہو کر بدر جمالی کو فرمان بھیجا کہ حلب پر قبضہ کرے۔ اس نے یہ حکم پاتے ہی اس طرف دھاوا کر دیا۔

ناصر الدولہ شیدیوں کے مقابلہ میں بڑھا۔ انھوں نے بار بار اس کو شکستیں دیں۔ مگر آخر میں ہزیمت اُٹھائی جس سے ان کی قوت ٹوٹ گئی۔ ناصر الدولہ قاہرہ میں آیا۔

اور خلیفہ اور اس کی ماں کی شیدیوں کے حامی ہونے کی وجہ سے تحقیر شروع کی۔
ترکوں کی تنخواہیں نہیں ملی تھیں اس وجہ سے انھوں نے خلیفہ کو مجبور کیا کہ قصر کا سامان فروخت کرکے ادا کرے۔ چنانچہ سارے امتعہ و ذخائر اس کو بیچنے پڑے جس کو خود انھیں ترکوں نے سستے دام تجویز کرکر کے لے لیا۔ یہاں تک کہ کتب خانہ سے کتابیں اور قبرستان سے قدیم خلفار کی یادگاریں بھی اٹھائے گئے۔

مورخین نے ان ذخائر کی حیرت انگیز فہرستیں لکھی ہیں اور ان کی قیمتوں کا اندازہ کروروں دینار لگایا ہے۔

ناصر الدولہ چاہتا تھا کہ مستنصر کو تخت سے اتار دے لیکن اس کے لئے موقع نہیں پاتا تھا۔ ۴۶۱ھ میں ایک دن ایوانِ وزارت سے نکلتے ہوئے کسی نے اس کو خنجر مارا۔ ضرب اوچھی پڑی تھی چند دنوں میں اچھا ہوگیا۔ اب اس نے مشہور کیا کہ یہ حملہ مستنصر کے اشارہ سے ہوا ہے اور علی الاعلان کہنے لگا کہ ایسا فاسق۔ فاجر شراب خوار شخص خلافت کے قابل نہیں۔

اس زمانہ میں شریف ابو طاہر علوی جس کو بدر جمالی نے شام سے نکال دیا تھا قاہرہ میں تھا۔ اس کے زہد و تقوے کے لوگ بہت قائل تھے۔ ناصر الدولہ نے اس کے ساتھ سازباز کیا۔ اور کہا کہ میں تم کو خلیفہ بنا دوں گا۔ لیکن خطرہ صرف بدر جمالی سے ہے۔ اگر تم جاکر اس کو کسی صورت سے قتل کردو تو معاملہ آسان ہے۔ شریف اس کے لئے تیار ہوگیا۔ اور ایک شامی اور ایک عربی امیر کو بھی اپنے ساتھ شریک کرلیا۔ ناصر الدولہ نے ان تینوں کو چالیس ہزار دینار دے کر دمشق کی طرف رخصت کیا۔ وہاں جاکر انھوں نے بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ مگر بدر جمالی بیدار تھا۔ اس نے سب کو

پکڑ لیا اور شریف مذکور کی کھال کھنچوائی۔

ناصر الدولہ پھر بھی مستنصر کی معزولی کی کوشش میں لگا رہا۔ جب اس نے کوئی چارۂ کار نہ دیکھا تو مقابلہ کی کوشش کی۔ اور ناصر الدولہ کو لکھا کہ ہم نے جس قدر تمھارے ساتھ احسانات کیئے اُسی قدر تمھاری ناشکری اور سرکشی بڑھتی گئی۔ تم نے ہماری فوجوں کو مخالف بنا دیا اور ہماری عداوت اور تحقیر میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ اس لیئے ہمارا شہر چھوڑ دو۔ جو کچھ مال و متاع چاہو لے کر نکل جاؤ تم کو امان ہے۔ اور اگر نہ نکلے تو سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔

ایلدکز

مستنصر نے امیر ایلدکز کو جو ناصر الدولہ کا سخت دشمن تھا اپنے ساتھ متفق کر لیا اور مغاربہ۔ بربر اور بعض عربی رؤسا اور ان کے قبائل کو بھی۔ اس طرح یہ اس کے پاس ایک جمعیت ہوگئی جس نے حمایت کی بیعت کی۔ ناصر الدولہ تاب مقاومت نہ دیکھ کر قاہرہ سے نکلا اور جیزہ کی طرف چلا۔ خلیفہ کے حامیوں نے اس کا گھر لوٹ لیا۔ اس کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور ہر طرف فتح کا اعلان کر دیا جس سے بقیہ تمام لوگ بیعت میں شامل ہوگئے۔ ناصر الدولہ نے اسکندریہ میں جا کر پناہ لی اور وہاں جا کر مستنصر کے خلاف نفرت پھیلانے لگا۔

اس زمانہ میں مصر سخت قحط میں مبتلا تھا اور متواتر پانچ سال سے پیداوار نہیں ہوئی تھی جس کی وجہ سے فسطاط اور قاہرہ میں لوگ بھوکوں مرتے تھے۔ ناصر الدولہ نے نشیبی مصر کا سارا غلہ فراہم کر لیا اور ایک قوی جماعت لے کر قاہرہ پر چڑھائی کی۔ شدت قحط سے مستنصر فوج کا سامان نہ کر سکا۔ اور مجبور ہو گیا کہ شہر کا دروازہ کھول دے۔

ناصرالدولہ نے داخل ہوکر پھر اس کی تحقیر و تذلیل شروع کی۔ اور اپنے پڑ نے مطالبات کی وصولی کے لیئے ایک آدمی اس کے پاس بھیجا۔ قحط اور ناداری سے خلیفہ کا یہ حال تھا کہ قصر کبیر میں بوریا کے فرش پر ایک بوسیدہ چادر لپیٹے بیٹھا ہوا تھا۔ تین حبشی اس کی خدمت میں تھے جو تقریباً نیم برہنہ تھے۔ اس نے قاصد سے کہا کہ کیا ناصرالدولہ کے لیئے یہ کافی نہیں ہے کہ میں اس محل میں اس چٹائی پر ایسی حالت میں بیٹھا ہوا ہوں کہ نہ پہننے کو کپڑا میسر ہے نہ سدرمق کو کھانا۔ رقم کہاں سے لاؤں۔ فرستادہ رو پڑا۔ اور واپس جاکر ناصرالدولہ کو یہ کیفیت سنائی۔ اس کو بھی ترس آگیا اور اس نے خلیفہ کے گزارے کے لیئے ایک رقم بھیج دی۔

سنہ ۴۶۵ھ میں ایلدکز نے ناصرالدولہ کے ساتھ ظاہر میں مصالحت کر لی مگر باطن میں اس کے خون کا پیاسا رہا۔ چنانچہ اپنے ایک ہمراز کو لے کر ایک دن اس کے مکان پر گیا اور موقع پاکر اس پر تلوار کا وار کیا۔ وہ گھبرا کر حرم کی طرف بھاگا۔ لیکن وار کاری پڑا تھا گر گیا ان دونوں نے اس کا سر کاٹ لیا۔ اس کے بعد ایلدکز نے ایک آدمی کو بھیج کر اس کے بھائی فخرالعرب کو بھی قتل کرا دیا جس سے مصر میں حمدانیوں کا چراغ گل ہو گیا۔ لیکن مستنصر کو اس سے کچھ فائدہ نہ پہونچا کیونکہ ایلدکز کا استبداد ناصرالدولہ سے بھی سخت تھا۔ اس لیئے اس نے مخفی طور پر بدر جمالی والی شام کو لکھا کہ تم آکر اس مصیبت سے مجکو رہائی دلاؤ۔

بدر جمالی

بدر جمالی ارمنی نژاد اور امیر جمال الدولہ کا زرخرید غلام اور اسی کی طرف منسوب تھا۔ چونکہ متعدد مواقع پر اس سے شہامت اور بسالت کے جوہر کا ظہور ہوا

تھا اس وجہ سے امرار خلافت میں امتیاز رکھتا تھا۔ خلیفہ نے شام کی ولایت اس کے سپرد کی تھی جس میں اس نے اپنے استقلال کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ خط پہونچتے ہی اپنی منتخب سپاہ کو ساتھ لے کر مصر کی طرف آیا۔ ۲۹ جمادی الاول ۴۶۷ھ کو وہاں داخل ہو کر ترکی امرار کو قتل کیا اور ان کے محلات و اموال کو قبضہ میں لایا۔ پھر اسکندریہ میں جا کر مخالفین کو فنا کیا۔ اور جہاں جہاں وہ بھاگے ڈھونڈ ڈھونڈ کر پکڑا۔ سارے ملک پر اس کا رعب غالب آگیا۔ خلیفہ نے اس کو ملکی اور فوجی دونوں وزارتوں کا عہدہ دیا اور بڑے بڑے خطابات بخشے۔

اس نے ہر طرف امن قائم کیا۔ کاشتکاروں اور فلاحوں کو جو مدت سے خستہ حال ہو رہے تھے اطمینان دلایا۔ جا بجا پلوں کی مرمت کرائی۔ مقیاس النیل کو درست کیا۔ تجارت کو فروغ دیا جس سے سارا ملک خوش حال ہو گیا۔ اور خلیفہ کی دینی عزت اور دنیاوی سطوت پھر قائم ہو گئی۔ یہاں تک کہ اہل مکہ نے اس کی بیعت کی اور اس کے نام کا خطبہ پڑھنے لگے حالانکہ وہاں پانچ سال سے عباسی خطبہ رائج تھا۔

دمشق سے بدر جمالی کے چلے آنے کے بعد آتسز ترکمانی نے وہاں اپنی مستقل حکومت قائم کر لی۔ اور اسی پر بس نہ کیا بلکہ بیس ہزار فوج لے کر مصر پر بھی چڑھائی کی اور قاہرہ کے متصل پہونچ گیا۔ بدر جمالی نے فوجوں کو مسلح کر کے اچانک پہونچ کر اس کو ایسی شکست دی کہ دمشق بھی ہاتھ سے چھین لیا۔

بدر جمالی کے حسن انتظام سے ملک میں آبادانی اور پیداوار میں ترقی ہو گئی۔ ۴۸۳ھ میں اس نے بندوبست کرایا۔ باوجود شرح لگان میں کمی کر دینے کی ۳۱ لاکھ دینار

سالانہ وصول ہونے لگے۔ حالانکہ اس سے پہلے فاطمیّہ نے کبھی ۲۸ لاکھ سے زیادہ تحصیل نہیں کی تھی۔

اوائل ذی حجہ ۴۸۷ھ میں بیس سال امارت کرنے کے بعد اس نے مصر میں وفات پائی۔ اس کی شجاعت۔ سخاوت۔ رعایا پروری۔ علم اور علماء کی قدر افزائی اور سب سے بڑھ کر بیدار مغزی اور مخلوق کی بہی خواہی کی وجہ سے سب کے دلوں میں اس کا احترام تھا۔ اور لوگ اس کو احمد بن طولون کے درجہ کا امیر سمجھتے تھے۔

اسکندریہ کی جامع عطّارین اسی کی تعمیر کردہ ہے۔ قاہرہ کی فصیل بھی اس نے از سرِ نو درست کرائی تھی۔ شعر سے بھی ذوق رکھتا تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے شعراء تھے جن میں سے علقمہ نے خاص طور پر شہرت حاصل کی۔

اس کے بعد اس کا بیٹا شاہنشاہ افضل امیر الجیوش ہوا۔ اس کو بھی وہی القاب دیئے گئے جو اس کے باپ کے تھے۔

وفات مستنصر

بدر جمالی کے انتقال کے چند روز بعد ۱۸ ذی حجہ ۴۸۷ھ میں مستنصر نے بھی وفات پائی۔ اسی سال کے آغاز میں بغداد کے ستائیسویں عبّاسی خلیفہ مقتدی نے انتقال کیا تھا۔

وفات کے وقت مستنصر کی عمر ۶۷ سال تھی جس میں سے پورے ۶۰ سال اس نے خلافت میں گزارے تھے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ خلافت کی اہلیت اس میں مطلقاً نہ تھی۔ نہ کسی کام کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس پر عیب یہ کہ کان کا کچا۔ جو شکایت سنتا صحیح سمجھتا۔ اسی وجہ سے اس کے خیر خواہ بہت کم لوگ تھے۔

جزیرۂ صقلیہ

اسی کے عہد میں جزیرۂ صقلیہ جو سلطنت فاطمیہ کا ایک بیش قیمت اور زرخیز صوبہ تھا مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔

صقلیہ کو تیسری صدی ہجری کے آغاز میں زیادۃ اللہ اغلبی نے فتح کیا تھا۔ ان سے فاطمیہ کو ملا۔ مرکز خلافت سے بعید ہونے کی وجہ سے جو والی وہاں بھیجا جاتا وہ استقلال کا دعویٰ کر دیتا۔ اس جزیرہ میں فرنگی بھی تھے جو اپنے اہل ملک کو مسلمانوں کے خلاف حملوں کے لیئے بلاتے رہتے تھے۔ والیوں میں ان کی مدافعت کی طاقت نہ ہوتی تھی اس وجہ سے وہاں ہمیشہ اضطراب رہتا تھا۔ خود مسلمان بھی باہم متفق نہ تھے۔ بلکہ دو متضاد گروہ تھے جو ایک دوسرے سے برسرپرخاش رہتے تھے۔ ان میں سے ایک جماعت کا رئیس ابوتمامہ تھا۔ اس نے دوسرے فریق سے شکست کھا کر مقام کاتان میں جس پر ۴۷۲ھ میں فرنگیوں نے قبضہ کرلیا تھا پناہ لی اور ان سے مدد کا خواستگار ہوا۔ وہ تو اسی دن کے آرزومند تھے فوراً تیار ہو گئے۔ دوسرے گروہ نے والی قیروان معز بن بادیس سے مدد چاہی۔ اس نے فوج بھیجی۔ لڑائی میں ابوتمامہ غالب آیا۔ مگر یہ غلبہ در اصل اس کے حامی فرانسیسی سپہ سالار روجرادل کا تھا جس نے سارے جزیرہ پر قبضہ کر کے ۴۵۳ھ میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ اور اسلامی حکومت کو اٹھا دیا۔

(۶) مستعلی باللہ

۴۸۷ھ سے ۴۹۵ھ تک

مستنصر نے تین بیٹے چھوڑے تھے۔ نزار۔ احمد اور اسماعیل۔ ان میں سے

نزار جو سب سے بڑا تھا شجاع اور تنومند تھا۔ اس کے ساتھ امراء کی ایک جماعت بھی تھی۔ لیکن امیر الجیوش افضل کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ ایک بار شہر کے دروازہ سے گزرتے ہوئے افضل سامنے آ گیا۔ اس نے ڈانٹ کر کہا کہ ارمنی گھوڑے سے اُتر جا۔ اس وجہ سے افضل نے مستنصر کے مرنے کے بعد اس کے دوسرے بیٹے ابوالقاسم احمد کو تخت نشیں کرا کے امراء سے بیعت لے لی۔ اور اس کا لقب مستعلی باللہ رکھا۔ نزار کو بھی بلایا کہ بیعت کرے۔ اس نے مخالفت کی اور کہا کہ میرا ہاتھ بھی کاٹ لیا جائے تب بھی میں بیعت نہیں کروں گا۔ میرے پاس خلیفہ کے قلم کا لکھا ہوا ولی عہدی کا فرمان موجود ہے۔ یہ کہہ کر فرمان لینے گیا۔ اس کے اعوان و انصار نے کہا کہ اب فرمان لے جا کر دکھانے سے بھی کچھ نہ ہوگا۔ اور یہ گرہ بلا تلوار کے نہیں کھلے گی۔ بہتر یہ ہو کہ ہم اسکندریہ نکل چلیں اور وہاں سے سامان کر کے آئیں اور خلافت حاصل کریں۔ چنانچہ وہ امیر ابن مصال کو ساتھ لیے ہوئے بھیس بدل کر اسکندریہ کو نکل گیا۔ وہاں کا والی نصر الدولہ افتگین تھا جس کو بدر جمالی نے امارت کے رُتبہ پر پہونچایا تھا۔ رات کے وقت اس کے پاس گیا۔ اور وزارت کی امید دلا کر اس کو اپنے ساتھ متفق کر لیا۔

افضل نے لشکر کشی کی۔ اسکندریہ کے باہر محرم ۴۸۸ھ میں مقابلہ ہوا۔ افضل ہزیمت اُٹھا کر بھاگا نزار سواحلی علاقوں پر قابض ہو گیا۔ افضل دوبارہ فوج لے کر گیا اور اس کو اسکندریہ میں محصور کر لیا۔ شدت محاصرہ سے تنگ آ کر ابن مصال معہ اپنے مال و منال کے مغرب کی طرف بھاگ گیا۔ نزار اور افتگین گرفتار ہوئے اور قاہرہ میں لا کر قتل کیے گئے۔

۱۷ صفر ۴۹۵ھ میں مستعلی نے قاہرہ میں وفات پائی۔ اسی کے عہد میں اہل یورپ نے صلیبی جنگ شروع کی اور جوق جوق آکر الجزیرہ اور شام پر قابض ہوگئے۔ بیت المقدس دولت فاطمیہ کے رقبہ میں تھا۔ ۲۲ شعبان ۴۹۲ھ میں چالیس دن کے محاصرہ کے بعد اس میں بھی داخل ہوگئے۔ اور سارے مسلمانوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اس کے بعد مصر کی طرف بڑھے۔ امیر الجیوش نے سعد الدولہ کی قیادت میں ایک فوج بھیجی جس نے عسقلان کی فصیل کے نیچے شکست دے کر ان کا رخ مصر کی طرف سے پھیر دیا۔

چونکہ جنگ صلیبی کا تعلق تاریخ مصر کے ساتھ مسلسل دو سو سال تک چلا جائے گا اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر اختصار کے ساتھ ان حملوں کی تفصیل بیان کر دی جائے تاکہ آئندہ واقعات سمجھنے میں آسانی ہو۔

حروب صلیبیہ

سلجوقیوں نے جب قونیہ میں اپنی سلطنت قائم کر لی اور ارض روم سے عیسائیوں کا تسلط اٹھا دیا اُس وقت ایک فرانسیسی راہب بطرس نامی نے جو مقامات مقدسہ کی زیارت کو آیا تھا پایائے روم اُربانس کے پاس جاکر فریاد کی اسی وجہ سے یہ لڑائیاں جیسا کہ ہم حصہ پنجم میں لکھ چکے ہیں ارض مقدس و آثار مسیح کی حفاظت کے نام سے یوربین کلیسا نے دینی عداوت اور تعصب کی بنیاد پر مسلمانوں کے ساتھ شروع کیں جن کا سلسلہ ۴۹۰ھ سے ۶۹۰ھ پورے دوسو سال تک قائم رہا۔ اس مدت میں صلیبیوں کی آٹھ یورشیں ہوئیں۔

(۱) پہلی صلیبی فوج اگست ۱۰۹۶ء مطابق ۴۸۹ھ میں یورپ سے روانہ ہوئی۔ جابجا لوٹ مار کرتی اور ہنگری اور بلغاریہ کے باشندوں سے لڑتی ہوئی بہ ارخرانی ایشیائے کوچک میں پہونچی۔ وہاں سلطان قلیج ارسلان سلجوقی کی فوجوں نے ان سب کو ختم کر دیا۔

اس کی تباہی کی خبر سے یورپ میں کہرام مچ گیا۔ پاپائے روم اور راہبوں کی کوشش سے فرانس۔ اور اطالیہ سے امراء اور شاہزادوں کی قیادت میں متعدد فوجیں روانہ ہوئیں جن کی تعداد سات لاکھ سے کم نہ تھی۔ اُنھوں نے آکر انطاکیہ۔ رہا۔ اور بیت المقدس کو فتح کر کے تین ریاستیں قائم کر لیں۔

(۲) دوسری یورش ۵۴۲ھ میں ہوئی جبکہ سلطان نورالدین زنگی نے صلیبیوں پر سخت حملے شروع کیے اور رہا کو جو اُن کا ایک بڑا مستقر تھا فتح کر لیا صلیبیوں کے اوپر اس کا ایسا رعب غالب آگیا کہ وہ مقابلہ سے ہمت ہار بیٹھے اور راوجانیوس پاپائے روم کے پاس فریاد کی کہ اہل یورپ کو امداد کے لیے بھیجے۔ اس نے تمام یورپین ممالک میں مذہبی جنگ کا اعلان کیا۔ چنانچہ اطالیہ۔ فرانس۔ جرمنی۔ آسٹریا نیز انگلستان سے جوق جوق صلیبی فدائی جمع ہو کر روانہ ہوئے۔ شاہ فرانس لوئس سابع اور شاہ جرمنی کونراڈ بھی ساتھ تھے۔ بڑی بڑی مزاحمتوں کے بعد یہ لوگ قدس میں پہونچے۔ اور زیارت کے بعد دمشق کی طرف چڑھائی کی۔ لیکن سلطان نورالدین کے مقابلہ میں کچھ نہ کر سکے اور سلسلہ وار جنگوں اور شکستوں میں مبتلا رہے۔

(۳) جب غازی نورالدین نے ۵۶۹ھ میں انتقال فرمایا اور سلطان صلاح الدین اس کی جگہ پر پوری قوت کے ساتھ صلیبیوں کے مقابلہ میں آگیا یہاں تک کہ ۵۸۳ھ میں

بیت المقدس بھی لے لیا اس وقت پاپائے روم اربانس ثالث نے پھر تمام یورپ میں شور مچایا اور استرداد قدس کے لئے عیسائیوں کو آمادہ کیا۔

اس زمانہ میں فرانس اور انگلستان میں جنگ قائم تھی مگر اس مذہبی جنگ کے لئے دونوں نے باہم صلح کرلی اور بادشاہ فرانس فلپ آگسٹس اور بادشاہ انگلستان رچرڈ شیر دل دونوں اپنی اپنی فوجیں لے کر بڑے سازوسامان کے ساتھ چلے۔ آسٹریا کا بادشاہ فریڈرک بھی جو دوسری یورش میں شامل تھا اپنے امرا اور لشکر کو لے کر روانہ ہوا۔ بحری راستہ سے یہ لوگ فلسطین پہونچے۔ لیکن صلاح الدین کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ آخر کار مجبور ہوکر ۵۸۸ھ میں اس کے ساتھ صلح کرکے واپس گئے۔

(۴) یورپ میں جب سلطان صلاح الدین کی وفات کی خبر پہونچی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اپنی سلطنت کو تین حصوں میں تقسیم کرگیا ہے اس وقت پاپائے سلیسٹیوس ثالث نے موقع دیکھ کر پھر یورپین طاقتوں کو آمادہ کیا۔ انگلستان اور فرانس کے بادشاہ تو باہمی جنگ کی وجہ سے مستعد نہ ہوئے لیکن شاہ آسٹریا ہنری جو فریڈرک مذکور کا بیٹا تھا فوجیں لے کر چلا۔ راستہ میں سسلی کو فتح کرکے خود وہیں رہ گیا اور لشکر قدس کی طرف بھیج دیا۔ یہاں صلاح الدین کے بیٹے ملک عزیز اور اس کے بھائی سیف الدین عادل نے ان کو مغلوب رکھا۔ یہاں تک کہ ۵۹۴ھ میں ہنری مذکور کی موت کی خبر آگئی اور یہ فوج واپس چلی گئی۔

(۵) ۵۹۵ھ میں اینوشانیسوس جس کی عمر ۳۳ سال تھی روم میں پاپائی کے مسند پر آیا۔ اس نے نئے سرے سے دینی جہاد کا جوش پھیلایا اور تمام ملوک یورپ کے پاس قاصد بھیج کر قدس کو مسلمانوں سے واپس لینے کی ترغیب و تحریک دلائی۔

تھیوبلٹ کاونٹ وی شمپانیا جو شاہ فرانس کا بھتیجا تھا اپنے ساتھ بہت سے امیروں اور فوجوں کو لے کر چلا۔ راستہ میں ان لوگوں نے زارا اور قسطنطنیہ کو فتح کر لیا اور رومیوں سے لڑتے رہے۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں پہونچ سکے۔ جس پر کلیسا کی طرف سے موردِ لعن و طعن ہوئے۔

(۶) ۶۰۶ھ میں جب شام میں صلیبیوں کا بادشاہ اموری مرگیا تو انھوں نے شاہ فرانس فلپ آگسٹس سے امداد کی درخواست کی اس نے یوحنا بریانا کو وہاں کا بادشاہ بنا کر بھیجا۔ اور کلیسا کے ذریعہ سے تمام یورپ میں اعلان کر کے ایک موتمر منعقد کرائی جس میں ارضِ مقدس کے صلیبیوں کی امداد کی ترغیب و تحریک دلائی گئی۔ نوجوانوں کی ایک جماعت آمادہ ہوئی۔ مگر جس وقت پاپائے روم کی برکتیں لے کر اور سینوں پر صلیبیں لگا کر جہاز پر سوار ہوئی تو ایک ہوائی طوفان آگیا جس سے اکثر غرق ہو گئے۔ بقیہ کچھ اپنے گھروں کو واپس گئے اور کچھ اطالیہ میں رہ گئے اور وہیں کھیتی کرنے لگے۔

۶۱۳ھ میں پھر کلیسا کی طرف سے پکار ہوئی۔ اس وقت ایک بڑی جمعیت شاہ ہنگری اندراوس ثانی کی معیت میں ارضِ مقدس کی طرف چلی۔ ان کے ساتھ ہوگز اول شاہ سسلی بھی فوجیں لے کر روانہ ہوا۔

ملک عادل نے ان کے مقابلہ کے لیے نابلس پر مورچہ بندی کی تھی مگر ان کی تعداد اور قوت اس قدر زیادہ تھی کہ وہ مدافعت نہ کر سکا۔ انھوں نے بہت سے شہروں کو فتح کر لیا۔ پھر مصر کی طرف بڑھے اور دمیاط کا محاصرہ کیا۔ ستر ہزار سوار تھے اور چار لاکھ پیدل۔ چھ ماہ ۲۲ دن کے بعد اس میں داخل ہو گئے۔

اسی دوران میں ملک عادل نے وفات پائی اور اس کا بیٹا ملک کامل تخت

تخت نشیں ہوا۔ اس نے دمیاط سے ان کو نکالا۔

اس اثناء میں ایوبی امراء میں باہمی تنازعیں واقع ہوگئیں جن کی وجہ سے صلیبی صلحاً بیت المقدس پر قابض ہوگئے۔ ۶۳۷ھ میں ملک ناصر والی کرک نے آکر ان کو پھر وہاں سے نکالا۔

(۷) استرجاع قدس کی خبر سے یورپ میں پھر ہیجان پیدا ہوا۔ لیکن اس زمانہ میں چنگیز خاں کے حملوں کی وجہ سے جن کے شعلے آسٹریا اور ہنگری تک پہونچ گئے تھے یورپین سلطنتیں اپنی اپنی حفاظت میں مشغول تھیں۔ جب وہ خوف جاتا رہا تو ۶۴۳ھ میں شاہ فرانس لوئس تاسع اپنے امراء کے ساتھ ایک عظیم الشان فوج لے کر روانہ ہوا۔ قبرص ہوتے ہوئے مصر کے سواحل پر آیا اور دمیاط پر پہونچ کر اس کو فتح کر لیا۔ ملک صالح نجم الدین جو بیمار تھا مدافعت کے لیے آیا لیکن انتقال کر گیا۔ اس کی بیوی شجرۃ الدر نے اس کی موت کو مخفی رکھا یہاں تک کہ اس کا بیٹا ملک معظم حصن کیفا سے آکر تخت نشیں ہوا۔ اس نے صلیبیوں کو دمیاط سے نکالا۔ اس جنگ میں ممالیک بحریہ نے نمایاں کام کیے۔ تیس ہزار صلیبیوں کو قتل کر ڈالا اور شاہ لوئس کو بھی پکڑ لیا۔ اور قید کر دیا۔

ملک معظم کے بعد جب شجرۃ الدر تخت پر بیٹھی تو اس نے شاہ مذکور سے ۸ لاکھ دینار فدیہ لے کر رہا کر دیا۔ وہ عکا میں چلا گیا۔

۶۴۹ھ میں ناصر الدین یوسف ایوبی والی دمشق اور معز جاشنگیر سلطان مصر میں جب صلیبیوں کے مقابلہ کے لیئے باہمی اتحاد کا عہد و پیماں ہوا اس وقت لوئس مذکور نے یورپ سے کمک کی درخواست کی۔ مگر کوئی نہ آیا۔ اسی اثنا

میں اس کی والدہ ملکہ بلانشا جو اس کی عدم موجودگی میں فرانس کی حکمراں تھی انتقال کر گئی۔ اس وجہ سے وہ فرانسیسیوں کو لے کر واپس چلا گیا تاکہ اپنے ملک کی حکومت سنبھالے۔

(۸) ۶۵۹ھ میں جب ایک طرف رومیوں نے ان صلیبیوں کو جو پانچویں یورش میں قسطنطنیہ پر قابض ہو گئے تھے اپنے سردار میخائیل کی قیادت میں مار کر نکال دیا اور دوسری طرف سلطان بیبرس بندقداری کے بے پناہ حملوں سے ارض مقدس کے صلیبی عاجز اور مغلوب ہو گئے اور اکثر شہر ان کے قبضہ سے نکل گئے اس وقت شاہ فرانس لوئس تابع پھر لشکر لے کر آیا۔ اور بجائے ارض مقدس کے افریقہ میں اتر کر تونس کا محاصرہ کیا۔ اسی میں وفات پا گیا۔

بادشاہ سسلی کارلونس بھی فوجیں لے کر اس کی کمک کے لئے آ گیا تھا۔ سلطان تونس نے کچھ رقم دے کر ان کے ساتھ صلح کر لی جس کے بعد یہ لوگ واپس چلے گئے۔

شام کے صلیبی جو سلطان بیبرس کے ہاتھ سے بچ رہے تھے ان میں سے طرابلس شام والوں کو ملک منصور قلاؤن الفی نے ۶۸۸ھ میں اور آخری صلیبی جماعت کو جو عکا میں رہ گئی تھی اس کے بیٹے ملک اشرف خلیل نے ۶۹۰ھ میں نکال دیا۔ اور ارض مقدس کو دو سو سال کے بعد ان سے بالکل خالی کرا لیا۔

(۷) آمر باحکام باللہ
۴۹۵ھ سے ۵۲۴ھ تک

مستعلی کے بعد اس کا بیٹا ابو علی منصور آمر کے لقب سے خلیفہ ہوا۔ اسی سال صلیبیوں نے عکا پر قبضہ کیا۔ پھر طرابلس شام لے لیا۔ اس کے بعد سلسلہ وار

سات سال تک یکے بعد دیگرے شام اور فلسطین کے شہروں پر قبضہ کرتے رہے۔ اور رہا۔ انطاکیہ اور بیت المقدس تین مستقل ریاستیں قائم کرلیں۔ خلیفہ فاطمی بھی خلیفہ عباسی کی طرح خاموش بیٹھا مسلمانوں کے قتل و غارت اور تباہی و بربادی کا تماشا دیکھتا رہا اور سوائے ایک دوبار کے جو صرف مصر کی حفاظت کے لیئے تھی کبھی ان کی مدافعت کا خیال نہ کیا۔

اواخر ۵۱۱ھ میں شاہ بالڈوین قدس سے ایک بڑی جمعیت لے کر فتح مصر کے لیئے روانہ ہوا۔ اور فرما میں پہونچ کر وہاں کے باشندوں کو ذبح کر ڈالا۔ ان کے مکانات لوٹ لیئے اور مسجدوں میں آگ لگا دی۔ آمر عیش پرستی میں منہمک تھا۔ کوئی مقابلہ نہ کیا۔ مگر بالڈوین خود بیمار ہوکر واپس چلا گیا اور راستہ ہی میں مرگیا۔

رمضان ۵۱۵ھ میں آمر نے امیر الجیوش افضل کو قتل کرادیا۔ چالیس دن تک اس کے گھر کا مال و متاع خچروں پر خلیفہ کے محل میں منتقل ہوتا رہا۔ اس کی اولاد بھی قید کردی گئی۔

افضل کے بعد ابن بطائحی وزیر مقرر ہوا۔

ادھر یہ اضطرابات تھے اُدھر باطنیوں نے موقع پاکر اپنی قوت بڑھالی۔ اور شام میں بڑے بڑے قلعے بنالیئے۔ جو امیر یا والی ذرا بھی ان کے خلاف حرکت کرتا باطنی فدائی پہونچ کر بے دریغ اس کو قتل کردیتے۔ مجبوراً لوگ ان کو رضامند رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اسی جماعت کے ایک شخص نے ۲ ذی قعدہ ۵۲۴ھ میں آمر کو قتل کردیا۔

آمر نہایت بدتدبیر اور عیاش تھا۔ نہ مہمات سلطنت کی اس کو خبر تھی نہ

ان کو انجام دینے کی لیاقت رکھتا تھا۔ افضل امیر الجیوش اگر نہ ہوتا تو صلیبی مصر کو فتح کر لیتے۔ نادانی سے اس کو بھی خدام قصر کی شکایت پر قتل کرا دیا۔

(۸) حافظ لدین اللہ

۵۲۴ھ سے ۵۴۴ھ تک

آمر نے کوئی نرینہ اولاد نہیں چھوڑی تھی۔ لیکن اس کی بیوی حاملہ تھی۔ اس وجہ سے انتظار کیا گیا کہ شاید بیٹا ہو مگر لڑکی پیدا ہوئی۔ اس لیئے خاندان فاطمی میں سے اس کا چچا زاد بھائی عبد المجید حافظ لدین اللہ کے لقب سے خلیفہ بنایا گیا۔ اس نے افضل کے بیٹے احمد کو وزیر مقرر کیا۔ مخالفین نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد ایک شخص بہرام نامی وزارت پر بلایا گیا وہ بھی ۵۴۳ھ میں مقتول ہوا۔

صلیبیوں کی طرف سے اس زمانہ میں اہل مصر مطمئن تھے کیونکہ ان کو سلطان نور الدین زنگی کے پیہم حملوں سے مصر کی طرف نگاہ اٹھانے کی بھی فرصت نہ تھی لیکن مغرب سے ایک اس سے بھی بڑا خطرہ رونما ہوا۔ وہ یہ تھا کہ رو جر ثانی فرماں روائے سسلی نے ڈھائی سو جنگی کشتیاں لے کر افریقہ پر حملہ کیا۔ پہلے برقہ پر فوجیں اتاریں۔ وہاں مسلمانوں کو قتل کیا۔ اور ان کی عورتوں اور بچوں کو پکڑ لیا۔ پھر ۵۴۱ھ میں طرابلس غرب پر قابض ہو گیا۔ اس کے دو سال کے بعد مہدیہ پر جو خلافت فاطمیہ کا مہد اور اولیں مرکز تھا تسلط کر لیا۔ وہاں سے اسکندریہ کی طرف بڑھا۔ اہل مصر نہایت خوف زدہ تھے مگر خود سسلی پر رومیوں کے حملہ کی وجہ سے وہ واپس چلا گیا۔

۵۴۴ھ میں ۱۸ سال کی عمر میں حافظ لدین اللہ نے انتقال کیا۔ ساٹھ سال کی عمر میں خلیفہ ہوا تھا۔ بجز دستخط کر لینے کے خلافت کی اور کوئی قابلیت اس میں نہ تھی۔

اس کو اکثر درد قولنج کا دورہ ہوا کرتا تھا۔ موسیٰ طبیب نے سات دھاتوں کو مرکب کر کے ایک طبل تیار کیا جس پر ساتوں ستاروں کے نقوش بنائے۔ اس کے بجانے سے ریاح خارج ہوتے اور درد جاتا رہتا۔

خزانۂ خلافت میں یہ طبل محفوظ تھا۔ صلاح الدین کے زمانہ میں کسی کرد سپاہی نے اس پر ہاتھ رکھا اور ریح خارج ہو گئی۔ شرما کر اُس کو توڑ ڈالا۔ لوگوں نے جب دیکھا تو اس کے ضائع ہونے پر افسوس کیا۔ کیونکہ یہ طبل فنِ طب کا ایک نادر کرشمہ سمجھا جاتا تھا۔

(۹) ظافر بامر اللہ

۵۴۴ھ سے ۵۴۹ھ تک

حافظ کے بعد اس کا سب سے چھوٹا بیٹا ابو المنصور اسماعیل ظافر بامر اللہ کے لقب سے خلیفہ بنایا گیا۔ اس کی عمر اُس وقت ۱۷ سال تھی۔ امور سلطنت سے کوئی سروکار نہیں رکھتا تھا اور دن رات بہیمی شہوات میں منہمک۔ آغاز عہد ہی میں وزیر بھی مر گیا اور دوسرا وزیر امراء کے باہمی اختلاف کی وجہ سے مقرر نہ ہو سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سارا نظام ابتر ہو گیا۔

۵۴۸ھ میں صلیبیوں نے بڑھ کر عسقلان کو فتح کر لیا اور مغرب سے روجر ثانی پھر ایک جنگی بیڑا لے کر پہونچا۔ شہر تانیس میں آگ لگا دی۔ فرما کو تاخت و تاراج کیا اور بے شمار مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر واپس گیا۔

اب عباس وزیر مقرر کیا گیا۔ اس کا بیٹا نصر جو نہایت درجہ حسین تھا خلوت اور جلوت میں ظافر کے ساتھ رہتا تھا جس کی وجہ سے لوگ اس کو متہم کرنے لگے۔ اس داغ کو مٹانے کے لئے وزیرزادہ نے اپنے باپ کے اشارہ سے مخفی طور پر ظافر کو وسط محرم ۵۴۹ھ

میں اپنے گھر دعوت کے لیئے بلا کر ذبح کر کے وہیں دفن کر دیا۔

عباس دوسرے دن حسب معمول خلیفہ کو سلام کرنے کے لیئے قصر میں پہونچا۔ جب وہ نہ ملا تو تلاش شروع کی اور اس کے دونوں بھائیوں جبریل اور یوسف کو بلا کر پوچھا۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم کو کچھ علم نہیں۔ عباس نے اپنے بیٹے کے جرم کو چھپانے کے لیئے انھیں دونوں پر خلیفہ کے قتل کا الزام رکھ کر اُسی وقت ان کے سر کٹوا لیئے۔

(۱۰) فائز بنصر اللہ

۵۴۹ھ سے ۵۵۶ھ تک

عباس نے ظافر کے بیٹے فائز کو جس کی عمر اُس وقت پانچ سال سے زائد نہ تھی اپنے کندھے پر اُٹھا لیا۔ اور امراء اور خدام سے مخاطب ہو کر کہا کہ خلیفہ کو اس کے دونوں بھائیوں نے مارا تھا جو قصاص میں قتل کیئے گئے۔ اب ہمارا فرض یہ ہی کہ اپنے اس کم سن آقازادہ کو امام بنائیں اور اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کریں۔ حاضرین نے اس زور سے "بسر و چشم" کا نعرہ لگایا کہ خلیفہ نے سہم کر وزیر کے کندھے کو تر کر دیا۔ اس کے دل و دماغ میں بھی خلل پڑ گیا جس کی وجہ سے مسلسل مرگی اور اختلاج کے دورے ہونے لگے۔

عباس خوش تھا کہ ایک بچہ کو تخت پر بٹھا کر وہ سلطنت کا مالک بن گیا لیکن اہل قصر کو اصل حقیقت کی خبر لگ گئی۔ اور وہ انتقام کی فکر کرنے لگے۔

صالح طلائع بن رزیک ارمنی والی منیتہ الخصیب جو نہایت غالی شیعہ اور ظافر کے خاص معتمدین میں سے تھا اس زمانہ میں نجف اور کربلا کی زیارت کو

گیا ہوا تھا۔ جرم نے یہ کیفیت اس کو لکھی اور مدد چاہی۔ وہ اپنے ساتھیوں کے مشورہ سے اعراب کی ایک جمعیت ساتھ لے کر سیاہ ماتمی لباس پہنے ہوئے مصر آیا۔ امرا سلطنت سب اس کے استقبال کے لیئے حاضر ہوئے۔ عباس معہ اپنے بیٹے کے عسقلان کی طرف بھاگا۔

صالح نے قاہرہ میں داخل ہو کر وزیر کے گھر میں سے ظافر اور اس کے ساتھیوں کی نعشیں نکلوائیں اور ان کو تربت زعفران میں دفن کرایا۔ اس کے بعد مسند وزارت پر بیٹھ کر ملکی انتظامات میں مصروف ہوا۔

ظافر کی بہن نے عسقلان کے صلیبیوں کو ایک کثیر رقم کا وعدہ دے کر لکھا کہ جس طرح ہو سکے عباس اور اس کے بیٹے کو پکڑ کر بھیج دیں۔ اُنھوں نے گھیر کر عباس کو لوٹ لیا اور قتل کر ڈالا۔ اور نصر کو پکڑ کر مصر لائے۔ اور موعودہ رقم لے کر اس کو خدام کے حوالہ کیا جنھوں نے ہر قسم کی سزائیں دے کر مار ڈالا۔ اور جثہ کو سولی پر لٹکا دیا۔ پھر ۵۵۱ھ میں عین عاشورہ کے دن اس کی ہڈیاں جلائیں۔

فائز ۵۵۶ھ میں مر گیا۔ اس کے زمانہ میں مصر زوال و اضمحلال کی انتہائی حد پر پہونچ گیا تھا چنانچہ ہر سال صلیبیوں کو ایک بڑی رقم اس لیئے بھیجنی پڑتی تھی کہ وہ مصر پر چڑھائی نہ کریں۔

(۱۱) عاضد لدین اللہ

۵۵۶ھ سے ۵۶۷ھ تک

فائز کی وفات کے بعد صالح نے فاطمی خاندان کے ایک سن رسیدہ شخص کو خلافت کے قابل سمجھ کر اس کی بعیت کا ارادہ کیا۔ مگر کسی خیر خواہ نے اس کے کان

میں کہا کہ پہلے وزراء تم سے زیادہ عاقل تھے جو بچوں کو خلیفہ بنا کر خود امور سلطنت کے متولی بن جاتے تھے۔ یہ سُن کر اس نے حافظ لدین اللہ کے ایک نابالغ پوتے عبداللہ کو عاضد کا لقب دے کر خلیفہ بنا دیا۔ اور مہمات سلطنت پر بلا شرکت غیرے قابض ہو گیا۔ مزید تقرب کے لئے اپنی بیٹی بھی خلیفہ کے ساتھ بیاہ دی۔ اور رخصتی کے وقت بیش قیمت جہیز اس کو دیا۔

قتل صالح

صالح کے استبداد سے لوگ تنگ آ گئے۔ خاصکر خلیفہ کی پھوپھی۔ اس لئے اس نے اپنے چند غلاموں کو بھیجا جو قصر کی دہلیز میں چھپے رہے جب وہ نکلنے لگا تو خنجر سے اس کا شکم چاک کر دیا۔ لوگ اس کو اٹھا کر اس کے گھر لے گئے۔ جہاں وہ ۱۹ رمضان ۵۵۶ھ میں مرگیا۔ مگر مرنے سے پہلے خود خلیفہ کے حکم سے اس کی پھوپھی سے اپنا انتقام لے لیا۔

یہ شخص فاضل۔ شجاع۔ سخی اور مدبر تھا۔ فرائض شرعیہ کا پابند۔ لیکن شیعیت میں غلو رکھتا تھا۔ حضرت علی کی خلافت بلا فصل پر علماء و فقہاء سے مناظرے کئے۔ اور ایک کتاب بھی لکھی جس کا نام رکھا "الاعتماد فی الرد علی اہل العناد"۔ شعر بھی کہتا تھا۔

مشہد حسین رض

اسی کے زمانہ میں مشہد حسین تعمیر کیا گیا۔ صورت یہ ہوئی کہ افضل امیر الجیوش جب شام کی مہم پر گیا تھا اس کو معلوم ہوا کہ عسقلان میں امام حسین کا سر مدفون ہے۔ اس نے اس مدفن پر ایک قبہ تعمیر کرا دیا۔ صالح نے اپنے عہد میں چاہا کہ اس کو مصر میں لائے۔ اس کے لئے قاہرہ کی فصیل کے باہر ایک مدفن اور جامع تیار کرائی

لیکن خلیفہ نے اس اثر شریف کو شہر کے باہر رکھنا گوارا نہ کیا بلکہ اپنے قصر زمرد میں ایک جگہ اس کے لیئے مخصوص کی۔ وہیں مشہد بنایا گیا جس میں عسقلان سے خاک منتقل کی گئی۔

شاور

صالح طلائع کے بعد اس کا بیٹا محی الدین وزیر ہوا جس کو خلیفہ نے ملک عادل کا خطاب دیا۔ مگر وہ زیادہ عرصہ تک نہیں رہ سکا اور اس کی جگہ شاور نے لے لی۔ صالح کے پروردوں کی ایک جماعت تھی جس کا سرغنہ ضرغام تھا۔ اس نے اپنے رفیقوں کو متفق کر کے چاہا کہ اس کی جگہ لے رمضان ۵۵۸ھ میں اس کے محل پر حملہ کیا۔ شاور کا بڑا بیٹا مارا گیا مگر وہ خود بچ کر شام کی طرف نکل گیا اور ضرغام نے وزارت حاصل کر لی۔

ضرغام

ضرغام میں عقل۔ شجاعت۔ کرم۔ شیریں زبانی اور حسن صورت جملہ صفتیں تھیں لیکن ایک عیب یہ تھا کہ جو شکایت کسی کی سنتا اس پر فوراً یقین کر لیتا۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد کسی کے ذریعہ سے اس کو یہ خبر ملی کہ امراء پھر شاور کو وزارت پر بلانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اس بنیاد پر اس نے جملہ امراء کو جن کی تعداد ۶۰-۷۰ تھی اپنے گھر میں بلا کر قتل کرا دیا۔ ان رجال دولت کے خاتمہ سے ملک میں تین اضمحلال پیدا ہو گیا۔ چنانچہ صلیبیوں نے چڑھائی کر دی۔ ضرغام نے اپنے بھائی ہمام کو مقابلہ کے لیئے بھیجا۔ وہ شکست کھا کر بحال تباہ قاہرہ واپس آ گیا اور صلیبی بلبیس کے قلعہ پر قابض ہو گئے۔

اسد الدین شیرکوہ

شاور مصر سے سلطان نورالدین کے پاس پہونچا جو اُس وقت صلیبیوں کے مقابلہ میں سرگرم جہاد تھا۔ اور جملہ سلاطین و ملوک اسلام میں قوت و شوکت میں سربلند۔ اور اس سے مدد کا طالب ہوا۔ اس نے مصر کو زیر بار احسان رکھنے کے لئے اِس موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنے امراء میں سے ایک خاص معتمد اسدالدین شیرکوہ کو فوج دے کر اس کے ساتھ روانہ کر دیا۔

شیرکوہ کرد کے قبیلہ رواویہ سے تھا جن کی سکونت در بند ناحیۂ آذربیجان میں تھی۔ اس نے اور اس کے بھائی نجم الدین ایوب نے سلطان نورالدین کے ہمراہ صلیبیوں کے مقابلہ میں ایسی شجاعت۔ بسالت اور جنگی لیاقت کا اظہار کیا تھا جس سے سلطان کے دل میں ان کی خاص وقعت ہو گئی تھی۔

صلاح الدین

یوسف صلاح الدین پسر نجم الدین ایوب بھی اپنے چچا کے ہمراہ چلا۔ اس کا باپ بوجہ نوعمری کے اس کو بھیجنے پر رضامند نہ تھا لیکن تقدیر یوسف صدیقؑ کی طرح اس کو کھینچ کر لے گئی کہ عزیز مصر بنا دے۔

اس کی ولادت قلعۂ تکریت میں ۵۳۲ھ میں ہوئی تھی۔ یہی وہ نوجوان ہے جو آگے چل کر سلطان صلاح الدین ایوبی فاتح جنگ صلیبی کے لقب سے مشہور ہوا اور جس کے کارنامے اسلامی تاریخ کے اوراق کے زیب و زینت بنے۔

۲۹ جمادی الاول ۵۵۹ھ کو یہ لوگ مصر میں داخل ہوئے۔ ضرغام مقابلہ میں مارا گیا۔ اور شاور پھر وزارت پر آیا۔ اس نے ایک ثلث مصر کا خراج سلطان نورالدین کے پاس اس کے احسان کے معاوضہ میں بھیجا۔ مگر سلطان کی غرض یہ نہ تھی۔

وہ چاہتا تھا کہ فاطمی سلطنت پر جو انتہائی ضعف کو پہونچ چکی ہے خود قابض ہو جائے۔
اس بارے میں شیرکوہ کو لکھا۔ اس نے شاور سے مشورہ کیا۔ دونوں مخفی طور پر
باہم متفق ہوئے کہ سلطانی قبضہ کا اعلان کر دیں۔ لیکن پھر شیطان نے
شاور کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ وہ شیرکوہ اور اس کے مٹھی بھر ساتھیوں کو
مصر سے نکال سکتا ہے۔ اور نورالدین یہاں پہونچ نہیں سکتا۔ پھر کیوں ملک
اس کے حوالہ کرے۔ یہ سوچ کر صلیبیوں کو لکھا کہ تم فوج لے کر آؤ اور شیرکوہ کو
مصر سے نکالنے میں میری مدد کرو ورنہ اگر مصر نورالدین کے قبضہ میں چلا گیا تو
تمھاری بھی خیر نہیں۔ اس کے علاوہ ان کو بہت کچھ مال و متاع دینے کا بھی
وعدہ کیا۔

صلیبیوں نے جمعیت کثیر فراہم کر کے کوچ کیا۔ سلطان نورالدین کو جب
اس کا علم ہوا تو فوجیں لے کر ان کے شہروں پر حملہ آور ہوا تاکہ وہ مصر کی طرف
نہ جا سکیں لیکن وہ نہیں رُک سکے۔ کیونکہ مصر کا نورالدین کے قبضہ میں چلا جانا ان کے
لیے بہت بڑا خطرہ تھا۔ علاوہ بریں یہ بھی اُمید رکھتے تھے کہ شاید اس نادر موقع پر
مصر کو فتح کر لیں۔

شیرکوہ اطلاع پا کر بلبیس کے قلعہ میں جہاں سے صلیبیوں کو نکالا تھا جا کر
قلعہ گیر ہو گیا۔ شاور نے صلیبیوں کو ساتھ لے کر محاصرہ کیا۔ باوجود اس کے کہ
اس کی فصیلیں بلند نہ تھیں اور روزانہ صبح و شام کو نکل کر وہ مقابلہ بھی کرتا تھا مگر
تین مہینے گزر گئے اور یہ لوگ اس کا کچھ نہ کر سکے۔

اس درمیان میں نورالدین نے شام میں صلیبیوں کو شکستیں دیں۔ اور

قلعہ حارم پر بھی جو ان کا خاص مامن تھا قبضہ کر لیا۔ جب یہ خبریں مصر میں پہونچیں تو صلیبیوں نے گھبرا کر اپنے گھر کی حفاظت کے لیئے مصر سے واپسی کا ارادہ کیا۔ شیرکوہ کو لکھا کہ تم اگر یہاں سے چلے جاؤ تو ہم محاصرہ اُٹھالیں۔ وہ واقعات سے بے خبر اور قلت ذخیرہ سے تنگ تھا۔ راضی ہوگیا۔ اور مصر کو چھوڑ کر نورالدین کے پاس چلا آیا۔

وہاں ۵۶۲ھ تک رہا۔ لیکن مصر کا خیال اس کے دل کو چین نہ لینے دیتا تھا۔ آخر کار اس نے منتخب بہادروں کی ایک فوج مرتب کرکے سلطان سے مصر کی اجازت چاہی۔ وہ راضی نہ تھا مگر اس کے وفور شوق سے مجبور ہو کر پروانگی دی۔ اور چند امیروں کو بھی ساتھ کر دیا۔ اس کل جماعت کی تعداد دو ہزار سوار تھی۔

شاور نے اس کی اطلاع پاکر پھر صلیبیوں کو بلایا۔ وہ یلغار کرتے ہوئے پہونچے۔ شیرکوہ آب نیل سے اُتر کر بالائی مصر میں پہونچ چکا تھا۔ اس کے پیچھے مصری اور صلیبی لشکر دریا کی طرح موجیں مارتے ہوئے چلے۔

شیرکوہ نے دیکھا کہ میری جمعیت قلیل اور غریب الدیار ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کے دل چھوٹ جائیں۔ اس لیئے سب کو جمع کرکے مشورہ لیا۔ بعضوں نے کہا کہ یہاں اگر ہم شکست کھاگئے۔ اور ظن غالب یہی ہے۔ تو ہمارے لیئے کوئی صورت پناہ کی نہ ہوگی۔ اور اس ملک کے عامی اور لشکری اور بازاری و فلاح سب کے سب چُن چُن کر ہم کو قتل کر ڈالیں گے ایک بھی بچ کر گھر نہ جاسکے گا۔

یہ سُنکر نورالدین کے ممالیک میں سے ایک شخص شرف الدین برغش نامی کھڑا ہوا اور بولا کہ جو قتل یا قید سے ڈرتا ہے وہ فوج میں کیوں شامل ہوتا ہے۔ چاہیئے کہ بیوی کے ساتھ گھر میں بیٹھے۔ یاد رکھیئے کہ اگر یہاں سے بلا جنگ یا غلبہ حاصل کیئے ہم

واپس گئے تو نورالدین ہماری تنخواہیں بند اور جاگیریں ضبط کرلے گا۔ اور کہے گا کہ تم مسلمانوں کا مال کھاتے ہو اور ان کے دشمنوں سے بھاگتے ہو۔ مصر کو کیوں کفار کے حوالہ کر آئے۔ اس کا کوئی جواب ہمارے پاس نہ ہوگا۔

صلاح الدین نے بھی اس کی تائید کی۔ اور کہا کہ اب سوائے جنگ کے اور کوئی سبیل نہیں۔ شیرکوہ نے کہا کہ یہی رائے صحیح ہے اور میں اسی پر عمل کروں گا۔ چنانچہ مقابلہ کے لیے صف آرائی کی۔ اور اپنی جنگی مہارت اس روز کام میں لاکر ایسی بے جگری اور تدابیر کے ساتھ لڑا کہ ایک ساتھ دونوں فوجوں کو شکست دی اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ میمنہ پر خود تھا اور قلب میں صلاح الدین کو رکھا تھا۔

شیرکوہ کے اس عجیب کارنامہ پر مورخین انگشت بدنداں ہیں کہ کس طرح اس نے صرف دو ہزار سواروں سے ساری مصری اور فرنگی طاقت کو چند گھنٹوں میں توڑ دیا۔

اس فتح سے وہ صعید سے اسکندریہ تک قابض ہوگیا۔ وہاں اپنے بھتیجے صلاح الدین کو متعین کیا اور خود بالائی مصر کا خراج تحصیل کرنے لگا۔

ہزیمت خوردہ جماعت نے پھر اپنا سازو سامان درست کرکے اسکندریہ پر چڑھائی کی۔ اور صلاح الدین کو محصور کرلیا۔ شدت محاصرہ اور قلت رسد کی وجہ سے اس پر ایسی سختی گزر گئی جس کو وہ زندگی بھر نہیں بھولا۔

جب شیرکوہ مقابلہ کے لیے پہونچا اس وقت مصالحت کی گفتگو شروع ہوئی۔ طے یہ پایا کہ جو کچھ اس نے وصول کرلیا ہے اس کے علاوہ پچاس ہزار دینار اور لے اور اپنی فوج کو لے کر مصر سے چلا جائے۔ شیرکوہ نے منظور کیا بشرطیکہ صلیبی بھی یہاں سے واپس جائیں اور مصر کے ایک گاؤں پر بھی قبضہ نہ کریں۔

شیرکوہ اسکندریہ کو مصریوں کے حوالہ کرکے ذی قعدہ ۵۶۲ھ کو واپس چلا گیا۔ لیکن صلیبیوں نے قاہرہ میں اپنا شحنہ اور سواروں کا ایک دستہ چھوڑا کہ اگر نورالدین کوئی فوج بھیجے تو وہ شہر کی حفاظت کر سکیں۔

اس شحنہ اور اس کی فوج نے اہل قاہرہ پر سخت ظلم و ستم ڈھائے۔ اور دو سال کے بعد جب دیکھا کہ یہاں کوئی طاقت نہیں ہے شام میں اپنے بادشاہ اموری کو دعوت دی کہ آکر مصر پر قبضہ کرے۔ صلیبی امرائنے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔

اموری اگرچہ دلیر اور خون ریز تھا لیکن مدبر بھی تھا۔ کہنے لگا کہ ہمارا مصر کی طرف چلنا مناسب نہیں۔ کیونکہ وہاں کے لوگ ملک کو ہمارے حوالہ نہ کریں گے اور جنگ کے لیے آمادہ ہو جائیں گے بلکہ یقین ہے کہ نورالدین کو بلائیں گے۔ اس صورت میں اگر شیرکوہ کو اس نے مصر بھیج دیا اور خود شام پر چڑھائی کی تو سوائے جلاوطنی کے ہمارے لیئے کوئی سبیل نہ رہے گی۔ لیکن صلیبی امرار نے اس کی بات نہ مانی اور کہا کہ جب تک نورالدین تیاری کرے گا اُس وقت تک ہم مصر پر قبضہ کر چکیں گے۔

اسی اثنا میں مصر کے بعض ارکان دولت کے بھی اس کے پاس خطوط پہونچے کہ ہم تمھاری مدد کریں گے۔ اس وجہ سے وہ قوی دل ہو کر روانہ ہوا۔ اور مصر پہونچ کر صفر ۵۶۴ھ میں بلبیس کو قتل و غارت سے تباہ کر ڈالا۔ پھر قاہرہ کی طرف بڑھا۔

اہل قاہرہ بلبیس کے قتل عام کو دیکھ کر ڈر گئے۔ شہر کا دروازہ بند کر لیا اور پوری قوت سے مدافعت کرنے لگے۔ خلیفہ عاضد نے سلطان نورالدین کے پاس خط بھیجا کہ آکر اس مصیبت سے مصریوں کو نجات دلائے۔ خط کے اندر کے حرم کے سر کے

بال بھی رکھ دیئے تاکہ اس کو ترس آئے۔ اس نے فوراً شیرکوہ کو چھ ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ اس کے پہونچتے ہی صلیبی خائب و خاسر شام کی طرف لوٹ گئے۔ لیکن اس ہنگامہ میں فسطاط جیسا عظیم الشان شہر بالکل ویران ہو گیا جس میں مورخین کے بیان کے مطابق تین ہزار سے زائد مسجدیں تھیں۔

شیرکوہ کے آجانے سے مصریوں کو امن مل گیا۔ اُنھوں نے اس کی فوج کی ضیافتیں کیں۔ خلیفہ نے بھی اس کو خلعت اور اس کے سپاہیوں کو انعامات دیئے۔ شاور البتہ دل میں پیچ و تاب کھاتا تھا۔ آخر میں چاہا کہ دعوت کے بہانے سے بلا کر شیرکوہ کو قتل کر دے۔ لیکن اس کے بیٹے کامل نے مخالفت کی اور کہا کہ اگر تم نے ایسا ارادہ کیا تو میں خود اس کو مطلع کر دوں گا۔ شاور نے کہا کہ اگر ہم اس کو نہ ماریں گے تو یہ یقینی ہے کہ وہ ہم کو مار ڈالے گا۔ کامل نے جواب دیا کہ بلا سے ہم قتل ہو جائیں ملک تو مسلمانوں کے ہاتھوں میں رہے گا۔ یہ سمجھ رکھیئے کہ جس دن شیرکوہ مارا گیا اُسی دن صلیبی آکر سارے مصر پر قبضہ کرلیں گے اُس وقت اگر خود عاضد بھی نور الدین کے پاس جائے گا تب بھی وہ ایک سپاہی مدد کے لیئے نہ دے گا۔ مجبوراً شاور اپنے ارادہ سے باز رہا۔

صلاح الدین کو یہ اطلاع ملی کہ شاور پھر صلیبیوں کے ساتھ سازباز کر رہا ہے اس لیئے جرأت کر کے اس کو گرفتار کرلیا۔ خلیفہ کو جب معلوم ہوا تو اس نے بھی قتل کا فرمان دیا۔ لوگوں نے اس کا گھر بھی لوٹ لیا۔ اسی میں اس کا بیٹا کامل مارا گیا۔ شیرکوہ کو اس کے مارے جانے کا افسوس ہوا۔ کہا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو میں اس کو اس کے اس احسان کا کہ اپنے باپ کو میرے قتل سے روکا تھا اچھا بدلہ دیتا۔

شاور کے قتل کے بعد خلیفہ نے شیرکوہ کو بلا کر وزارت کا خلعت عطا کیا۔ مگر وہ صرف دو مہینہ پانچ دن اس منصب پر رہنے پایا تھا کہ ۲۲ جمادی الثانی ۵۶۴ھ کو انتقال کر گیا۔

عاضد نے اس کے بعد صلاح الدین کو وزارت عطا کی۔

موتمن الخلافہ

صلاح الدین کے صفات اور اخلاق حسنہ کی وجہ سے اہل مصر اس کے گرویدہ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حسّاد کو رشک آیا جن میں سب سے مقدم موتمن الخلافہ تھا۔ یہ خصی غلام قصر خلافت کے جملہ امور کا منصرم اور خدم وحشم کا سردار تھا۔ اس نے چند مصری امرا کے ساتھ اتفاق کر کے صلیبیوں کے پاس خط لکھا کہ صلاح الدین کو مصر سے نکالنے میں ہماری مدد کرو۔ یہ خط جوتے کے تلے میں سلوا کر ایک غلام کو دیا کہ مخفی طور پر پہونچا دے۔ وہ راہ میں جوتا ہاتھ میں لیئے ہوئے جا رہا تھا۔ صلاح الدین کے کسی آدمی کو شبہ ہوا اس نے پکڑ لیا۔ خط برآمد ہوا۔ اور تحقیقات سے ساری کیفیت منکشف ہو گئی۔ موتمن الخلافہ نے خوف کی وجہ سے قصر سے نکلنا چھوڑ دیا۔ صلاح الدین خاموش رہا۔ جب وہ مطمئن ہو گیا اور باہر آنے جانے لگا اس وقت اس کو قتل کرا دیا۔ شیدیوں نے غضبناک ہو کر شورش کی اور تقریباً پچاس ہزار جمع ہو کر صلاح الدین پر حملہ آور ہوئے۔ خلیفہ نے بھی قصر کے ایک جھروکہ میں بیٹھ کر ان کی حمایت شروع کی۔ صلاح الدین نے نفط اندازوں کو حکم دیا کہ اُس میں آگ لگا دیں۔ جب خلیفہ وہاں سے بھاگا اس وقت شیدی سُست پڑ گئے۔ صلاح الدین کے بھائی شمس الدولہ نے ان سب کو شکست دے کر تعذیب و تحریق سے فنا کر دیا۔ اس وقت سے ان کا نام

ونشان مٹ گیا۔ اور عاضد بھی بیکس اور مجہول ہوگیا۔ لوگوں نے اس کا ذکر بھی چھوڑ دیا۔
عجیب بات یہ ہے کہ فاطمیوں کے لیئے مصر کو جس غلام نے فتح کیا تھا اُس کا نام بھی جوہر تھا اور جس کی بدولت
مصران کے قبضہ سے نکل گیا یعنی موتمن الخلافہ۔ اس کا نام بھی جوہر تھا۔
صلاح الدین نے اب اطمینان کے ساتھ ملکی انتظامات شروع کیئے۔
صلیبیوں کو سخت خطرہ ہوا کہ ایک طرف نورالدین۔ اور ایک طرف صلاح الدین
اس لیئے ۵۶۶ھ میں اموری نے ایک فوج گراں لے کر مصر پر چڑہائی کی۔ اور دمیاٹ
کو محصور کرلیا۔ مگر وہاں سے بہت نقصان اُٹھا کر واپس گیا۔
دوسرے سال خود صلاح الدین نے اس پر فوج کشی کی شکست دے کر
عسقلان۔ رملہ اور پھر غزہ کو بھی فتح کرلیا۔ اس کے بعد مصر آیا اور کشتیاں بنوا کر
برو بحر دونوں راستوں سے فوجیں لے گیا اور ایلہ پر قبضہ کرلیا۔

خطبۂ عباسی

جب صلاح الدین کا مصر پر پورا تسلط ہوگیا۔ یہاں تک کہ قصر خلافت کے
اُمور بھی اس کے ہاتھ میں آ گئے جس کا متولی امیر قراقوش کو بنا دیا۔ اور
خلیفۂ عاضد بالکل بے بس اور گمنام ہوگیا۔ اس وقت سلطان نورالدین نے حکم بھیجا کہ
فاطمی خطبہ موقوف کر کے وہاں عباسی خطبہ جاری کرو۔ صلاح الدین ڈرتا تھا کہ اہل قاہرہ
جو فاطمیوں کے اثر سے زیادہ تر شیعہ ہوگئے ہیں مخالفت پر آمادہ ہوں گے۔ مگر ایک
مشرقی شخص نے جس کا نام امیر عالم تھا جرأت کر کے محرم ۵۶۷ھ کے پہلے جمعہ میں
قاہرہ کی جامع مسجد میں مستضی بامر اللہ خلیفہ عباسی کے نام کا خطبہ پڑھ دیا۔ کوئی بھی مخالفت
کے لیئے نہیں اُٹھا۔ اُس وقت سے فاطمی خطبہ منقطع ہوگیا اور شام و مصر کے تمام شہروں

میں عباسی ہی خطبہ پڑھا جانے لگا۔

بغداد میں جس وقت یہ خبر پہونچی وہاں بڑا جشن منایا گیا۔ خلیفہ نے سلطان نور الدین کے پاس خلعت اور مصر و شام کی امارت کا فرمان بھیجا۔ نیز صلاح الدین کے لیئے بھی خلعت اور سیاہ عباسی علم روانہ کیئے۔

عاضد اُس وقت مرض الموت میں تھا۔ صلاح الدین نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ ایسی حالت میں اُس کو اس خبر کی اطلاع دی جائے جو اس کے لیئے رنج کا موجب ہو گی۔ چنانچہ وہ بلا اس اطلاع کے عاشورہ کے دن گزر گیا۔ اس کی موت پر فاطمی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔

عاضد نہایت غالی شیعہ تھا۔ اور سُنیوں کے خون کو حلال سمجھتا تھا۔

خلفار فاطمیۃ

خلفار فاطمیۃ کی تعداد خلفار بنی اُمیۃ کے برابر ہوئی۔ یعنی ۱۴۔ جن میں سے مہدی، قائم اور منصور تین افریقہ میں گزرے اور بقیہ گیارہ مصر میں۔ لیکن زمانہ اُنھوں نے بنی اُمیۃ سے دگنا پایا اور ۲۹۵ھ سے ۵۶۷ھ تک ۲۷۲ سال خلافت کی۔

مورخین بالعموم ان کی نسبت اچھی رائیں نہیں رکھتے۔ کیونکہ جہانبانی اور ملک داری میں یہ لوگ حصہ نہیں لیتے تھے۔ بلکہ مہمات سلطنت وزرار کو سُپرد کر کے خود حرم میں تعیشات اور تکلفات میں زندگیاں گزارا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ملک کی انتظامی حالت ان کے عہد میں بہ نسبت سابق کے خراب رہی۔ اور مستنصر کے عہد سے تو بالکل غلاموں کے قبضہ میں پڑ گئے۔ اور کسی کام کے قابل نہیں رہ گئے۔ یہاں تک کہ

جزیرہ صقلیہ بھی نکل گیا۔ صلیبیوں نے آکر شام کو لے لیا اور وہاں ڈیرے ڈال دیئے۔ روجر نے دو بار مصر کو تخت و تاراج کیا۔ اور اگر وہ اپنی ملک کی اندرونی شورشوں کی وجہ سے واپسی پر مجبور نہ ہوا ہوتا تو پورے مصر پر قبضہ کر لیتا۔

چونکہ یہ خلافت بھی عباسی خلافت کی طرح قرابت رسولؐ کے دعوے پر قائم ہوئی تھی۔ اور عبیداللہ نے فاطمی اور علوی نسب کی بنیاد پر اپنی مہدویت و امامت کا علم بلند کیا تھا اس وجہ سے تشیع اس کے اصل قوام میں داخل تھا جس میں یہ تمام خلفاء اول سے آخر تک غلو رکھتے تھے۔ اور عوام الناس میں بھی عقائد پھیلاتے تھے۔

مصر پر قبضہ کرنے کے بعد اسماعیلیت کی تبلیغ کے لیئے جس میں بنی فاطمہ کی امامت کا عقیدہ سب سے مقدم تھا ایک خاص مرکز قائم کیا گیا جس کے رئیس کا لقب داعی الدعاۃ ہوتا اور اس کا درجہ قاضی القضاۃ سے بھی برتر سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ قاضی یازوری مستنصر کا مقبول ترین وزیر پہلے اسی رتبہ پر تھا۔

اس مرکز میں طریق دعوت اور اسرار امامت کی تعلیم دے کر دوسرے ممالک میں مبلغ بھیجے جاتے تھے کہ مخفی طور پر لوگوں کو ان عقائد کی تلقین کریں۔

ان خلفاء کی نگاہیں ایران و خراسان پر لگی ہوئی تھیں جو شیعیت کا گہوارہ رہ چکے تھے۔ اس لیئے ان میں کثرت کے ساتھ مبلغ بھیجے گئے جن کی وجہ سے سلسلہ کی مرتب باطنی جماعت پیدا ہوئی جن کو بوجہ حشیش (بھنگ) کے استعمال کے حشیشین کہنے لگے۔ اور عراق میں قرامطہ کی شورش بڑھی جس کی بدولت نہ صرف خلافت عباسی بلکہ تمام مشرق میں اضطراب پھیل گیا۔

باطنیہ کا سلسلہ اصفہان اور مرو تک پہونچ گیا تھا۔ اور حسن بن صباح جس نے

مصر میں اصول دعوت کی تعلیم حاصل کی تھی اور مستنصر سے مل کر مشرق میں گیا تھا ساحل بحر قزوین پر قلعہ الموت میں اپنا مرکز بنا رکھا تھا۔

ان جماعتوں کے رات دن کے فتنوں۔ خلفار۔ سلاطین۔ امرار۔ وزرار اور علمار وغیرہ کے قتل و ذبح سے ممالک مشرقیہ کمزور اور بے جان ہو گئے۔ خلفار عباسیہ کی تو یہ نوبت پہونچ گئی کہ بساسیری نے جو خود انھیں کا غلام تھا بغداد میں فاطمی خطبہ رائج کر دیا اور وہ کچھ نہ کر سکے۔ اور اگر سلجوقی حمایت کو نہ کھڑے ہو جاتے تو سارا مشرق فاطمیوں کے زیر اثر آچکا تھا۔

اس تبلیغ میں سنی علمار چونکہ حائل تھے اس وجہ سے قتل و تعذیب سے ان کو مٹانے کی کوشش کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ خلیفہ سوم منصور نے خود اپنے بھائی ابو یزید مخلد کو اسی مخالفت کی وجہ سے سولی پر چڑھا دیا۔ معز نے بہت سے علمار کو خفیہ قتل کرایا۔ شام کے فقیہ ابن نابلسی کو پنجرہ میں پکڑوا کر منگوایا اور زندہ کھال کھنچوائی۔ حاکم نے علی الاعلان صحابۂ کرام کے ناموں کے ساتھ گالیاں پتھروں پر کندہ کرا کے مساجد وغیرہ میں لگوائیں۔

اس دولت کے امرار کا بھی یہی وتیرہ تھا۔ والی شام نے ایک مغربی سنی کو تشہیر کرا کے سولی پر لٹکایا اور اعلان کرایا کہ ابو بکر و عمر کے دوست داروں کی یہی سزا ہے۔ واسط کے ایک نیک نام بزرگ ابو القاسم نے بیت المقدس میں اذان میں "حی علے خیر العمل" کے بجائے "حی علے الفلاح" پکار دیا۔ اس پر وہاں کے امیر نے ان کی زبان کاٹ لی۔

اکابر علمار نے ان کے الحاد۔ فسق و فجور اور ظلم و ستم کے واقعات پر مفصل کتابیں

لکھی ہیں جن میں سے قاضی ابوبکر باقلانی کی کشف الاسرار عبدالجبار بصری معتزلی کی تثبیت النبوۃ اور ابوشامہ اور حافظ ابوالقاسم کی تاریخیں مشہور ہیں۔

خلفاء عباسیہ نے بھی ایک محضر تیار کرایا جس میں اس عہد کے شرفاء اور علماء نے شہادتیں لکھیں کہ فاطمیہ کا دعوی نسب صحیح نہیں ہو۔ بلکہ یہ میمون بن قداح کی نسل سے ہیں جو ایک شعبدہ گر ملحد مجوسی تھا۔ اور عبیداللہ مہدی کا نام سعید تھا جس کا باپ سلمیہ میں آہنگری کا کام کرتا تھا۔ اسی سعید نے مغرب میں جاکر اپنا نام عبیداللہ رکھا اور فاطمی اور علوی بن کر مہدویت کا مدعی ہوا۔

فاطمیہ چونکہ اپنے آپ کو عباسیہ کا مدمقابل سمجھتے تھے اس وجہ سے جاہ وجلال اور تمام ونمود کے ساز وسامان میں ان سے فوقیت کی کوشش کرتے تھے۔ اور مصر کی بے شمار دولت کی وجہ سے اس میں ناکام بھی نہیں رہتے تھے۔ چنانچہ صلاح الدین نے جب عاضد کے قصر پر قبضہ کیا اُس وقت اس قدر آلات وفروش۔ امتعہ وذخائر اور نقود وجواہر ملے جو حد شمار سے باہر تھے اور جن کے بیان سے تاریخ کے صفحات تنگ ہیں۔ مزید براں دو لاکھ کتابیں تھیں جن میں سے بڑا حصہ قاضی فاضل کو ملا۔ بقیہ فروخت کی گئیں۔ کہا جاتا ہو کہ اس میں کی بہت سی کتابیں اب جرمنی کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

دولتِ ایوّبی

سنہ ۵۶۷ھ سے سنہ ۶۴۸ھ تک

صلاح الدین نے قصر خلافت پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں کے غلاموں اور

کنیزوں کو امراء میں تقسیم کر دیا۔ حرم خلافت کے لیئے ایک حویلی مخصوص کی اور خاندان فاطمی کے افراد کو نظر بند رکھا۔ اس کے بعد رفض و شیعیت کو مٹانے اور مذہب شافعی کو فروغ دینے پر کمر باندھی۔ اذان میں حی علی خیر العمل کے بجائے حی علی الفلاح پکارنے کا حکم دیا۔ جامع ازہر میں اسماعیلیت کی تعلیم بند کر دی اور مذاہب اربعہ کے اساتذہ وہاں تدریس کے لیئے مقرر کیئے۔ اور ملک سے جملہ شعائر اسماعیلیت کے اُٹھا دیئے۔ نیز جو ناجائز ضرائب عہد فاطمی میں رعایا پر لگائے گئے تھے منسوخ کیئے۔ جن پر بقایا تھا معاف کر دیا۔ ملک کی ابتری کی اصلاح کی اور رعایا کی بہبود اور اراضی کی آبادانی کی طرف متوجہ ہوا۔

داعی الدعاۃ اور عمارہ یمنی نے جو فاطمیہ کے پروردہ تھے بہت بڑی سازش کی کہ صلاح الدین کو قتل کر ڈالیں۔ مگر راز کھُل گیا۔ صلاح الدین نے سرغنوں کو سُولی پر چڑھایا اور بقیہ فاطمیوں پر نگرانی زیادہ بڑھا دی۔

سلطان نورالدین محمود زنگی

صلاح الدین مصر میں اگرچہ سلطان نورالدین کے نائب کی حیثیت سے تھا لیکن اس کی نیت استقلال کی تھی اور درپردہ اسی کا سامان کر رہا تھا۔ اور برابر اپنی مالی اور فوجی قوت بڑھانے میں مصروف تھا۔ اپنے بھائی کو اصوان کا امیر بنایا۔ اس نے نوبیا اور اس کے دوسرے سال یمن پر قبضہ کر لیا۔

نورالدین نے اس امر کو محسوس کر لیا۔ چاہا کہ اس کو اپنے پاس بلالے۔ لکھا کہ میں صلیبیوں پر حملہ کرتا ہوں تم بھی فوجیں لے کر مصر سے آؤ اور مقام کرک میں مجھ سے ملو۔ صلاح الدین نہیں گیا اور جواب بھیج دیا کہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے مصر میں

رہنا ناگزیر تھا۔ نورالدین کو اب یقین ہو گیا۔ اس نے لکھا کہ آ ؤ ورنہ میں خود آؤں گا۔

صلاح الدین نے اپنے حامیوں کو جمع کر کے مشورہ لیا۔ اس کے بھتیجے تقی الدین نے کہا کہ آنے دیجئے ہم مقابلہ کریں گے۔

نجم الدین ایوب

اس مجمع میں صلاح الدین کا باپ نجم الدین بھی تھا۔ بولا کہ یہ رائے غلط ہے۔ ہم سب نورالدین کے خدام اور اس کے نمک پروردہ ہیں جس وقت وہ سامنے آجائے گا کون ہے جو گھوڑے سے اُتر کر اس کو سلام نہ کرے۔ مناسب یہ ہے کہ تم یہ جواب لکھو کہ آپ خود یہاں آنے کی زحمت کیوں اُٹھائیں اگر میری گرفتاری منظور ہے تو ایک پیادہ کو بھیج دیجئے وہ میرے گلے میں رسی ڈال کر لے جائے۔ یہاں کون ہے جو چون وچرا کر سکے۔

اس کے بعد جب سب امرا چلے گئے تو اس نے صلاح الدین کو سمجھایا کہ سلطان سے بغاوت کا اعلان نادانی ہے۔ کیونکہ پھر وہ پوری قوت سے چڑھائی کرے گا اور ہم مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اور فرماں برداری کے اظہار سے ہماری طرف سے غافل ہو کر دوسرے مہمات میں مشغول رہے گا اور تقدیر اپنا کام کرتی رہے گی۔ یہ تم یقین رکھو کہ وہ اگر یہاں سے ایک حبہ بھی لینا چاہے گا تو سب سے پہلے میں لڑوں گا۔ مگر زہر کی بہ نسبت شہد سے کام لینا زیادہ بہتر ہے۔

صلاح الدین نے اپنے باپ کی رائے کے مطابق جواب دیا۔ جس سے سلطان مطمئن ہو گیا۔ اور اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد شوال ۵۶۹ھ میں دمشق میں اس کا انتقال ہو گیا۔ عمر ساٹھ سال تھی۔

صفاتِ نورالدین

سلطان نورالدین پہلے حلب کا والی تھا لیکن صلیبی جنگوں میں ایسی عظیم الشان فتوحات کیں کہ اس کی شجاعت کا سکہ بیٹھ گیا۔ اور اس کی سلطنت بہت وسیع ہوگئی مصر، شام۔ یمن میں بھی اس کا نام خطبوں میں لیا جانے لگا۔

نہایت متقی۔ عالم اور علم دوست تھا۔ بیت المال میں سے کبھی ایک پائی اپنے خرچ میں نہ لایا۔ اور ہمیشہ گزراوقات ایک جائداد سے کی جس کو اپنی خاص حلال کی کمائی سے خرید کیا تھا۔

علماء و صلحاء کی بہت تعظیم و توقیر کرتا تھا۔ ملک میں جا بجا مدارس۔ مساجد۔ مارستان اور سرائیں تعمیر کرائیں اور ان پر املاک وقف کیے۔ شام کے اکثر شہروں کی فصیلیں بنوادیں کہ فرنگیوں کے حملہ سے محفوظ رہیں۔ جہاد میں خود سپاہیوں کی طرح دو دو کمانیں لے کر لڑتا تھا۔ فقیہ قطب نساوی نے ایک بار کہا بھی کہ آپ اپنی جان کو خطرہ میں نہ ڈالیں کیونکہ اگر کوئی بات ہوگئی تو پھر مسلمانوں کی خیر نہیں۔ بولا کہ محمود سے پہلے مسلمانوں کا کون محافظ تھا۔ یہ کام اللہ کا ہے اور بس۔

رات کا بڑا حصہ دعا اور عبادت میں گزارتا۔ اور عدل و انصاف میں یگانہ اور بیگانہ۔ چھوٹے اور بڑے سب کو ایک ساں سمجھتا تھا۔

چوڑی پیشانی۔ مطبوع شکل اور بادامی آنکھیں تھیں۔ چہرہ سے رعب و وقار برستا تھا۔

مورخین نے شاہانِ اسلام میں سب سے بہتر اسی کو قرار دیا ہے۔

چونکہ اس کی سلطنت کا رقبہ بہت وسیع ہو گیا تھا۔ اور اکثر صلیبیوں کے ساتھ

جنگ جہاد میں مصروف رہتا تھا اس حسبسے خبر رسانی کا کام زیادہ تر نامہ بر کبوتروں سے
لیتا تھا۔ جو سکھا کر اس کے لیئے تیار کیئے جاتے تھے۔

اس کے جنگی کارناموں اور فتوحات پر مفصل مستقل کتابیں علماء نے لکھی ہیں۔
ان کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔

سلطان صلاح الدین

نورالدین کی وفات کے بعد مصر اور شام کی مستقل حکومت صلاح الدین کے
ہاتھ میں آگئی ۵۸۰ھ میں حلب۔ رہا۔ سنجار اور موصل وغیرہ بھی جو نورالدین کے
بیٹے اسماعیل کے قبضہ میں تھے اس کو مل گئے۔ اُس وقت یہ سلطان کے لقب سے
مشہور ہوا۔ خلیفہ بغداد مستضئی نے معز امیر المومنین کا خطاب بخشا۔ اس کے بعد
جب ناصر الدین اللہ خلیفہ ہوا تو اس نے ملک ناصر کا خطاب دیا۔ لیکن صلاح الدین نے
اس کو قبول نہ کیا اور کہا کہ خود خلیفہ کا لقب میں اپنے جیسے خادم کے لیئے خلاف ادب
سمجھتا ہوں۔

صلاح الدین جس زمانہ میں حلب کی طرف گیا تھا صلیبیوں نے موقع پا کر شام کے
مغربی شہروں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ اس کا بھائی توران شاہ مدافعت
کے لیئے فوجیں لے کر گیا مگر مقابلہ نہ کر سکا۔ سلطان نے اطلاع پا کر اپنے لشکر میں سے
ایک مصری فوج کمک کے لیئے بھیج دی جس نے صلیبیوں کو پسپا کیا۔

جب حلب سے سیف الدین غازی اور ملک صالح وغیرہ سے معاہدہ کر کے
واپس آ رہا تھا مقام عیزاز میں دو باطنی جو اس کے مارنے کے لیئے آئے تھے پکڑے گئے۔

ان کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ ۲۰ محرم ۵۷۲ھ کو مصر میں پہونچا۔ اور اس کا انتظام وزیر بہاء الدین اسدی کے سپرد کر کے خود صلیبی مہم پر روانہ ہوا۔

وزیر مذکور نے نہایت دیانت۔ دانشمندی اور چستی کے ساتھ کام کیا۔ عہد فاطمی میں جتنی خرابیاں پڑ گئی تھیں ان کی اصلاح کی۔ نہروں اور پلوں کی مرمت کرائی۔ راستے ٹھیک کیے۔ تجارت اور زراعت کو ترقی دی جس سے ملک خوش حال، رعایا فارغ البال اور خزانۂ سلطنت معمور ہو گیا۔ سلطان ہمیشہ اس کے حسن انتظام سے خوش رہا۔

۵۷۴ھ سے صلیبیوں کے ساتھ جہاد شروع کی۔ اور متواتر چودہ ۱۴ سال تک لڑ کر شام کا ایک ایک شہر ان کے ہاتھوں سے نکال لیا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس بھی لے لیا جہاں انھوں نے اپنی پوری قوت سے آخری جنگ کی تیاری کی تھی۔ ان معرکوں کی تفاصیل سے تاریخیں بھری پڑی ہیں۔

بالآخر صلیبیوں نے مجبور ہو کر ۲۲ شعبان ۵۸۸ھ میں حلف نامہ لکھ کر مصالحت کی۔ اس وقت لڑائی ختم ہوئی۔ طے یہ پایا کہ اسلامی اور عیسائی بلاد یکساں ہیں ہر شخص آزادانہ بلا خوف و خطر جہاں چاہے آئے جائے۔

اس کے بعد سلطان دمشق میں گیا جہاں اس کے اہل و عیال موجود تھے۔ وہیں کرک سے اس کا بھائی ملک عادل بھی آ گیا اور سارا خاندان نہایت امن و آرام کے ساتھ رہنے لگا۔ سلطان کو دمشق اس قدر پسند تھا کہ مصر جانے کا خیال بھی نہ کیا۔ آخر وہیں ۵۸۹ھ میں ۲۷ صفر کو ۵۷ سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔ ۱۷ بیٹے چھوڑے اور صرف ایک بیٹی مونسہ خاتون۔

صفات صلاح الدین

صلاح الدین شجاعت۔ عدل۔ کرم اور تقوے میں نور الدین ثانی تھا۔ بڑے سخی اور بلے انتہا رقیق القلب۔ دشمنوں پر بھی ترس کھاتا تھا صلیبی جنگوں میں کوئی سرہنگ فرنگی فوج میں سے ایک شیر خوار بچہ اُٹھا لایا۔ اس کی ماں رنج و غم سے بے قرار ہوگئی۔ اور اپنے سرداروں کے پاس جا کر روئی۔ اُنھوں نے کہا کہ سلطان بڑا نرم دل ہے اُس کی خدمت میں جا کر عرض کر۔ وہ روتی ہوئی آئی۔ اور اپنی کہانی سُنائی۔ سلطان مضطرب ہوگیا اور اُسی وقت اُٹھا۔ فوج میں تلاش کرایا۔ معلوم ہوا کہ بچہ بیچ دیا گیا ہے دام دے کر واپس منگایا۔ جب بچہ آگیا تو اس کو ماں کے گود میں دیا اور سوار کرا کے عزت کے ساتھ پہونچا دیا۔

جس زمانہ میں رملہ کے متصل خیمہ زن تھا یافا میں انگلستانی بادشاہ رچرڈ بیمار پڑا فرانسیسی اُس وقت جا چکے تھے۔ اور رچرڈ کے پاس صرف دو تین سو سپاہی رہ گئے تھے۔ سلطان بجائے اس کے کہ کسی امیر کو حکم دیتا کہ وہاں قبضہ کرے روزانہ اس کے واسطے میوہ اور برف بھیجتا تھا۔ بلکہ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ خود طبیب بن کے اس کو دیکھنے گیا اور علاج بھی کیا۔

بیت المقدس میں فرنگی جب اس کے محاصرہ سے تنگ آگئے تو امان کے طالب ہوئے۔ سلطان نے کہا کہ ۴۹۲ھ میں جب تم اس میں داخل ہوئے تھے تو کس مسلمان کو امان دی تھی؟ میں بھی امان نہیں دوں گا اور وہی سلوک تمھارے ساتھ کروں گا۔ آخر میں اسقف بالیان اور دیگر رؤسا کے کہنے سے اس شرط پہ ان کو امان دی کہ فی مرد ۱۰ - فی عورت ۵ اور فی طفل دو دینار دیں اور اپنا مال و متاع لے کر چالیس دن کے اندر یہاں سے نکل جائیں۔ اسلامی فوج ٹھہری

داخل ہوئی۔ سپاہیوں نے دیکھا کہ فرنگی اشرفیوں کے صندوق بھرے لیئے جارہے ہیں۔ سلطان سے جا کر کہا کہ فاتح فوج ایسی غنیمت سے کیوں محروم کی جاتی ہے۔ بولا کہ بدعہدی ہمارا شیوہ نہیں۔

پرنس رانوڈوی شاتیلون' الی کرک نے ایک بار معاہدہ کر لینے کے بعد مسلمانوں کی ایک جماعت کو بلا وجہ قتل کر ڈالا تھا اور کہا تھا کہ میرے مقابلہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کون نصرت کر سکتا ہے!! سلطان نے سن کر یہ قسم کھائی تھی کہ وہ گرفتار ہوگا تو اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کروں گا۔ معرکہ حطین جو صلیبی لڑائیوں میں سب سے سخت تھا اور ربیع الثانی ۵۸۳ھ میں ہوا اس میں ان کا سب سے بڑا بادشاہ جافرے (گوے دی لوزینانا) مع اپنے بھائی پرنس مُکورکے گرفتار ہوا۔ جب یہ دونوں دربار میں لائے گئے اُس وقت جافرے بہت پیاسا تھا۔ سلطان نے اس کے لیے برف کا شربت منگوایا۔ پینے کے بعد اس نے پرنس کو بھی پلایا۔ سلطان نے کہا کہ آپ پلا رہے ہیں میں نہیں۔ کیونکہ کھلانے یا پلانے کے بعد کسی کو قتل کرنا اس کے نزدیک سپاہیانہ روح کے منافی تھا۔ اس کے بعد تلوار لے کر اُٹھا اور کہا کہ دیکھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لیئے تیار ہوں۔ اور اگر اب بھی تو اسلام قبول کرے تو چھوڑ دوں۔ لیکن یہ سعادت اس کی قسمت میں نہ تھی۔ جافرے اس کے قتل سے سہم گیا۔ سلطان نے اس کو اطمینان دلایا کہ میں تم کو قتل نہیں کروں گا۔ یہ تو غدار اور بے دین تھا اور انبیاء کی شان میں زبان درازی کرتا تھا۔

علم کا ایسا قدر دان تھا کہ سیکڑوں مدرسے بنوائے۔ علماء و صلحاء کے وظائف

مقرر کیئے۔ اور اپنے دونوں بیٹوں عزیز اور افضل کو ساتھ لے کر امام سلفی سے سماع حدیث کے لیئے اسکندریہ کا سفر کیا۔

۵۷۴ھ میں عسقلان کی جنگ میں جب فقیہ علیسی جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے تھے صلیبیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے تو ان کو واپس لے کر چین لیا اگرچہ چھ لاکھ دینار فدیہ میں دینے پڑے۔

اس کی تمام فوج مطیع و فرماں بردار اور دل سے محبت اور عزت کرتی تھی۔ اور رعب اس قدر تھا کہ باوجود کثرت کے کبھی ان میں سے کوئی منحرف نہ ہو سکا۔

دنیا سے بے نیازی کی کیفیت یہ تھی کہ گو بے حد مال و متاع زندگی میں اس کو ملا مگر مرنے کے بعد خزانۂ خاص میں صرف ایک دینار چھوڑا تھا اور ۲۷ درہم۔

مصر اور شام میں اس کی بہت سی یادگاریں ہیں قاہرہ کے متصل جبل مقطم کا قلعہ اسی نے اپنی سکونت کے لیئے بنوایا تھا۔ جو اب تک موجود ہے اور مصر کے کل قلعوں سے زیادہ سنگین۔ بڑا اور موقع کے لحاظ سے بہتر ہے۔

ملک عزیز

صلاح الدین نے امرا کے مشورہ سے اپنی زندگی ہی میں سلطنت کو اپنے تین بیٹوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ عماد الدین عثمان کو ملک عزیز کے لقب کے ساتھ مصر کی ولایت دی۔ نور الدین کا خطاب ملک افضل رکھا اور اس کو دمشق کا بادشاہ بنایا۔ اور غیاث الدین ابوالفتح غازی کو ملک ظاہر کا لقب دے کر عراق عجم حوالہ کیا۔ بقیہ بیٹوں کو چھوٹے چھوٹے اقطاع دے دیئے۔

عزیز فیاض اور شجاع تھا لیکن امور سلطنت میں سہل انگار۔ اس کے عہد میں وہ محاصل جن کو سلطان صلاح الدین نے شرع کے خلاف ہونے کی وجہ سے موقوف کر دیا تھا پھر لگا دیئے گئے۔ قحط بھی پڑا۔ ۲۰ محرم ۵۹۵ھ کو اس نے وفات پائی۔ ارباب خیر و صلاح کو بہت عزیز رکھتا تھا۔

ملک منصور

عزیز کے بعد اس کا بیٹا منصور جس کا سن صرف آٹھ سال تھا مصر کے تخت پر بیٹھا۔ ملک عادل سیف الدین ابوبکر بن ایوب کرک سے فوج لیے ہوئے آیا اور اس دعوے سے کہ وہ منصور کا دادا ہوتا ہے سلطنت کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پھر شوال ۵۹۶ھ میں علماء کے فتوے کے مطابق اس نابالغ کو اُتار کر خود تخت نشین ہو گیا۔

ملک عادل

عادل کے تخت پر آتے ہی دَورِ صلاح الدین تازہ ہو گیا۔ کیونکہ اس نے افضل سے شام بھی لے لیا اور حلب کو بھی تابع کر لیا۔ اس طرح پر پوری سلطنت جو حصوں میں بٹ کر منقسم ہو گئی تھی پھر ایک علم کے نیچے آ گئی۔

اسی کے عہد میں ۵۹۷ھ میں مصر کا وہ مشہور قحط پڑا تھا جس میں آدمی آدمیوں کو کھانے لگے تھے۔ اور جس کی چشم دید پر درد کیفیت عبد اللطیف بغدادی نے اپنے سفر نامہ میں لکھی ہے۔

سلطان صلاح الدین کے انتقال کے بعد صلیبیوں نے جب دیکھا کہ اس کی

سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی تو یورپ سے مدد طلب کی اور خود بھی اپنی قوتیں بڑھانے لگے تاکہ اپنی کھوئی ہوئی شوکت پھر حاصل کرلیں۔ مگر یہ مدد اُس وقت پہونچی جب ملک عادل سلطنت کو متحد کرچکا تھا۔ اس وجہ سے وہ کچھ نہ کرسکے۔

۶۱۳ھ میں جب چھٹاں حملہ صلیبیوں کا ہوا اُس وقت بوجہ کثرت کے اُنھوں نے شام کے اکثر شہروں کو لے لیا۔ ۶۱۵ھ میں مصر کی طرف بڑھے۔ اور دمیاط کو فتح کرلیا۔ اسی درمیان میں ملک عادل نے وفات پائی۔

یہ سلطان صلاح الدین کا بھائی اور اسی کی طرح شجاع۔ عاقل حلیم اور اقبال مند تھا۔ صلیبی معرکوں میں اس کا رعب اس قدر غالب تھا کہ دشمن صلاح الدین سے زیادہ اس سے ڈرتے تھے۔ رچرڈ شیر دل کوشش میں تھا کہ اپنی بہن جون کی جو سسلی کے بادشاہ کی بیوہ تھی اس کے ساتھ شادی کردے۔ صلیبیوں کی دونوں جماعتوں جمعیت ہیکلین اور جمعیت ماری یوحنا کے مشورہ سے بار بار اس کے لئے قاصد بھیجے۔ شرط یہ تھی کہ قدس اور وہ بلاد جو مسلمانوں کے پاس ہیں عادل کو دے دیئے جائیں اور عکا اور وہ بلاد جو صلیبیوں کے پاس ہیں جون کو ملیں۔ عادل نے اس شرط کو مسلمانوں کے لئے مفید سمجھ کر منظور کرلیا اور سلطان صلاح الدین نے بھی اجازت دے دی۔ لیکن کشیشوں اور راہبوں نے جا جا کر جون کو سمجھایا کہ اس سے تو مسیح کی نافرمان ہو جائے گی اور آسمانی بادشاہت میں داخل نہ ہو سکے گی۔ اس وجہ سے وہ رُک گئی۔

ملک کامل

عادل کے بعد اس کا بیٹا کامل محاصرہ دمیاط ہی میں تخت نشیں ہوا۔ اس نے

۹ رجب ۶۱۵ھ میں صلیبیوں کو وہاں سے نکالا۔ اس کے بعد قاہرہ میں آیا اور فتح کی خوشی میں جشن عام کیا۔

مصر میں اس کی بنائی ہوئی متعدد عمارتیں ہیں۔ امام شافعی کی قبر پر اسی نے خوش اعتقادی سے قبہ تعمیر کرایا۔ حدیث کی تعلیم کے لیئے ایک عظیم الشان مدرسہ بنوایا جس کے لیئے جائداد وقف کی۔ زمانہ مابعد میں یہ مدرسہ کاملیہ کے نام مشہور ہوا۔

ایک بار شرف الدین بن عین الدولہ قاضی القضاۃ کے سامنے ایک مقدمہ میں شہادت دی۔ اُنھوں نے اس کو پایۂ اعتبار سے ساقط گردانا اس بنا پر کہ وہ روزانہ ایک مغنیہ عجیبہ نامی کو بلوا کر گانا سُنا کرتا تھا۔ اس پر اس نے قاضی کی شان میں سخت کلمہ استعمال کیا۔ قاضی نے کہا کہ یہ مسند عدالت کی توہین ہے۔ میں اس پر نہیں بیٹھ سکتا۔ اُسی وقت اپنی برطرفی کا اعلان کر کے گھر چلے آئے۔ کامل نے مجبوراً جا کر ان کو راضی کیا کیونکہ اس کو اپنی بدنامی کا خوف ہوا۔

کامل ۶۳۵ھ میں دمشق میں بیمار رہا۔ اور وہیں ۲۳ رجب کو انتقال کر گیا۔ ۲۰ سال دو مہینے حکومت کی۔ شان و شکوہ اور ہیبت و وقار میں ممتاز تھا۔

عادل ثانی

کامل کے بعد اس کا بیٹا سیف الدین ابوبکر عادل سلطان ہوا لیکن دو سال سے زیادہ نہ رہ سکا۔ وجہ یہ ہوئی کہ اس کا بھائی ملک صالح نجم الدین جزیرہ کا فرمانروا تھا۔ اور امیر مولس شام کا۔ صالح نے امیر مذکور سے امارت کا تبادلہ کر لیا۔ اور شام میں آگیا۔ غرض یہ تھی کہ مصر پر تغلب حاصل کرے۔ چنانچہ فوج کشی کی۔

عادل مقابلہ کے لیئے چلا۔ مگر مقام ملبیس میں پہونچ کر امرا ر فوج نے جو درپردہ صالح کے حامی تھے اس کو گرفتار کر لیا۔ صالح آکر مصر پر قابض ہوگیا۔

ملک صالح

۸ ذی حجہ ۶۳۷ھ میں اس کی سلطنت کی بیعت ہوئی۔ اس کے بعد امیر مونس کو جزیرہ سے معزول کر کے مصر میں طلب کیا۔ اس کو خطرہ ہوا اور اس نے صلیبیوں کے پاس پناہ لی۔ والی دمشق اسماعیل۔ امیر حمص ابراہیم اور حاکم کرک بھی اس کے ساتھ مل گئے۔ اور سب نے متفق ہو کر شکرکشی کی۔ لوئس نہم فرانسیسی بادشاہ بھی ان کے ساتھ آکر شریک ہوگیا۔ ۲۲ صفر ۶۴۷ھ میں دمیاط کو لے لیا۔ پھر فارسکور کی طرف بڑھے۔ ملک صالح بیمار تھا مگر ۴ مہینے تک مقابلہ میں جما رہا۔ آخر اسی سال ۱۴ شعبان کو انتقال کر گیا۔ اس کی بیوی شجرۃ الدر نے اس کی موت کو مخفی رکھا۔ یہاں تک کہ اس کا بیٹا ملک معظم توران شاہ حصن کیفا سے آکر تخت نشین ہوا۔ اس نے صلیبیوں کو سخت شکست دے کر نکال دیا۔

قاضی عزالدین

ملک صالح کے زمانہ میں علامہ عزالدین بن عبدالسلام مصر میں آئے۔ پہلے یہ دمشق میں قاضی تھے۔ وہاں کے امیر اسماعیل نے جب صلیبیوں کو صیدا اور قلعۂ شقیق دینے کا وعدہ کر کے اپنے ساتھ ملایا اُس وقت اُنھوں نے اعلان کرایا کہ خطبوں میں سے اسماعیل کا نام نکال دیا جائے۔ وہ یہ سُن کر نہایت غضبناک ہوا۔ اس لیئے یہ دمشق چھوڑ کر مصر کی طرف چلے۔ چونکہ نہایت محترم تھے اس وجہ سے امرار اور اعیانِ شہر نے

روکنے کی کوشش کی۔ اور کہا کہ ہم اسماعیل کو راضی کرلیں گے آپ ہمارے ساتھ چل کر صرف اس کی دست بوسی کر لیجئے۔ فرمایا کہ میں تو اس پر بھی راضی نہیں ہوں کہ تمہارا امیر میری دست بوسی کرے چہ جائیکہ میں خود اس کا ہاتھ چوموں۔ اللہ کا شکر ہے جس نے اس آفت سے مجھکو پناہ میں رکھا ہے جس میں تم لوگ مبتلا ہو۔ جاؤ۔ تم دوسرے عالم میں ہو۔ میں دوسرے عالم میں ہوں۔ جب مصر پہونچے تو ملک صالح نے تکریم کی اور قضا کا عہدہ دیا۔

اس زمانہ میں سلطانی حاجب امیر فخر الدین نے جس کے ہاتھ میں سلطنت کی باگ تھی ایک مسجد کے دروازہ پر بالاخانہ بنایا تھا جس پر نوبت بجائی جاتی تھی۔ قاضی موصوف نے جب اس کو دیکھا تو فوراً توڑنے کا حکم دیا اور امیر فخر الدین کے ناقابل شہادت ہونے کا اعلان کردیا۔ اور یہ خیال کرکے کہ اس کی مخالفت میں میں اپنے منصبی فرائض ادا نہ کرسکوں گا استعفا دیکر عدالت سے چلے آئے۔ ملک صالح نے خود جاکر اس بالاخانہ کو گروا دیا اور ان کو راضی کرکے دوبارہ مسند عدالت پر لایا۔ فخر الدین اور اس کے رفقا سمجھتے تھے کہ ان کے اعلان کا ہمارے اوپر کیا اثر پڑسکتا ہے۔ لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ اسی درمیان میں سلطان نے بغداد کے خلیفہ مستعصم کے پاس کسی امر خاص کے متعلق سفارت بھیجی۔ سفیر نے وہاں پہونچ کر جب خلیفہ کو پیغام سنایا تو خلیفہ نے پوچھا کہ اس کو تم سے خود سلطان نے کہا تھا یا کسی اور نے؟ اس نے جواب دیا کہ امیر فخر الدین نے۔ خلیفہ نے کہا کہ عز الدین نے اس کو ساقط الاعتبار کردیا ہے اس لیئے اس کی روایت ہم قبول نہیں کرسکتے۔ مجبوراً سفیر نے واپس آکر سلطان کی زبان سے پیغام لیا اور جاکر جواب لایا۔

قاضی موصوف کے نزدیک یہ امر بھی پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا کہ ممالیک بحریہ جو سلطان کے زر خرید ہیں آزاد نہیں کیئے گئے ہیں اس لیئے اعلان کرایا کہ ان کے جملہ تصرفات خود مختارانہ از قسم بیع و شرا و نکاح و طلاق وغیرہ بوجہ عدم حریت ناجائز ہیں۔ اور حکم بھیجا کہ وہ سب کے سب حاضر آئیں میں ان کو فروخت کروں گا کیونکہ وہ بیت المال کی ملکیت ہیں۔

ممالیک نے جب یہ سُنا تو قیامت برپا ہو گئی۔ اس لیئے کہ وزارت۔ امارت۔ سپہ سالاری وغیرہ سلطنت کے تمام بڑے بڑے مناصب پر وہی لوگ تھے۔ قاضی موصوف کو ان کے احباب سمجھانے اور اس کے انجام سے ڈرانے لگے مگر انھوں نے مطلق توجہ نہ کی اور تنفید حکم شرعی پر اڑے رہے۔ نائب السلطنت نے غضبناک ہو کر کہا کہ ہم روئے زمیں کے ملوک ہیں۔ قاضی کی کیا مجال ہو کہ وہ ہمارے سامنے دم مار سکے۔ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے ہاتھ سے اس کی گردن ماروں گا۔ یہ کہہ کر اپنے اعوان کی ایک جماعت کو ساتھ لیئے ہوئے چلا۔ سب کے سب غصہ میں بھرے ہوئے اور برہنہ تلواریں ہاتھوں میں لیئے ہوئے تھے جب ان کے گھر کے پاس پہونچے تو شورش کر ان کا لڑکا باہر نکل آیا۔ کیفیت دیکھ کر سہما ہوا اندر بھاگا اور باپ کو مطلع کیا۔ نہایت بے پروائی سے بولے کہ تیرے باپ کا یہ رتبہ کہاں کہ اس کا خون راہ حق میں بہایا جائے اور یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے۔

نائب السلطنت کی نگاہ جب ان پر پڑی تو جلال حق سے کانپنے لگا۔ تلوار ہاتھ سے گر گئی اور رو کر بولا کہ یا مولانا! آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ فرمایا کہ تم لوگوں کو فروخت کروں گا۔ بولا کہ قیمت کون لے گا۔ جواب دیا کہ میں۔ اور اس کو مسلمانوں کے

مصالح میں صرف کروں گا۔ چنانچہ یہی کیا۔ اور بڑی بڑی قیمتوں پران کو بیچ ڈالا۔
قاضی عزالدین کا لقب سلطان العلماء تھا۔ مصر کے مشہور اور نامور امام شیخ تقی الدین ابن دقیق العید جن کو بعضوں نے ساتویں صدی کا مجدد لکھا ہے ان کے شاگرد تھے۔

ملک معظم

غیاث الدین تورانشاہ پسر ملک صالح نجم الدین ملک معظم کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اس نے جملہ امراء کو برطرف کر کے اُن لوگوں کو مقرر کیا جو اس کے ساتھ حصن کیفا سے آئے تھے۔ اس وجہ سے ممالیک ناراض ہو گئے۔ اور دو مہینے بھی نہ گزرنے پائے کہ ۷ محرم ۶۴۸ھ میں اس کو قتل کر ڈالا۔

شجرۃ الدُّر

چونکہ معظم کے کوئی بیٹا نہ تھا اس وجہ سے امراء میں اختلاف پیدا ہوا کہ کس کو تخت پر بٹھائیں۔ قریب تھا کہ جنگ تک نوبت پہونچ جائے۔ شجرۃ الدر نے جو ایک شامی کنیز تھی اور ملک صالح نے اس کے حُسن جمال اور عقل و فہم کو دیکھ کر اپنے نکاح میں لے لیا تھا ممالیک کا پلہ بھاری دیکھ کر ان کے سرغنہ عزالدین ایبک کو اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ خود ۱۰ صفر ۶۴۸ھ کو تخت سلطنت پر بیٹھ گئی۔ اور اس کو اپنا وزیر بنا لیا۔
خلیفۂ بغداد مستعصم نے عورت کی سلطنت کو جائز نہیں رکھا۔ اس وجہ سے تین مہینے

کے بعد اس کو تخت چھوڑ دینا پڑا۔ عز الدین ایبک نے ملکۂ مذکورہ کے ساتھ شادی کر لی اور خود تخت نشیں ہو گیا۔ اس وقت سے ایوبی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔
شجرۃ الدر کی ایک یادگار اب تک قائم ہے۔ یعنی مصری محمل جو اسی کے عہد سے مکہ کو بھیجا جاتا ہے۔

دولت ممالیک بحریہ

۶۴۸ھ سے ۷۸۴ھ تک

ترکی مملوک خلیفہ معتصم اور اس کے بعد احمد بن طولون کے زمانہ سے مصر میں آ گئے تھے۔ پھر عہد فاطمی میں ان کی اور کثرت ہوئی۔ مگر ان ممالیک بحریہ کا مولد و منشا دوسرا تھا۔ یہ روسی ممالک دشت قبچاق۔ قزوین۔ اور کوہ قاف کے علاقوں سے تاتاری حملوں کے زمانہ میں بھاگ کر اسلامی ملکوں میں آ گئے تھے۔ لوگوں نے جا بجا سے جا کر ان کو مصر میں فروخت کیا۔ ملک صالح نجم الدین ایوبی نے خرید کر ان میں سے اپنے درباری اور امراء دولت منتخب کیے۔ بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا۔ اور جزیرہ روضہ کے قریب رہنے کے لیے ان کو زمین عطا کی جہاں اُنھوں نے عظیم الشان محلات اور قلعے تعمیر کر لیے۔

چونکہ اُس مقام پر دریائے نیل کی دو شاخیں ملی ہیں جن کی وجہ سے وہ بحر کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ اس لیے یہ ممالیک بحری کہلائے۔ دولت ایوبی کی کمزوری اور اپنے استیلار کی وجہ سے آخر میں تخت سلطنت پر قابض ہو گئے۔

معز جاشنگیر

عزالدین ایبک جمادی الاول ۶۴۸ھ میں تخت نشین ہوا۔ اور اپنا لقب معز جاشنگیر رکھا۔ اہل مصر مملوک ہونے کی وجہ سے اس کی حکومت سے خوش نہ تھے مگر اس نے داد و دہش سے فوج کو ہمیشہ اپنے قابو میں رکھا۔

ناصرالدین یوسف ایوبی جو دمشق پر متغلب ہو گیا تھا ملک معظم کا انتقام لینے کے لئے صلیبیوں کے ساتھ مل کر مصر پر لشکر کشی کا ارادہ رکھتا تھا۔ معز نے بھی اطلاع پاکر صلیبیوں کو کچھ دے کر اپنے موافق کر لیا۔ ناصرالدین نے بیس ہزار فوج روانہ کی جس کو غزہ میں مصریوں نے شکست دے دی۔ اس کے بعد وہ خود ایک لشکر گراں لے کر دمشق سے آیا۔ اس کو بھی معز اور اس کے سپہ سالار **فارس الدین** اقطائی نے پسپا کر دیا۔

اب اسے مجبوراً مصر کو ممالیک ہی کے ہاتھ میں چھوڑ دینا پڑا۔ لیکن از راہ دانشمندی ان کے ساتھ یہ معاہدہ کر لیا کہ صلیبیوں کے مقابلہ میں دونوں فریق متحد رہیں گے۔

مصالحت کے بعد قاہرہ میں پہونچ کر معز نے والی موصل کی بیٹی سے شادی کا پیغام بھیجا۔ شجرۃ الدر نے اس رشک میں اپنی لونڈیوں کے ذریعہ سے ربیع الاول ۶۵۵ھ میں حمام میں اس کو قتل کرا دیا۔ اس کے غلاموں نے جب سُنا تو شجرۃ الدر کو بھی مار کر فصیل کے نیچے خندق میں پھینک دیا۔

معز نے مصر قدیم میں شاطی نیل پر ایک بڑا مدرسہ بنوایا تھا جس پر ملکیت وقف کی تھی۔

ملک منصور نورالدین

معز کے بعد امرا نے اس کے بیٹے نورالدین علی ایبک کو جس کا سن ۱۵ سال تھا تخت پر بٹھایا۔ اور سیف الدین محمود قطوزی بن مودود کو جو خوارزم شاہ کا بھانجا تھا اور تاتاریوں کے خوف سے مصر میں آکر معز کا معتمد خاص بن گیا تھا اتابک مقرر کیا۔ منصور کی تخت نشینی کے دوسرے سال ۶۵۶ھ میں ہلاکو نے بغداد کو تباہ کیا جس سے مصر میں بھی خوف چھا گیا۔

قطوزی نے امرا، اور علما، کو جمع کر کے کہا کہ یہ موقع اسلامی سلطنتوں کے لئے سخت خطرہ کا ہے۔ تاتاریوں نے مرکز خلافت کو غارت کر ڈالا۔ اب شام کی طرف آئے ہیں اور بالیقین مصر پر بھی حملہ آور ہوں گے۔ اس لئے اس وقت کار آزمودہ اور مدبر سلطان کی ضرورت ہے۔ نہ کہ ایک نادان بچہ کی جو دن بھر غلاموں کے ساتھ بجز کبوتر اڑانے کے اور کچھ نہیں جانتا۔ لوگوں نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور ۲۴ ذی قعدہ ۶۵۷ھ میں منصور کو تخت سے اتار کر اسی کو بوجہ شجاع و مدبر ہونے کے مسند نشین کر دیا۔ اور مظفر لقب رکھا۔

ملک مظفر سیف الدین

ہلاکو نے دمشق اور سواحل شام کو فتح کر کے مصر کا ارادہ کیا۔ اور ملک مظفر کو لکھا کہ ملک بلا جنگ میرے حوالہ کر دو ورنہ تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو اہل بغداد کا ہوا۔ مظفر ہراساں ہوا۔ مگر مصری فوج نے جو صلیبیوں پر پیہم فتوحات حاصل

کر چکی تھیں ہلاکو کی دھمکی کی پروا نہ کی اور لڑنے کے لیئے تیار ہوگیئں۔ وہ ان کو لے کر مقابلہ کے لیئے چلا۔

اسی درمیان میں ہلاکو کو اپنے باپ کے انتقال خبر پہونچی۔ اور وہ شام میں مصریوں کے مقابلہ کے لیئے اپنے نائب امیر کتبغا کو چھوڑ کر خود واپس چلا گیا۔ شوال ۶۵۸ھ میں عین جالوت پر فریقین میں معرکہ ہوا۔ جس میں تاتاریوں نے سخت ہزیمت اُٹھائی۔ کتبغا مارا گیا۔ اس کا بیٹا قید ہوا۔ اور مصریوں کو بہت مال اور بے شمار ساز و سامان غنیمت میں ملا۔

مظفر نے بیبرس بندقداری کو تاتاریوں کے تعاقب میں بھیجا اور وعدہ کیا کہ اگر تم ان کو شام کی سرحد سے نکال دو گے تو میں تم کو حلب کی ولایت دوں گا۔ اس نے سارا شام تاتاریوں سے خالی کرا لیا۔ لیکن مظفر نے وعدہ نہیں پورا کیا اور والی موصل کے بیٹے علاء الدین کو حلب کا والی کر دیا۔

بیبرس نے جب یہ دیکھا تو مملوکوں کی ایک جماعت کو ملا کر دا لیسی میں قاہرہ کے متصل موقع پا کر مظفر کو مار ڈالا۔ اس کے بعد فوراً یہ جماعت قصر سلطانی میں پہونچی۔ وہاں فارس الدین اقطائی نے جو منصور کا اتالیق اور ممالیک کا سرغنہ تھا پوچھا کہ بھلا دار کس نے کیا تھا؟ بیبرس نے کہا کہ میں نے۔ بولا کہ تمھیں تخت پر بیٹھ جاؤ۔ اسی وقت اس کی مسند نشینی کا اعلان ہوا۔

ملک ظاہر بیبرس

رکن الدین بیبرس بندقداری ۱۷ ذی قعدہ ۶۵۸ھ کو تخت سلطنت پر بیٹھا۔

بہاءالدین کو وزیر اور بیلی ملک کو خزانچی مقرر کیا۔ ملک مظفر کے جتنے لوگ تھے ان کی دلجوئی کی اور مناصب پر بحال رکھا۔

خلافت عباسی

بغداد کی تباہی اور خلیفہ مستعصم کے قتل کے بعد ۶۵۹ھ میں عباسی خاندان کا ایک شخص ابوالقاسم احمد جو اپنے آپ کو ظاہر بامر اللہ خلیفہ بغداد کا بیٹا کہتا تھا مصر کی طرف پہونچا۔ بیبرس نے اس کا شاہانہ استقبال کیا اور بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اس کو قاہرہ میں لے گیا۔

چونکہ مستعصم کے بعد سے ساڑھے تین سال سے منصب خلافت خالی تھا اس لیے چاہا کہ پھر اس کو قائم کرے۔ علماء اور قضاۃ کو جمع کیا۔ احمد مذکور کا نسب ثابت کرنے کے بعد مستنصر کے لقب سے اس کو خلیفہ بنایا۔ اور سب نے بیعت لی۔ اس وقت سے عباسی خلافت قاہرہ میں آگئی۔

فتوحات

ملک کے اندرونی انتظامات کی طرف سے جب اس کو اطمینان ہو گیا اس وقت لشکر تیار کر کے صلیبیوں کے مقابلہ کے لیئے بڑھا۔ پورے دو سال ۶۶۳-۶۴ھ تک لڑتا رہا۔ اور شام کے ایک ایک شہر سے ان کو نکالا۔ پھر آرمینیہ کو فتح کرتا ہوا اناطولیہ تک پہونچ گیا۔ وہاں ہلاکو کا بیٹا ریگا خاں مقابلہ کے لیئے آیا۔ اس کو ہزیمت دی۔ ۶۶۵ھ میں مصر آکر پھر ملکی انتظام کے ساتھ ساتھ جنگی تیاری شروع کی۔ اور ۶۶۶ھ میں فلسطین کے صلیبیوں پر حملہ کیا۔ وہاں سے انطاکیہ بلکہ اس سے بھی آگے مقام مرقیہ تک فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ ادھر سے پلٹ کر اسی سال بغداد واپس لیا۔

باطنیوں کو ہر چند ہلاکو نے غارت کر ڈالا تھا مگر ان کا خاتمہ نہیں ہوا تھا۔

۶۷۰ھ میں پھر ان کی شورشیں بڑھیں۔ بیبرس خود فوج لے کر گیا۔ ان کے قلعے فتح کر لیئے اور سب کو تہ تیغ کر ڈالا جس کے بعد یہ جماعت ہمیشہ کے لیئے ختم ہو گئی۔

تاتاریوں نے پھر شام پر یورش کی۔ ان کے مقابلہ کے لیئے امیر قلاؤون کو بھیجا جس نے شکست پر شکست دے کر ان کو وہاں سے نکالا۔ بیبرس امیر مذکور کی بہادری سے نہایت خوش ہوا۔ اور اپنے بیٹے کو اس کی بیٹی کے ساتھ بیاہ دیا کہ اس کا حامی رہے۔

۶۷۳ھ میں امیر آق سنقر کو نوبیا کی طرف بھیجا۔ اس نے وہ سارا علاقہ فتح کر لیا۔

۶۷۵ھ میں تاتاریوں نے اباقا خاں پسر ہلاکو کی قیادت میں عراق عجم پر چڑھائی کی۔ بیبرس مقابلہ کے لیئے پہونچا۔ نہایت خوں ریز جنگ ہوئی جس میں فریقین کے تقریباً ایک لاکھ آدمی مارے گئے۔ آخر میں تاتاری ہزیمت اُٹھا کر بھاگے۔ اس کے بعد بیبرس نے قیساریہ کا رُخ کیا جو صلیبیوں کے قبضہ میں تھا اور جنھوں نے تاتاریوں کی آمد کی خبر پا کر مسلمانوں پر حملے شروع کر دیئے تھے۔ ان کو مغلوب کر کے شہر میں نہایت شان و شوکت سے داخل ہوا۔

فتح قیساریہ کے بعد دمشق میں آیا۔ وہیں بیمار ہو کر ۲۷ محرم ۶۷۶ھ میں وفات پائی۔

صفات بیبرس

سلطان بیبرس اپنے کارناموں۔ فتوحات۔ شجاعت۔ شان و شوکت اور وسعت سلطنت کے لحاظ سے سلطان صلاح الدین سے کم نہ تھا۔ ایک طرف اس نے صلیبیوں کو

سخت سے سخت شکستیں دے کر بحر عکا اور طرابلس شام کے ان کے تمام مقبوضات چھین لیے
دوسری طرف بغداد واپس لیا۔ اور تاتاریوں کو ایسی ہزیمتیں دیں کہ ان کا رُخ شام
اور مصر کی طرف سے پھیر دیا۔ اور باطنیوں کو جو مارِ آستین بنے ہمیشہ کے لئے فنا کر دیا۔
کشیدہ قامت۔ خوش رو۔ خوش وضع۔ جاہ و جلال میں بے نظیر۔ شہسواری
میں فرد۔ سپہگری کا ایسا شائق کہ امرا۔ شاہزادوں اور سپاہیوں کو لے کر میدان
میں تیر اندازی۔ شمشیر زنی۔ نیزہ بازی اور سواری کی روزانہ مشق کرتا۔ اور سب کو
اس کی ترغیب دلاتا۔ ہمہ تن عمل تھا۔ جہاد کا عاشق اور شرع کا پابند۔ تمام ناجائز محاصل
موقوف کر دیئے۔ مسکرات یک قلم اٹھا دیں۔ فواحش کا انسداد کیا۔ اور شعائر دینی کا
ہمیشہ احترام رکھا۔ اسی کے عہد سے مصر میں یہ دستور جاری ہے کہ جب محمل شریف
کعبہ کے لئے روانہ ہوتا ہے تو پہلے اس کو سارے شہر میں گشت کراتے ہیں اس کے
آگے غلاموں کے اکھاڑے ہوتے ہیں جو جگہ جگہ ٹھہر کر نیزوں اور تلواروں کے
کرتب دکھاتے ہیں۔

سنہ ۶۶۷ھ میں وہ خود حج کے لئے گیا تھا۔ خانہ کعبہ کو عرق گل سے اپنے ہاتھوں سے
مل مل کر غسل دیا۔ اور دیبا کا غلاف چڑھایا۔ مدینہ میں دیکھا کہ لوگ قبر شریف نبوی
کے قریب جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اس کو ادب کے خلاف سمجھ کر وہ محجر لگوا دیا جو آج تک
موجود ہے۔ مسجد نبوی اس سے بیشتر جل گئی تھی۔ خلیفہ مستعصم نے اس کی تعمیر بھی
شروع کرائی تھی لیکن اسی درمیان میں وہ تاتاریوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ بیبرس نے
اس کو مکمل کرایا۔

سخاوت اور فیاضی میں بے مثل تھا۔ ہزاروں من غلہ فقرا و مساکین اور

ارباب زوایا میں تقسیم کراتا۔ رمضان میں مطبخ سے بے شمار اہل حاجت کو کھانا دیتا۔ اور حرمین میں شرفار و مجاورین کے لیئے وظائف بھیجتا بیکسوں کی تجہیز و تکفین کے لیئے اپنی ایک خاص ملکیت وقف کر دی تھی۔

قضاۃ اربع

مصر میں علاوہ دیگر رفاہ عام کے کاموں کے اس نے ایک عظیم الشان جامع اور دار العدل تعمیر کرایا۔ ہفتہ میں اکثر دو دن خود بھی آکر قضاۃ کے ساتھ فصل مقدمات کے لیئے بیٹھا کرتا۔

مصر اور شام میں ابتدا سے بالعموم شافعی مذہب رائج تھا۔ اسی وجہ سے وہاں قاضی بھی ہمیشہ اسی مذہب کے مقرر ہوتے رہے۔ کبھی کبھی ضرورت پر وہ خود اپنی طرف سے دوسرے مذاہب کے علمار کو اپنا نائب بنا لیتے تھے۔

فاطمیہ کے عہد میں جب شیعیت اور اسماعیلیت پھیلی اُس وقت افضل امیرالجیوش کے بیٹے احمد نے اپنی وزارت ۵۲۵ھ میں چار مذاہب کے مستقل قاضی مقرر کیئے۔ سلطان بن رشا شافعی۔ ابو محمد عبد المولیٰ مالکی افضل بن ازرق اسماعیلی اور ابن ابی کامل اثنا عشری۔

فاطمیہ کے انقراض کے بعد نور الدین اور صلاح الدین وغیرہ چونکہ شافعی تھے اس وجہ سے ان ممالک میں پھر اسی مذہب کے قاضی ہونے لگے۔ بیبرس کے زمانہ میں قاہرہ میں جمعہ کی نماز مذہب شافعی کے مطابق صرف ایک ہی جگہ جامع حاکمی میں ہوتی تھی۔ بیبرس نے جامع ازہر میں بھی چاہا کہ جمعہ ہوا کرے۔ قاضی تاج الدین نے اجازت دینے سے انکار کیا۔ اس وجہ سے اس نے ایک

حنفی قاضی صدر الدین سلیمان کو مقرر کر کے ان سے فتویٰ لے لیا۔ پھر مالکی قاضی شرف الدین عمر اور حنبلی شمس الدین محمد بھی مقرر کیے گئے۔ اس وقت سے ہاں مذاہب اربعہ کے قضاۃ ہونے لگے۔

امام نووی

بیبرس نے جب دمشق میں تھا چاہا کہ جہاد کے صرفہ کے لیے مسلمانوں سے کچھ رقم وصول کرے۔ شامی علمار نے جواز کا فتویٰ لکھ دیا۔ علامہ محی الدین نووی صحیح مسلم کے مشہور شارح بھی بلائے گئے۔ اور ان سے بھی دستخط کرنے کی درخواست کی گئی۔ انھوں نے انکار کیا اور سلطان سے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تو امیر بندقدار کا زر خرید غلام تھا اور ایک جبہ کا بھی مالک نہ تھا۔ اب اللہ نے تجکو سلطنت دے دی ہے اور تو نے ہزاروں غلام خریدے ہیں جن کے سارے ساز و سامان طلائی ہیں نیز تیرے محل میں سو کنیزیں ہیں جو زر و جواہر سے لدی ہوئی ہیں۔ جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ یہ سب قیمتی چیزیں اپنے غلاموں اور کنیزوں سے تو نے فوجی ضرورت کے لیے لے لی ہیں اس وقت تک میں غریب مسلمانوں کے مال لینے کا فتوے تیرے حق میں کیسے لکھ دوں۔

یہ سخت جواب سن کر وہ برہم ہوا۔ اور ان کے شہر بدر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ اپنے وطن نوی میں چلے گئے۔ اس کے بعد علمار نے جاکر سلطان سے عرض کیا کہ نووی ہماری جماعت کے پیشوا اور امام ہیں ان کو یہاں سے نکال دینا مناسب نہ تھا۔ اس پر اس نے اپنے حکم کو منسوخ کیا۔ اور ان کو دمشق میں رہنے کی اجازت دے دی۔ مگر انھوں نے کہا کہ میں اس وقت تک وہاں نہیں آسکتا جب تک

بیبرس موجود ہے۔ اس کے دوسرے ہی مہینہ بیبرس کا انتقال ہو گیا۔

مورخین بالعموم امام نووی کے طرفدار ہیں۔ اور ان کے قول کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔ لیکن جن علمار نے دستخط کئے تھے وہ سب کے سب نادان یا دنیا پرست نہ تھے۔ بیش ازیں نیست کہ سلطان اگر اپنے گھر سے جہاد کے اس چندہ کو شروع نہ کرے تو قصور وار ہے لیکن جوازیں کیا شبہہ۔ کیونکہ یہ اس کا ذاتی کام نہیں ہے۔ بادشاہ اسلام کو مدافعت کفار کے لیے مال دے دینا اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ وہ غلبہ کر کے جان و مال دونوں پر مسلط ہو جائیں۔ یہی وجہ تھی کہ سلطان ان سے برہم ہوا۔ ورنہ علمار کی توقیر ہمیشہ سے اس کا شیوہ تھا۔ چنانچہ اس کے آغاز عہد میں مصر میں علامہ عزالدین بن عبدالسلام کا ایسا اثر تھا کہ جو کہتے وہی ہوتا۔ اس نے کبھی ان کے خلاف دم مارنے کی جرأت نہ کی۔ اور جب وہ انتقال کر گئے تو کہا کہ آج تک شیخ فرماں روا تھا اب میری حکومت شروع ہوئی۔

ملک سعید برقہ خاں

بیبرس کے بعد اس کا بڑا بیٹا ناصرالدین برقہ خاں سریر سلطنت پر آیا۔ اس نے اپنے باپ کے ایک زرخرید غلام بیلبائی کو وزیر مقرر کیا جس کے حسن انتظام سے اہل مصر خوش تھے مگر وہ بہت جلد مر گیا۔ ملک سعید نے یہ خیال کیا کہ امرا نے قصداً اس کو ہلاک کر ڈالا ہے اس وجہ سے ان کی طرف سے بدگمان ہو گیا بہت کچھ غور و تامل کے بعد آخر میں آق سنقر فاتح نوبیا کو وزارت پر بلایا۔ مگر اس سے خوش نہ ہوا۔ اس وجہ سے اسکندریہ کے برج میں گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ ارکین سلطنۃ

اس کے خلاف ہوگئے اور سازشیں کرنے لگے۔ اسی درمیان میں مشہور ہوا کہ شرف الدین سنجر امیر دمشق نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ ملک سعید فوجیں لے کر پہونچا۔ وہاں معلوم ہوا کہ یہ امرار مصر کا ایک فریب تھا جس کی کچھ حقیقت نہیں۔ واپس آکر ان کو سزا دینی چاہی۔ مگر اُنھوں نے جتھا باندھ کر اسی کو محصور کر لیا۔ چاہتے تھے کہ قتل کر ڈالیں۔ لیکن خلیفہ حاکم بامر اللہ نے روکا۔ آخر میں اُنھوں نے اس کو تخت سے اُتار کر قلعہ میں مقید کر دیا۔ اور اس کے بھائی سلامش کو ملک عادل کے لقب سے سلطان بنایا۔

ملک عادل سلامش

ربیع الاول ۶۷۸ھ میں تخت پر بیٹھا۔ اس کا سن صرف سات سال تھا۔ امیر سیف الدین قلاؤون اتابک مقرر کیا گیا۔ اس نے چھ مہینے کے بعد اس کو تخت سے اُتار کر قلعہ کرک میں بھیج دیا اور خود تخت نشیں ہوگیا۔ لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور ملک منصور لقب دیا۔

ملک منصور قلاؤون الفی

سیف الدین قلاؤون کو آق سنقر نے ایک ہزار دینار پر خرید کیا تھا اس وجہ سے الفی کہا جاتا تھا۔ ملک صالح نے اس کی قابلیت دیکھ کر ۶۴۷ھ میں آزاد کرا دیا۔ اس وقت سے اس نے عروج حاصل کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ جب ۶۷۸ھ میں تخت سلطنت پر پہونچ گیا۔

حکومت پر آتے ہی اپنے اعوان و انصار کو بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا اور اپنے کاتب خاص فخر الدین کو وزارت کا قلمدان بخشا۔

شرف الدین سنجر والئ دمشق نے اب واقعی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور اپنا لقب ملک عادل رکھا۔ شامیوں نے بالعموم اُس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

ملک منصور نے امیر طرنطائی سپہ سالار افواج مصر کو اس فتنہ کے رفع کرنے کے لئے بھیجا۔ مقابلہ بہت سخت تھا مگر آخر میں ملک عادل گرفتار ہو گیا۔ اُس کو قاہرہ میں لائے اور سلطانی حکم سے تاریک زنداں میں قید کر دیا۔ دمشق کی امارت حسام الدین لاچین کو دی گئی۔

۶۸۰ھ میں ہلاکو کے دو بیٹوں نے شام پر فوج کشی کی اور دو لشکر لے کر آئے۔ ایک اباقاخاں کی قیادت میں تھا اور دوسرا جس میں اسی ہزار سوار تھے اسکے بھائی منجو تیمور کی۔ ملک منصور اپنی ساری فوجیں مرتب کر کے لیگیا۔ حمص کے متصل ۱۴ رجب کو صف آرائی ہوئی۔ نہایت سخت جدال و قتال کے بعد آخر میں منجو تیمور مارا گیا۔ اباقاخاں ہزیمت خوردہ فوج کو لئے ہوئے بھاگ کر ہمدان پہونچا۔ وہاں اُس کے بھائی تیکودار اوغلان نے اُس کو زہر دیکر مار ڈالا اور خود حکمراں ہو گیا۔ اس کے بعد اسلام قبول کر کے اپنا نام احمد خاں رکھا۔ اس وجہ سے تعلقات مصریوں کے ساتھ برادرانہ ہو گئے اور فریقین میں باہمی موالات کا عہد نامہ لکھا گیا۔

تاتاریوں میں اسلام

تاتاری اگرچہ جاہل، وحشی، سفاک اور خوں آشام تھے مگر انمیں کچھ صفات بھی تھیں جن میں سے نمایاں تر آئین و نظام کی پابندی، صداقت، باہمی محبت اور رواداری تھی۔ ہمیشہ دوسروں کے عقائد کا احترام کرتے اور مکر و فریب سے نفرت رکھتے تھے۔ غالباً انھیں خوبیوں کے باعث اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے اِن کے دلوں کو کھول دیا۔ ورنہ یہ قیمتی دولت

سب کو نہیں ملتی۔

چنگیز خاں کے ساتھی تاتاری جب اسلامی ممالک میں داخل ہوئے اور مسلمانوں سے میل جول کا انکو موقع ملا اسی وقت سے انمیں سے لوگ مسلمان ہونے شروع ہو گئے مگر جو اس دین کو اختیار کرتے وہ اپنے امراء کے خوف سے اسلامی ریاستوں خاصکر مصر میں چلے جاتے۔

۶۸۰ھ میں جب انکے بادشاہ احمد خاں مذکور نے اسلام قبول کر لیا تو بالعموم تاتاری مسلمان ہو گئے۔ یہانتک کہ قوبیلای قاآن کے پوتے اننده سلطان نے بھی جو ختا کا حکمراں تھا معہ اپنی ڈیڑھ لاکھ فوج کے اس دین کو اختیار کر لیا اور دن رات عبادت اور تلاوت میں بسر کرنے لگا۔ خاقانِ اعظم نے اس کو بلا کر سمجھانے اور باز رکھنے کی کوشش کی مگر اس نے ایسے جوابات دئے جن سے خود اسکی اور دینِ اسلام کی وقعت اُس کی دل میں بڑھ گئی اور پھر اُسنے کچھ نہ کہا چنانچہ ختا کے اکثر باشندے بھی مسلمان ہو گئے۔

۶۸۸ھ میں طرابلس شام کے صلیبیوں نے سر اُٹھایا۔ ملک منصور نے جا کر اس کو فتح کر لیا اور پورے ۱۸۵ سال کے بعد ان کے تغلب سے اِس اسلامی خطہ کو آزادی دلائی۔
وہاں سے واپس آ کر ۱۶ ذیقعدہ ۶۸۹ھ کو قاہرہ میں انتقال کر گیا۔

ملک منصور عاقل، شجاع، مطبوع اور کم سخن تھا۔ حسن انتظام سے اِس کے عہد میں رعایا کو کامل امن اور آرام نصیب رہا۔ اس کی یادگار جامع منصوری اور ایک عظیم الشان مارستان ہے۔ اُس نے اپنے بیٹے علی کو جو شاہانہ اوصاف رکھتا تھا ولیعہد بنا کر سلطنت اور جہانبانی کے طریقے سکھائے تھے مگر وہ ۶۸۷ھ میں مر گیا۔ اِس غم نے موت تک اسکا ساتھ نہ چھوڑا

ملک اشرف خلیل

ملک منصور کے بعد اس کا بیٹا خلیل تخت پر بیٹھا۔ صلیبیوں کی حکومت صرف عکا میں رہ گئی تھی۔ سنہ ۶۹۰ھ میں اس نے جا کر اُن کو وہاں سے بھی نکال دیا۔ اب کل ارض مقدس اسلامی قبضہ میں آگئی۔

سنہ ۶۹۱ھ میں آرمینیہ کی طرف فوجکشی کی اور ارض روم کو فتح کیا۔ وہاں سے واپسی پر سنہ ۶۹۳ھ میں غلاموں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ وجہ یہ ہوئی کہ ملک اشرف اور نیز اُس کا باپ دونوں چرکسی غلاموں کے بہت قدردان تھے۔ ہزاروں خرید ڈالے اور وہی اُن کے معتمد علیہ ہو گئے۔ ممالیک سابقہ کو رشک پیدا ہوا اسوجہ سے انہوں نے اتفاق کر کے اسکو قتل کیا۔ اس سازش میں رئیس المالیک بیدرا، لاجین نائب شام، قراسنقر والی حلب اور بہادر شیدیوں کا سردار شریک تھے۔

قتل کے بعد بیدرا کے سر پر تاج رکھا گیا لیکن چرکسوں نے اسی روز اُس کا سر کاٹ لیا۔ اور نیزہ پر رکھکر شہر میں تشہیر کی۔ لاجین وغیرہ خوف سے روپوش ہو گئے۔

ملک ناصر محمد بن قلاؤون (بار اول)

چرکسوں نے ملک اشرف کے دوسرے بھائی محمد کو تخت پر بٹھایا۔ اس کی عمر صرف نو سال تھی۔ اس وجہ سے ملک منصور کے غلاموں میں سے زین الدین کتبغا نے نیابتاً سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اور علم الدین سنقر وزیر ہوا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک تخت سلطنت کا خواہاں تھا۔ اس باہمی کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ سنقر مارا گیا۔ اب کتبغا کے لئے راستہ صاف تھا۔ اُس نے ۹ محرم سنہ ۶۹۴ھ میں ناصر کو تخت سے اتار کر قلعہ کرک میں جو سلاطین کی نظر بندی کے لئے مخصوص تھا بھیجدیا اور خود اس پر بیٹھ گیا۔

ملک عادل کتبغا

کتبغا کا لقب ملک عادل رکھا گیا جو بیبرس کے بیٹے سلامش کا تھا۔ اور امیر حسام الدین لاچین جو مخفی تھا بلا کر وزیر بنایا گیا۔ اُس کے زمانہ میں مصر میں طاعون اور قحط دونوں ایک ساتھ پھیلے اور کثرت سے مخلوق تباہ ہوئی۔

۶۹۵ھ میں تاتاریوں کی ایک جماعت اپنے سردار طرغائی کے ساتھ جو ہلاکو کے بیٹے منجو تیمور کا داماد تھا مصر میں آئی یہ لوگ اویراتیہ قبیلہ کے کفار تھے جو سلطان غازان محمود بن ارغون کے خوف سے بھاگ کر آئے تھے۔ ملک عادل نے بوجہ ہمقوم ہونے کے اُن کو اپنی حمایت میں لیا سواحل پر رہنے کے لئے زمین دی اور اُن کے تین سو سرداروں کو بلا کر اپنے پاس رکھا اور بڑے بڑے عہدے عطا کئے۔ امراء دولت نے اس کو گوارا نہ کیا۔ کتبغا کو تخت سے اُتار دیا۔ اور امیر لاچین کو ملک منصور کا خطاب دیکر جو اسکے آقا تھا سلطان بنا لیا۔

ملک منصور لاچین

محرم ۶۹۶ھ میں لاچین کے ہاتھ پر امارت کی بیعت ہوئی۔ اس زمانہ میں آرمینیہ کی طرف سے برابر اضطراب کی خبریں موصول ہوئی تھیں۔ اُس نے جا کر پورا صوبہ قابو میں کیا۔ جب واپس آیا تو چراکسہ نے بوجہ عداوت کے ۶۹۸ھ میں قتل کر ڈالا اور اپنے آقا زادہ ملک ناصر کو جسکی عمر اب پندرہ سال ہو گئی تھی کرک کے قلعہ سے لا کر تخت پر بٹھایا۔

ملک ناصر (بار دوم)

لاچین کے حامیوں نے کوشش کی کہ اسکو قتل کر ڈالیں مگر ناکام رہے۔ ۶۹۹ھ میں سلطان غازان محمود مغول نے ایک فوج گراں لے کر شام پر چڑھائی کی۔ ناصر نے جا کر اسکو شکست دی اور نکالا۔ تاتاریوں کے حملہ کی وجہ سے آرمینیہ والوں نے بغاوت کر دی تھی اسکو فرو کرنے کے لئے ایک غازندار اور بدر الدین بکتاش کو فوجیں دیکر روانہ کیا۔ کتبغا کو بھی جو سلطنت سے مخلوع ہونے کے بعد حلب کی امارت پر تھا ساتھ جانے کا حکم دیا۔ ان لوگوں نے جا کر وہاں امن قائم کیا۔

جزیرۂ ارواد میں فرنگیوں کی ایک جماعت قلعہ گیر تھی جن کا پیشہ بحری غارتگری تھا۔ ناصر نے ۷۰۲ھ میں بحری فوج بھیجی جسنے پہونچکر وہاں قبضہ کر لیا۔

۷۰۴ھ میں سلطان مغرب ابو یعقوب یوسف نے پانسو گھوڑے اور خچر معہ طلائی ساز اور بیش قیمت ہدایا کے بھیجے جس سے دونوں ملکوں میں دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ حبش کا بادشاہ ابابلی بھی قسم قسم کے جانور اور تحفے لیکر حاضر ہوا اور اپنے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے امداد طلب کی۔ ناصر نے ایک فوج اُس کے ساتھ کر دی۔

باوجود اس عظمت کے وہ اپنے باپ کے غلاموں جاشنگیر اور سلار کے استبداد سے تنگ تھا۔ آخر نوبت یہانتک پہونچی کہ تخت پر رہنا اُس کے لئے ناممکن ہو گیا۔ اسوجہ سے ۷۰۸ھ میں حج کے بہانہ سے قلعہ کرک میں بھاگ گیا اور وہاں سے مہر حکومت اور سلطنت سے دست برداری لکھکر بھیجدی۔ ممالیک نے رکن الدین بیبرس جاشنگیر کو ملک مظفر کے لقب سے تخت نشین کر دیا۔

ملک مظفر بیبرس

بیبرس ثانی ۲۳ شوال ۷۰۸ھ کو تخت پر بیٹھا۔ پہلے از راہ مہربانی ناصر کو کرک کی امارت کا فرمان بھیجدیا جس سے وہ خوش ہوا یہاں تک کہ اُس کے نام کا خطبہ کرک میں پڑھا۔ مگر اسکے بعد مظفر نے اس کے غلاموں، سواری کے گھوڑوں اور اس رقم کا بھی مطالبہ کیا جو اس کو وہاں کی اپنی ملکیت سے حاصل ہوتی تھی۔ اس سے تنگ ہو کر ناصر نے امرا شام کے پاس فریاد کی۔ انہوں نے لکھا کہ ہم حمایت کے لئے تیار ہیں۔ ناصر نے کرک میں اپنے غلام ارغون کو چھوڑا اور خود شام کی طرف گیا۔ والی شام امیر برلک جو ممالیک کا سرغنہ اور مظفر کا دشمن تھا منتخب جماعت کو لیکر اُس کے ساتھ مصر کی طرف چلا۔ جب یہ لوگ غزہ میں پہونچے اکثر امرا مصر نے آکر اطاعت کا اظہار کیا۔ مظفر کے لئے مقابلہ کی کوئی صورت نہ تھی اسلئے امان مانگی۔ ناصر نے اُس کو قید کر دیا۔ اور ۷۰۹ھ میں عید کے دن تخت پر بیٹھا۔

ملک ناصر (بار سوم)

ملک میں اب کوئی حریف نہ تھا اس وجہ سے اطمینان اور سکون کے ساتھ انتظامات کی طرف توجہ کی۔ ناجائز محاصل موقوف کئے۔ دار العدل قائم کیا۔ جابجا پل بنوائے۔ باغات لگوائے۔ قصور و محلات تعمیر کرائے۔ رصدگاہ قائم کی۔ اور وسیع مارستان بنوایا جسکے اخراجات کیلئے املاک وقف کیں۔

اس کے عہد میں شام اور مصر میں ہر زمانہ سے زیادہ عمارات، مساجد اور جوامع تعمیر ہوئیں۔ اور اب کی بار ۳۲ سال حکومت کر کے ۱۹ ذی حجہ ۷۴۱ھ میں وفات پائی۔

ملک ناصر جلیل القدر اور بارعب تھا۔ امن و امان اور دولت کی فراوانی کی وجہ سے اس کی سلطنت کی شان و شوکت بہت بڑھ گئی تھی۔ علم کا بھی شائق تھا۔ اور قاضی القضاۃ

علامہ بدرالدین کے درس حدیث میں جاکر شریک ہوتا تھا۔ سیاسی سازشوں اور خطروں سے محفوظ رہنے کے لئے اُس نے اپنے عہد میں خلیفۂ عباسی کا نام خطبوں سے نکالدیا۔

اولادِ ناصر

ملک ناصر نے اپنے سب سے لائق بیٹے انوک کو سلطنت کے لئے تیار کیا تھا اور اُسی کو ولی عہد بنایا تھا۔ لیکن وہ اُس کی زندگی ہی میں ۷۴۰ھ میں وفات پاگیا۔ ناصر اُس کے غم میں گھل گیا۔ یہاں تک کہ اس کے دوسرے سال انتقال کرگیا۔

اُس نے آٹھ بیٹے چھوڑے تھے جو یکے بعد دیگرے تخت سلطنت پر آئے لیکن کچھ ایسے انقلابات رہے کہ ان میں سے کوئی زیادہ عرصہ تک نہیں رہنے پایا۔

سب سے پہلے ناصر کا بڑا بیٹا سیف الدین ابوبکر سلطان بنایا گیا۔ اور ملک منصور رابع اس کا لقب رکھا گیا۔ لیکن چالیس دن کے بعد معزول کرکے مقام قوص میں جو بالائی مصر میں ہے بھیجدیا گیا۔ وہیں ۷۴۲ھ میں مرگیا۔

اس کی جگہ علاؤالدین کوجک ملک اشرف کے لقب سے تخت پر بٹھلایا گیا جسکی عمر صرف چھ سال تھی۔ پانچ مہینہ کے بعد یہ بھی مخلوع ہوا۔ اور شہاب الدین احمد جو کرک میں نظربند تھا لایا گیا۔ اُس کا لقب ملک ناصر ثانی ہوا۔ ۱۲ محرم ۷۴۳ھ کو ممالیک نے اُس کو معزول کرکے پھر کرک میں بھیجدیا۔ اور عمادالدین اسماعیل کو ملک صالح کے لقب سے تخت نشین کیا۔ اُس نے تین سال ڈھائی مہینے سلطنت کی اور ۴ ربیع الثانی ۷۴۶ھ کو فوت ہوگیا۔ پھر زین الدین شعبان سلطان ہوا۔ اس کا لقب ملک کامل رکھا گیا لیکن کامل بدتدبیری اور بدخلقی میں تھا۔ اس وجہ سے امرائے اُس کو اتار دیا اور زین الدین

حاجی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور مظفر لقب رکھا۔ یہ اس سے بھی زیادہ نااہل نکلا اس وجہ سے ایک سال تین ماہ کے بعد ۷۴۸ھ میں قتل کر دیا گیا۔ اس کی جگہ حسن تخت نشین ہوا۔ اور ملک ناصر ثالث اپنا لقب رکھا۔ ۷۵۲ھ میں اتار دیا گیا۔ پھر صلاح الدین ملک صالح ثانی آیا تین سال اور ساڑھے تین مہینہ کے بعد ۲ شوال ۷۵۵ھ میں یہ بھی نکال دیا گیا۔ اور حسن ملک ناصر ثالث دوبارہ لایا گیا۔ یہ چھ سال ۷ ماہ تخت پر رہا۔ آخر میں اپنے مملوک یلبغا خاصگی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

ملک منصور خامس

حسن کے بعد اس کا بھتیجا محمد بن حاجی ملک منصور خامس تخت پر آیا۔ وسط شعبان ۷۶۴ھ میں ممالیک نے اس کو اتار دیا۔ اور اُس کے چچا زاد بھائی شعبان بن حسن بن محمد بن قلاؤوں کو لائے۔

ملک اشرف ثالث

شعبان مذکور کا لقب ملک اشرف ثالث ہوا۔ اس کے عہد میں فرنگیوں نے اسکندریہ کو لوٹ لیا۔ عورتوں اور بچوں کو پکڑ لیگئے۔ ملک اشرف مدافعت کے لئے پہونچا لیکن وہ بھاگ چکے تھے۔

اس کے باپ کے مملوک یلبغا نے جو نائب سلطنت تھا ممالیک پر سختی کی جسکی وجہ سے انہوں نے اُس کو مار ڈالا۔ پھر قصر سلطانی کی طرف بڑھے لیکن فوج نے ان کو روکا اور شکست دیکر تعاقب کیا۔ بہت سے مارے گئے اور بہت سے بھاگتے ہوئے دریا میں

ڈوبے۔ بقیہ شہر بدر کردیئے گئے۔

سنہ ۷۷۶ھ میں ملک اشرف حج کے ارادہ سے نکلا۔ راستہ میں ممالیک کے سرغنہ طشتمر دوادار اور اُس کی جماعت نے چاہا کہ قتل کردیں۔ اس لئے بھاگ کر قاہرہ واپس آیا۔ یہاں دیکھا کہ امرا نے اُس کے بیٹے علی کو ملک منصور سادس کے لقب سے سلطان بنا رکھا ہے۔ اس وجہ سے قبہ نصر میں پناہ گیر ہوا۔ ممالیک نے وہیں پہونچکر ۱۵ ذی حجہ ۷۷۸ھ کو اسکا گلا گھونٹ دیا۔

ملک منصور سادس

علی کا سن سات سال کا تھا۔ امیر لاین اتابک مقرر ہوا۔ پھر اُس کی جگہ امیر قرطائی آیا۔ آخر میں برقوق نائب سلطنت ہوا۔ یہی دولت چراکسہ کا بانی ہے۔ سلطنت کا خیال اپنی امارت کے روز اول ہی سے اُس کے دلمیں تھا۔ لیکن آقا کی وفاداری کی وجہ سے کچھ دنوں صبر سے کام لینا مناسب سمجھا۔

ملک منصور ۷۸۳ھ میں گزر گیا۔

ملک صالح حاجی

منصور کی وفات کے دن حاجی بن شعبان سلطان ہوا۔ ڈیڑھ سال کے بعد ۱۹ رمضان ۷۸۴ھ کو برقوق اُس کو تخت سے اُتار کر خود اُس پر بیٹھ گیا۔

ملک صالح دولت ممالیک بحری کا آخری سلطان تھا۔

دولتِ ممالیک چرکسیہ (برجیہ) ۷۸۴ھ سے ۹۲۳ھ تک

ان ممالیک کا اصل مولد و منشا چرکس یا کرغز ہے جو نواحی سیبیریا اور بحیرۂ بیکال کی طرف واقع ہے چھٹی صدی عیسوی میں ان کے آبا و اجداد بالائی ایشیا کی طرف آئے اور بحر قزوین کے سواحل پر سکونت گزیں ہو گئے۔ انہیں کی اولاد کو ممالیک بحریہ میں سے منصور اور اشرف نے کثرت کے ساتھ خریدا۔ چونکہ دماغی اور جسمانی دونوں لحاظ سے یہ لوگ بہ نسبت سابقہ ممالیک کے بہتر تھے اس لئے قلعوں کی حفاظت اور فوجی امارت وغیرہ ان کے سپرد ہوئی اور محل سلطانی کے امور بھی ان کے ہاتھ میں آ گئے۔

جب ان کی قوت اور تعداد بڑھ گئی اور ملک کی سیاست میں انکا عنصر غالب ہو گیا اسوقت ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کرسئ سلطنت پر جلوس فرمائیں۔ چنانچہ برقوق نے صالح کو اتار کر خود تخت پر قبضہ کر لیا۔

برقوق کا باپ انس قبیلۂ کسا کا تھا۔ سرکیشیا سے ایک تاجر اسکو قرم میں لیگیا وہاں ایک مسلمان عثمان نامی نے خرید لیا۔ اور ۷۶۲ھ میں مصر میں لاکر امیر یلبغا کے ہاتھ بیچدیا۔ اس نے اپنے غلاموں میں شامل کر لیا۔ اُس کے بیٹے برقوق میں حسن و جمال، ذہن و ذکا، عقل و فہم اور رعب و ہیبت کے آثار تھے۔ اسوجہ سے یلبغا نے اس کو مصاحب خاص بنایا۔

برقوق نے علم و ادب بھی حاصل کیا اور علوم اسلامیہ میں اچھی مہارت پیدا کر لی جسکے باعث اسکا وقار بہت بڑھگیا۔ یلبغا نے اُس کو شیخ کہنا شروع کیا اور امارت کا عہدہ دیا۔

جب یلبغا مخالفین کے ہاتھوں سے مارا گیا اسوقت برقوق اور ایک دوسرا مملوک امیر برکہ دونوں قید خانہ میں تھے۔ وہاں سے آزادی پاکر امیر منجک والئ دمشق کے پاس پہنچے اور اُس کی فوج میں داخل ہو گئے۔ ملک اشرف شعبان نے برقوق کو مصر میں بُلا لیا۔

اور ایک ہزار سپاہیوں کا امیر بنا دیا۔ اُس وقت سے سلطنت کی آرزو اُس کے دل میں بیٹھ ہو گئی۔ چنانچہ سخت کوشش کر کے ملک منصور کے عہد میں اتابکی کے عہدہ پر آگیا۔ آخر میں ملک صالح کے تخت نشین ہونے پر اپنی جماعت کی مدد سے سلطنت پر تغلب کر لیا۔

ملک ظاہر برقوق

برقوق نے خلیفۂ وقت سے اپنی امارت کا فرمان لکھوایا۔ قضاۃ، علما، اور امرا سے بیعت لی اور مصر کے سب سے بڑے آخری سلطان رکن الدین بیبرس بندقداری کا لقب ملک ظاہر اپنے لئے منتخب کیا۔

اس نے ملک کی انتظامی حالت درست کی۔ ممالیک بحریہ کے عہد میں جو ناجائز رسوم اور محاصل تھے اُن کو موقوف کیا۔ اور رعایا کی اقتصادی اور اخلاقی اصلاح کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کی۔

اس زمانہ میں تیموری حملوں سے مشرقی ممالک میں ایک ہیجان برپا تھا۔ ۷۸۵ھ میں تیمور شام کی طرف پہونچا جسکی وجہ سے مصر میں بھی اضطراب پیدا ہو گیا۔ برقوق نے فوجیں جمع کیں اور جا کر حدودِ شام سے اُس کو روکا۔ لیکن ادھر مصر میں خلیفۂ متوکل نے اس کے عزل کا فتویٰ دیدیا۔ جب وہ واپس آیا تو دیکھا کہ حالت دگرگوں ہے۔ امرا، اور قضاۃ سے مل کر بڑی کوشش کے بعد آخر میں خلیفہ کو قید کیا۔ اور اس کی جگہ عمر بن ابراہیم کو واثق باللہ کے لقب سے خلافت کی گدی پر بٹھایا۔ لیکن وہ شوال ۷۸۸ھ میں گزر گیا۔ اس لئے زکریا ابن ابراہیم کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ اُس نے مخالفت شروع کی۔ برقوق نے اُس کو بھی معزول کر کے ۷۹۱ھ میں دوبارہ متوکل کو خلیفہ بنایا۔ اُس نے پھر اُس کی معزولی کی کوشش شروع

کی۔ چونکہ امیر الامراء منطاش اور دوسرے ارکان دولت بھی خلیفہ کے ساتھ سازش میں شریک تھے اسوجہ سے برقوق کا کچھ بس نہ چلا۔ وہ قلعۂ کرک میں بھیجدیا گیا اور حاجی بن شعبان ملک صالح دوبارہ تخت پر لایا گیا۔ مگر ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ وہ معزول ہوا اور ۱۴ صفر ۷۹۲ھ میں برقوق پھر بلایا گیا۔ ایکے اُس نے ملک صالح اور اسکے حامیوں کا خاتمہ کردیا۔

۷۹۴ھ میں قرا یوسف والی فارس نے تبریز کو بطور نذر پیشکش کیا۔ برقوق نے اُسکے لئے خلعت بھیجا۔ اور فرمان لکھا کہ سلطنت مصر کی طرف سے تبریز اور اس تمام علاقہ کی امارت تمکو دیجاتی ہے جو فتح کرسکو۔ اسی درمیان میں ادہر تیمور کا گزر ہوا۔ قرا یوسف معہ اپنے ایک حلیف احمد بن اویس کے بھاگا۔ اور قیصر قسطنطنیہ منویل کے پاس پناہ لینی چاہی۔ اُس نے انکار کیا کیونکہ وہ ایک جدید طاقت یعنی دولتِ عثمانیہ سے جسکی صبح سعادت طلوع ہو رہی تھی۔ لرزاں تھا۔ اس لئے وہ دونوں مصر آئے۔ برقوق نے انکو عزت کے ساتھ رکھا۔

۷۹۷ھ میں سلطان عثمانی بایزید پسر مراد نے مصر میں معاہدہ کے لئے سفیر بھیجا اور یہ بھی خواہش کی کہ خلیفہ عباسی اناطولیہ اور اُس کے مفتوحہ علاقوں کی امارت کا فرمان اُس کے نام لکھدے۔ چنانچہ عہدنامہ اور فرمان دونوں لکھے گئے۔

اس کے بعد امیر تیمور کے قاصد پہونچے اور قرا یوسف کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ برقوق نے نرمی کے ساتھ اس سے انکار کیا۔ قاصدوں نے سخت کلامی کی جسپر اُن کو قتل کرادیا۔ تیمور نے برافروختہ ہوکر شام پر حملہ کردیا اور رہا سے حلب تک خون کے دریا بہادئے مگر وہیں تک آکر رُک گیا۔

برقوق نے مصر میں افواج اور اسلحہ کی ترتیب شروع کی اور سازوسامان درست کرکے مدافعت کے لئے تیار ہوگیا۔ لیکن ۸۰۱ھ میں ۱۵ شوال کو مرگی کے دورہ میں

اچانک انتقال کرگیا۔

جامع برقوق اور مدرسہ ظاہریہ اس کی یادگاریں باقی ہیں۔ نہایت فیاض اور علم دوست تھا۔

ملک ناصر زین الدین

برقوق کا بڑا بیٹا زین الدین فرج باپ کی جگہ سریر سلطنت پر بیٹھا۔ اتابک لطمش نے تمر فرسانی نائب دمشق اور یلبغا والی حلب کو متفق کرکے بغاوت کر دی۔ ناصر نے فوجکشی کی فلسطین میں فریقین کا مقابلہ ہوا جس میں باغیوں نے شکست کھائی اور اپنی سزا کو پہونچے۔

۸۰۳ھ میں تیمور ہندوستان اور ایران سے ہوتا ہوا بغداد اور ملاطیہ پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد شام کی طرف پہونچا۔

اس زمانہ میں ایشیا دو عظیم الشان فاتحوں کی جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ ایک تیمور گورگانی دوسرا بایزید عثمانی۔ بدقسمتی سے یہ دونوں قوتیں آپس ہی میں ٹکرا گئیں۔ اور ۸۰۴ھ میں تیمور نے انگورہ کو فتح کرکے بایزید کو قید کرلیا۔

مصری تیمور کی طرف سے مطمئن تھے۔ مگر اب بایزید کی شکست کے بعد اُن کو پھر اضطراب لاحق ہوا۔ کیونکہ ۸۰۵ھ میں تیمور نے سلطانِ مصر کے پاس تحف وہدایا کے ساتھ جن میں ایک ہندوستانی ساتھی بھی تھا یہ حکم بھیجا کہ ہماری سلطنت تسلیم کرلو۔ ناصر کو مجبوراً اسکی سیادت ماننی پڑی مگر اسی سال تیمور نے انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کی اولاد میں تخت سلطنت کے لئے نزاع پڑ گئی جسکی وجہ سے مصری اُن کے تسلط سے آزاد ہو گئے۔

۸۰۸ھ میں متوکل کے بعد اُس کا بیٹا ابو الفضل مستعین باللہ خلیفہ بنایا گیا۔ وہ دل میں ناصر سے عداوت رکھتا تھا۔ اُس نے امراء دولت کو جن میں سب سے مقدم شیخ محمودی تھا

اپنے ساتھ ملالیا اور ناصر کے خلع کا اعلان کر دیا۔ ناصر نے دیکھا کہ اس کے طرفدار کم ہیں اسوجہ سے بھاگنا چاہا مگر گرفتار ہو گیا۔ خلیفۂ مذکور نے تخت پر بیٹھکر اس کو قتل کرا دیا۔

ملک عادل مستعین باللہ

ملک عادل کے لقب سے مستعین کے ہاتھ پر ۲۵ محرم ۸۱۵ھ میں سلطنت کی بھی بیعت ہوئی۔ اور عباسی خلیفہ کے سر پر مستعصم کے بعد ایک بار اور دینی دستار کے ساتھ دنیادی سلطنت کا تاج بھی رکھا گیا۔ اس نے شیخ محمودی کو وزارت سیف وقلم دونوں کے عہدے دے۔ لیکن اُس نے دیکھا کہ خلیفہ ضعیف العقل ہے اسوجہ سے درخواست کی کہ مجھکو شریک سلطنت بنایا جائے۔ اُس نے اس کو بھی منظور کیا اور ملک مؤید کے لقب سے اس کو اپنا سہیم قرار دیا۔ مگر یہ شرکت نہ چل سکی اور ۸ ربیع الاول ۸۱۵ھ میں شیخ نے اُس کو اتار کر اپنی سلطنت کا اعلان کر دیا۔

شیخ محمودی

شیخ محمودی برقوق کے غلاموں میں شجاعت اور دانائی میں ممتاز اور شہسواری میں فرد تھا۔ صاحب علم بھی تھا اور شرع کا پابند۔ اسوجہ سے لوگوں میں مقبول تھا۔

مستعین نے معزولی کے بعد اس کے خلاف سازش شروع کی۔ اور اپنے ایک مخلص دوست نوروز کو جس کو شام کی ولایت دی تھی مخفی طور پر اپنا حال لکھ بھیجا اور مدد چاہی۔ اُس نے جواب دیا کہ مَیں لشکر لے کر آتا ہوں لیکن اس سے پہلے تم اپنے دینی اثر سے کام لو اور اُس کی معزولی کا فتویٰ شائع کر دو۔

یہ سب کچھ ہوا مگر محمودی معزول نہ ہوسکا۔ بلکہ اُس نے خود مستعین کو خلافت کی گدی سے اُتار کر اُس کے بھائی داؤد کو معتضد کے لقب سے خلیفہ بنا دیا۔

محمودی منصف مزاج اور منتظم تھا۔ اِس کے زمانہ میں مصریوں نے آرام پایا۔ ۸ سال حکومت کرنے کے بعد ۹ محرم ۸۲۴ھ کو مر گیا۔ جامع مؤید اور مدرسہ محمودی اسی نے بنائے تھے جس میں شیخ شمس بن مدیری اس زمانہ کے ممتاز محدث درس دیتے تھے۔ محمودی مع اپنے بیٹے ابراہیم کے ان کے درس میں حاضر ہوتا تھا۔ اور انکا فرش بچھاتا تھا اور مسند لگاتا تھا۔

احمد بن محمودی ۔ سیف الدین تتر ۔ محمد بن تتر

محمودی کے بعد ممالیک نے اس کے شیر خوار بچہ احمد کو تخت نشیں کیا۔ اور سیف الدین تتر کو اتالیق۔ اس نے شوال ۸۲۴ھ میں احمد کے سر سے تاج لے کر اپنے سر پر رکھ لیا لیکن تین ہی مہینہ کے بعد گزر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد سلطان ہوا جسکا اتابک سیف الدین برس بائے تھا۔ سنت جاریہ کے مطابق اِس نے بھی محمد کو تخت سے اتار دیا۔ ممالیک میں اختلاف پیدا ہوا اور لڑائیاں ہونے لگیں۔ برس بائے خاموش بیٹھا رہا۔ جب باہمی جنگوں میں اِن کا زور ٹوٹ گیا اُس وقت بلا کسی مزاحمت کے تخت پر آ گیا۔

ملک اشرف برس بائے

برس بائی سیف الدین تتر کا زر خرید غلام تھا۔ ربیع الاول ۸۲۵ھ میں اس کے ہاتھ پر سلطنت کی بیعت ہوئی۔

اِس کے عہد میں بجز ایک خفیف شورش کے جو ۸۲۷ھ میں شام کے والی نجاشی کی

بغاوت کی بدولت ہوگئی تھی اور فوراً رفع کردی گئی اور کوئی فتنہ برپا نہیں ہوا۔ نہ قحط پڑا نہ طاعون آیا۔ اسوجہ سے تمام ملک خوشحال ہو گیا۔

حسن سیاست، تدبیر، رعب اور وقار میں اُس کا رتبہ شیخ محمودی سے فائق تر تھا۔ نہایت شجاع اور عاقل۔ مورخین لکھتے ہیں کہ آخر میں حاکم بامر اللہ کی طرح اُس نے بھی عجیب و غریب احکام دینے شروع کئے تھے۔ قاہرہ سے تمام کتے نکلوا دئے۔ عورتوں کا سڑکوں پر بلا اجازت نکلنا ممنوع کر دیا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی غسالہ کو بلوا تا تو وہ محتسب کا اجازت نامہ سر پر رکھے بغیر شاہراہ سے نہیں گذر سکتی تھی۔

۱۷ سال ۸ ماہ حکومت کرکے ۶۰ سال کی عمر میں ۱۳ ذی حجہ ۸۴۱ھ کو انتقال کیا۔ سلاطین چراکسہ میں گل سرسبد یہی سمجھا جاتا ہے۔

ملک عزیز یوسف

برس بائے کے بعد اُس کے بیٹے جمال الدین یوسف کے ہاتھ پر بیعت ہوئی سیف الدین چقمق نائب مقرر ہوا حسب دستور تین مہینہ کے بعد اُس نے یوسف کو نکالکر سلطنت پر قبضہ کرلیا۔ اور ۱۹ ربیع الاول ۸۴۲ھ میں اُس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔

ملک ظاہر چقمق

بیعت کے وقت اُس کا سن ۶۹ سال کا تھا۔ اُس کے زمانہ میں معتضد باللہ خلیفہ نے انتقال کیا جو بڑا متقی اور دیندار تھا۔ اُس کی جگہ اُس کا بھائی مستکفی باللہ خلیفہ ہوا۔ وہ ۸۵۴ھ میں گذر گیا۔ پھر قائم بامر اللہ خلیفہ ہوا۔ اس نے چقمق کے خلاف سازش شروع کی۔

جقمق کا سن اس وقت ۸۰ سال سے متجاوز ہو چکا تھا۔ دیکھا کہ خلیفہ کے وسائس کا میں مقابلہ نہ کرسکوں گا۔ اس وجہ سے اپنے بیٹے عثمان کو تخت پر بٹھا دیا۔ اس کے چند روز کے بعد ۸۵۷ھ میں جس میں کہ سلطان محمد ثانی فاتح نے قسطنطنیہ کو فتح کیا انتقال کر گیا۔

جقمق منکسر المزاج۔ درویش دوست اور غریب پرور تھا۔ اس کے زمانہ میں کثرت سے مساجد اور عمارات وغیرہ تعمیر ہوئیں۔ اس کے عہد میں مصر میں سخت طاعون پھیلا تھا جس سے بہت مخلوق تباہ ہوئی۔

ملک منصور عثمان

فخرالدین عثمان ابھی تخت پر متمکن ہونے بھی نہ پایا تھا کہ خلیفہ قائم نے امراء کی ایک جماعت کے ساتھ ملکر اس کے عزل کا فرمان شائع کیا چنانچہ یکم ربیع الاول ۸۵۷ھ میں اسکو تخت چھوڑ دینا پڑا خلیفہ مذکور چاہتا تھا کہ مستعین کی طرح اپنی سلطنت قائم کرے لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ کیونکہ ممالیک نے اپنی جماعت میں سے ایک پیر کہن سال ابو نصر ینال کو تخت پر بٹھا دیا۔

ملک اشرف ینال

ینال کی تخت نشینی سے بھی خلیفہ کی امیدیں ختم نہیں ہوئیں۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ بڈھا عنقریب مرجائیگا۔ اس کے بعد میں تخت لیلونگا۔ مگر چھ سال اس انتظار میں گزر گئے۔ آخر میں اس نے سازش شروع کی۔ سلطان کو پتہ مل گیا۔ معزول کرکے اسکندریہ میں بھیجدیا اور اس کے بھائی یوسف کو مستنجد کے لقب سے خلافت کا منصب عطا کیا۔

ینال آٹھ سال ڈھائی مہینے سلطنت کرنیکے بعد ۵ جمادی الاول ۸۶۵ھ میں گزر گیا۔

ملک مؤید احمد

ینال کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا شہاب الدین احمد سلطان ہوا۔ یہ باپ کے وقت سے مہماتِ سلطنت میں دخیل تھا۔ چونکہ امرا اس سے ناراض تھے اسوجہ سے چار مہینے کے بعد معزول کر دیا گیا۔

ملک ظاہر خوش قدم

خوش قدم نسباً یونانی تھا اور ملک ناصر کا زرخرید غلام۔ اسوجہ سے ناصری اور یونانی دونوں نسبتوں سے مشہور رہے۔ اس کے عہد میں ملک کا انتظام اچھا رہا۔ ۱۰ ربیع الاول ۸۷۲ھ کو انتقال کر گیا۔

ملک ظاہر بلبائے۔ ملک ظاہر تمر بوغا

ابوسعید بلبائے خوش قدم کے بعد سلطان ہوا لیکن ظالم اور غضبناک تھا۔ اسلئے دو مہینہ کے بعد نکال دیا گیا۔ اور اسی لقب کے ساتھ تمر بوغا تخت پر بٹھلایا گیا۔ یہ بھی دو مہینہ کے بعد ۶ رجب کو مخلوع ہوا۔

ملک اشرف قایت بائے

قایت بائے جقمق کا آزاد کردہ غلام تھا۔ ۸۷۲ھ میں تمر بوغا کے بعد عنانِ سلطنت اسکے ہاتھ میں آئی۔ اس نے دانشمندی سے مختلف جماعتوں کو قابو میں کیا۔ اور ملک کا انتظام بہت اچھا رکھا۔

اس زمانہ میں سلاطین عثمانیہ اپنی سلطنت کا دائرہ وسیع کر رہے تھے۔ ایرانیوں نے انکے خوف سے مصریوں کے ساتھ اتحاد کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ جب عثمانیوں نے اوزون حسن والی فارس کو شکست دیدی اسوقت قایت بائے کو خوف ہوا کہ شام پر حملہ آور ہوں گے اسلیئے ایک فوج گراں اُس کے حدود پر بھیجدی۔ جس نے ترکی سلطنت کے دو شہر اذنہ اور ترسوس فتح کر لیئے عثمانی اس وقت یورپین اقوام کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو گئے اسوجہ سے ادھر کا خیال نہ کر سکے۔ ۸۸۵ھ میں وہاں ان کو فتوحات حاصل ہوئیں مگر اسی اثناء میں سلطان محمد فاتح کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے بیٹوں میں تخت سلطنت کے لئے نزاع واقع ہو گئی۔ آخری لڑائی یکی شہر میں ہوئی جس میں بایزید غالب آگیا اور اسکے بھائی جم نے بھاگ کر مصر میں پناہ لی۔ قایت بائے نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر اس کو احترام کے ساتھ رکھا۔ اور حمایت کی امید دلاکر عثمانیوں پر حملے بھی شروع کر دئے۔ بایزید نے اب شام پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ لیکن اتمام حجت کیلئے سفیر بھیجا کہ اذنہ اور ترسوس سے دست بردار ہو جاؤ۔ اور جو خسارہ ہوا ہے اس کا تاوان دو۔ قایت بائے نے سفیروں کو واپس کر دیا۔ اسوجہ سے ترکی فوجوں نے بڑھکر اپنے مقامات واپس لے لئے۔

قایت بائے نے امیر ازبکی کو بھیجا۔ اُس نے پھر ان شہروں پر قبضہ کر لیا اور ہندوستان سے ایک سیاسی وفد بایزید کے پاس جا رہا تھا اس کو بھی پکڑ لیا۔ بایزید یہ سنکر غصہ میں بھر گیا۔ ۳ ربیع الاول ۸۹۳ھ کو خود آستانہ سے فوج لے کر چلا۔ اور تہدید آمیز لہجہ میں قایت بائے کو لکھا کہ اس کش مکش سے باز آؤ ورنہ میں تمام آل عثمان کو جمع کر کے چڑھائی کرونگا اور مصر بھی فتح کر لونگا۔ قایت بائے نے سلامتی اسی میں دیکھی کہ ان دونوں شہروں سے دست بردار ہو کر عثمانیوں سے صلح کر لے۔ اس کے پانچ سال کے بعد ۲۹ سال ۴ ماہ ۲۰ روز حکومت کر کے

سنہ ۹۰۱ھ میں ۲۲ ذی قعدہ کو وفات پائی ۔

ملک ناصر محمد بن قایت بائے (بار اوّل)

قایت بائے کے بعد اُس کا بیٹا محمد تخت پر بیٹھا مگر چھ مہینے کے بعد ۱۰ جمادی الاول سنہ ۹۰۲ھ کو اتار دیا گیا۔

ملک اشرف قانصوہ خمسمایہ

قانصوہ پانسو دینار پر خریدا گیا تھا اسی وجہ سے خمسمایہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ محمد کے بعد امرا نے اس کو تخت پر بٹھایا لیکن اُس نے دیکھا کہ مَیں سلطنت کا کام نہیں کرسکتا اس لئے دست بردار ہو گیا۔

ملک ناصر (بار دوم)

ممالیک دوبارہ محمد بن قایت بائے کو تخت پر لائے لیکن وہ سخت وحشی اور جاہل نکلا۔ ایک بار ایک نوعمر کنیز کی زندہ کھال کھینچ ڈالی ۔ اس قسم کی سختیوں سے ڈیڑھ سال کے بعد ۱۴ ربیع الاول سنہ ۹۰۴ھ کو ذبح کر دیا گیا۔

ملک ظاہر قانصوہ اشرفی

ناصر کے قتل کے دوسرے دن تخت نشین ہوا۔ ایک سال آٹھ ماہ کے بعد معزول کر دیا گیا

ملک اشرف قانصوہ جان بلبد

قانصوہ ثالث ذیقعدہ ۹۰۵ھ میں سلطان بنایا گیا۔ ۷ مہینے کے بعد ۸ جمادی الاول کو مخلوع ہوا

ملک عادل طومان بائے اوّل

جان بلد کے بعد قایت بائے کے غلاموں میں سے طومان بائے کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔
ساڑھے چار مہینہ کے بعد ذیقعدہ ۹۰۶ھ میں قتل کر دیا گیا۔

ملک اشرف قانصوہ غوری

یہ بھی قایت بائے کے غلاموں میں سے تھا۔ نہایت متقی اور پرہیز گار۔ اور ان تمام سیاسی جھگڑوں سے الگ جو ممالیک میں جاری تھے۔ طوماں بائے کے بعد امراء نے اسی کو منتخب کیا۔ اس نے معافی چاہی اور کہا کہ میں اس منصب کا اہل نہیں لیکن انہوں نے اصرار کیا اور کہا کہ اہل ملک کو جو اعتماد تمہارے اوپر ہے وہ تمہاری اہلیت کیلئے کافی ہے۔ اس لئے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ قبول کیا۔ مگر یہ کہا کہ میرے لئے وہ دن بڑی خوشی کا ہوگا جس دن تم لوگ اس گرفتاری سے مجھکو آزادی کی خوشخبری دو گے اور میں تخت چھوڑ کر اپنے اس بوریا پر آبیٹھونگا۔

غوری نے زمام سلطنت ہاتھ میں لیکر عدل وحسن انتظام کے ساتھ حکومت شروع کی۔ جس سے ملک میں اس سرے سے اُس سرے تک امن وامان ہو گیا۔

پرتگالیوں نے اس زمانہ میں اپنے ہندوستانی مقبوضات سے بحری قزاقی شروع کر دی تھی جس سے مصر اور ہندوستان کی تجارت بند ہو گئی تھی۔ ایک بیڑہ ان کے استیصال کیلئے روانہ کیا مگر اسکو بحر احمر میں فرنگیوں نے تباہ کر ڈالا۔

۹۱۸ھ میں سلطان سلیم اوّل عثمانی کا بھائی کرکو دجو اُس کے ساتھ تخت وتاج کیلئے برسرپیکار تھا ہزیمت اُٹھانے کے بعد بھاگ کر مصر میں آیا۔ غوری نے حمایت کے لئے جنگی کشتیاں اُس کے ساتھ کر دیں کہ جاکر قسطنطنیہ فتح کرے۔ سلطان سلیم نے مشتعل ہو کر شام پر لشکرکشی کر دی مصریوں نے شاہ ایران اسماعیل صفوی کے ساتھ جو ترکوں کا دشمن تھا ملکر مقابلہ کیا۔ مگر ترکوں نے دونوں کو ایک ساتھ شکست دیدی۔ غوری نے مصالحت کے لئے ایلچی بھیجا۔ سلطان نے جواب دیا کہ اب میں تمہارے فریب میں نہیں آسکتا۔

مصری فوجیں مقابلہ کے لئے بڑھیں حلب کے متصل مرج دابق میں معرکہ آرائی ہوئی۔ غوری اور اُس کے سپاہیوں نے بے مثل بہادری کا اظہار کیا۔ لیکن ترکوں کی توپوں کے سامنے اُنکی ساری جرأت اور دلاوری بیکار ہوگئی۔ کیونکہ وہ ابھی تک صرف نیزوں اور تلواروں سے لڑتے تھے اور توپیں ان کے پاس نہ تھیں۔

۲۵ رجب ۹۲۲ھ کو مصری افواج کے میمنہ اور میسرہ کے سرداران سپاہ عثمانیوں کیساتھ مل گئے۔ غوری جو قلب میں تھا گھوڑے پر بھاگا۔ راستہ میں گرا اور ٹاپوں کے نیچے پڑ کر ہلاک ہوگیا۔

ملک اشرف طوماں بائے ثانی

غوری قاہرہ میں اپنے بھتیجے طوماں بائے کو نائب بنا کر چھوڑ گیا تھا۔ لوگوں نے اسی کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ سلطان سلیم فوجیں لئے ہوئے مصر کی طرف آیا۔ طوماں بائے نے شکست کھائی اور بھاگ کر اسکندریہ کی طرف چلا۔ راستہ میں ایک دیہاتی نے پکڑ لیا اور لاکر ترکوں کے حوالہ کر دیا۔

سلطان سلیم نے دس دن تک اس کو اپنے پاس رکھا اور امور ملک میں مشورے لیتا رہا۔ جب ضرورت باقی نہ رہی تو ۱۹ ربیع الاوّل ۹۲۳ھ میں سولی پر چڑھا دیا۔ اس روز دولت چرکسی ختم ہوگئی اور مصر سلطنتِ عثمانیہ کا ایک صوبہ ہوگیا۔

سلطانِ سلیم نے اسکندریہ میں ایک فوج متعین کی اور خیر بک کو جو غوری کی فوج کا ایک امیر تھا مصر کا والی مقرر کر دیا۔ پھر متوکل سے جو اُس وقت خلیفہ تھا خلافت کا منصب بھی لے لیا۔ اور اُس کو اپنے ساتھ آستانہ لیتا گیا۔ یہی سب سے آخری عباسی خلیفہ تھا جس سے عثمانیوں کو خلافت مل گئی۔

گو میں عمود تاریخ اسلام یعنی خلافت کے ساتھ ساتھ چل رہا ہوں لیکن اس موقع پر میرا جی یہ چاہتا تھا کہ عثمانی اور خدیوی خاندانوں کے حالات بھی لکھکر شامل کر دیتا کہ مصر کی تاریخ آغاز عہد سے آجتک کی مکمل ہوجاتی۔ مگر میں نے دیکھا کہ یہ تتمہ بجائے خود ایک مستقل حصہ کی ضخامت چاہتا ہے اس لئے سردست اس ارادہ کو چھوڑ دیا۔

خلفاء عباسیہ مصر

(۱) مستنصر باللہ

۶۵۹ھ

سقوطِ بغداد کے بعد عباسی خاندان کے دو شخص وہاں سے نکل بھاگے تھے۔ ایک ابوالقاسم احمد بن ظاہر بامر اللہ۔ دوسرا ابوالعباس احمد بن حسن بن علی بن ابوبکر بن مسترشد باللہ۔ ابوالقاسم احمد جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں رجب ۶۵۹ھ میں مصر میں پہونچا۔ ملک ظاہر بیبرس بند قداری نے اُس کے استقبال کے لئے قاہرہ کی آئین بندی کرائی۔ پھر عظیم الشان دربار کر کے امرا، قضاۃ اور علماء کو جمع کیا۔ قاضی تاج الدین نے ثبوت لینے کے بعد جب علی رؤس الاشہاد اس کے صحیح النسب ہونے کا فیصلہ کر دیا اُسوقت اسکے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔

اب خلیفہ کا پہلا کام یہ تھا کہ تاتاریوں کے قبضہ سے بغداد کو نکالے۔ بیبرس نے ایک فوج گراں اُس کو دی اور خود اُس کے ساتھ دمشق تک آیا۔

ابوالعباس احمد حلب میں خلیفہ بنا لیا گیا تھا دمشق میں اس نے بھی آکر مستنصر کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ دیگر امراء شام و حلب بھی اس جہاد میں شریک ہوئے۔ بیبرس نے دس لاکھ دینار کے صرفہ سے سارا ساز و سامان درست کر کے اُن کو روانہ کیا۔ ۳ محرم ۶۶۰ھ میں مقام ہیت سے آگے بڑھکر تاتاریوں سے مقابلہ ہوا۔ انہوں نے شکست دیدی۔ بہت سے مسلمان مقتول ہوئے۔ اور غالباً مستنصر بھی مارا گیا کیونکہ اس دن سے اس کا

کچھ پتہ نہ ملا۔ اُس کی خلافت چھ مہینے سے بھی کم رہی۔

(۲) حاکم بامر اللہ اوّل

۶۶۱ھ سے ۷۰۱ھ تک

مستنصر کے بعد حلبی خلیفہ ابو العباس احمد مصر میں بُلایا گیا۔ اور ۸ محرم ۶۶۱ھ کو اُس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔ سلطان بیبرس نے اپنے قصر کبیر میں ایک محل اس کی سکونت کے لئے نامزد فرمایا۔ اور اُسکی کل ضروریات کا انتظام کر دیا۔

حاکم ۴۱ سال تک اس منصب پر قائم رہا اور ۷۰۱ھ میں یوم جمعہ ۱۲ جمادی الاوّل کو سلطان محمد بن قلاؤون کے عہد میں انتقال کرگیا۔ سیدہ نفیسہ کے مزار کے متصل دفن ہوا۔ تمام امرا اور اعیان دولت جنازہ میں ازراہ ادب ننگے پاؤں شریک تھے۔

(۳) مستکفی باللہ اوّل

۷۰۱ھ سے ۷۴۰ھ تک

ابو الربیع سلیمان بن حاکم اپنے باپ کا نامزد کردہ ولیعہد تھا۔ اس کے عہد میں ۷۰۹ھ میں تاتاری بادشاہ خوبندہ نے رفض اختیار کیا اور اپنے تمام قلمرو میں حکم بھیجدیا کہ خطبوں میں سے خلفاء ثلاثہ کے نام نکال دئے جائیں۔ اس کی وجہ سے سخت شورش برپا ہوئی۔ اسی اثنا میں وہ مرگیا۔ اور اسکی جگہ سلطان ابوسعید آخری تاتاری بادشاہ تخت نشین ہوا جو سنی تھا۔ اس نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

مصر کے ذمیوں نے وزیر کے پاس یہ درخواست دی کہ اہل ذمہ کے اوپر جو قیود ہیں

وہ اٹھا دی جائیں ہم اس کے عوض میں سالانہ سات لاکھ دینار دیتے رہینگے۔ وزیر اور سلطان کا میلان طبع یہ تھا کہ منظور کرلیں مگر امام تقی الدین احمد ابن تیمیہ نے مخالفت کی اور کہا کہ شریعت کے احکام کسی قیمت پر فروخت نہیں ہوسکتے۔ خلیفہ نے بھی ان کی تائید کی۔ اس لئے باز رہے۔

سلطان مصر محمد بن قلاؤون اور خلیفہ میں بہت یگانگت تھی۔ دونوں ایک ساتھ سیر و شکار اور چوگاں بازی کے لئے نکلا کرتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بھائی بھائی ہیں مگر ۷۳۶ھ میں بعض دشمنوں کی دور اندازی سے ان میں باہم رنجش پیدا ہوگئی۔ اسوجہ سے سلطان نے خلیفہ کو برج قصر میں قطع بند کرکے لوگوں کو اس سے ملنے سے روکدیا پھر ذی حجہ ۷۳۷ھ میں اس کو قاہرہ سے معہ اہل و عیال اور متعلقین کے جو تقریباً سو نفوس تھے مقام قوص میں بھیجدیا۔ اور حکم دیا کہ خطبوں میں سے اس کا نام نکال دیا جائے لیکن گزارہ بڑھا دیا۔

شعبان ۷۴۰ھ میں مستکفی نے قوص ہی میں انتقال کیا۔ عمر ۵۰ سال سے زیادہ تھی۔
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مستکفی فاضل، کریم الطبع، شجاع اور سپہ گری میں کامل تھا۔ ہمیشہ علماء و فضلاء کے ساتھ مجالست رکھتا۔ اور سلوک کرتا۔ خط نہایت پاکیزہ لکھتا تھا۔

(۴) واثق باللہ

۷۴۰ھ سے ۷۴۱ھ تک

حاکم بامر اللہ نے اپنے بیٹے ابو عبد اللہ محمد کو اپنا ولی عہد بنایا تھا لیکن وہ اس کی زندگی ہی میں مرگیا۔ اسوجہ سے اسکے بیٹے ابراہیم بن محمد کے نام ولایت عہد لکھدی مگر جب دیکھا کہ اراذل کی صحبت میں بیٹھنے سے اس کی خصلتیں خراب ہوگئی ہیں تو اپنے دوسرے بیٹے

مستکفی کو ولیعہد کیا۔ چنانچہ اس کے خلیفہ ہو جانے پر اسی ابراہیم نے ملک ناصر محمد بن قلاؤون کو اس کا دشمن بنا دیا تھا۔

مستکفی مرتے وقت اپنے بیٹے احمد کے لئے خلافت کی وصیت کر گیا تھا مگر سلطان نے اس کی وصیت کی طرف التفات نہیں کیا اور ابراہیم کو واثق باللہ کا لقب دیکر خلیفہ بنا دیا۔ علماء اور قضاۃ نے بوجہ اس کے ناشائستہ افعال کے سخت مخالفت کی۔ سلطان نے اس کو معزول تو نہیں کیا لیکن خطبوں سے اسکا نام نکلوا دیا۔ اور انتقال کے وقت وصیت کر گیا کہ مستکفی کے بیٹے احمد کو خلیفہ بنا لینا۔

(۵) حاکم بامر اللہ ثانی

۷۴۱ھ سے ۷۵۳ھ تک

محمد بن قلاؤون کی وصیت کے مطابق اُس کے بیٹے سیف الدین ابوبکر نے تخت نشین ہونے کے بعد ذی حجہ ۷۴۱ھ میں قاضی القضاہ کو بلا کر دربار عام میں واثق کو معزول کیا اور ابوالعباس احمد بن مستکفی کو ولیعہدی کا ثبوت لینے کے بعد خلیفہ بنایا۔ چونکہ یہ دوسرے خلیفہ حاکم بامر اللہ کا ہمنام اور ہم کنیت تھا اس لئے وہی لقب بھی اسکو دیا گیا ۷۵۳ھ کے وسط میں طاعون سے ہلاک ہوا۔

(۶) معتضد باللہ اوّل

۷۵۳ھ سے ۷۶۳ھ تک

ابوالفتح معتضد حاکم بامر اللہ کا بھائی تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے ہاتھ پر

خلافت کی بیعت ہوئی۔ جمادی الاوّل ۷۶۳ھ میں گزر گیا۔ متواضع اور علم دوست تھا۔

(۷) متوکل علی اللہ اوّل

۷۶۳ھ سے ۸۰۸ھ تک

ابوعبداللہ محمد بن معتضد اپنے باپ کی وصیت کے مطابق ۷۶۳ھ میں خلیفہ ہوا۔ اس نے زمانہ بہت پایا۔

۷۷۹ھ میں اشرف کے قتل کے معاملہ میں آتابک لاین اس سے کسی بات پر ناراض ہو گیا۔ اس وجہ سے قوص میں بھیجدیا۔ اور زکریا بن واثق کو مستعصم کا لقب دیکر خلافت کا خلعت عطا کیا۔ لیکن نہ بیعت ہوئی نہ اجماع۔ آخرکار پندرہ روز کے بعد پھر متوکل خلافت پر بلایا گیا۔

۷۸۵ھ میں متوکل نے برقوق کے خلع کا اعلان کیا مگر اُس نے خود متوکل کو خلافت سے برطرف کر کے عمر بن ابراہیم کو خلیفہ بنالیا۔ ۷۸۸ھ میں جب عمر گزر گیا اُسوقت امراء نے اسکو متوکل کی بیعت کا مشورہ دیا مگر وہ راضی نہ ہوا اور زکریا بن واثق کو جو آتابک لاین کے عہد میں خلافت پر آیا تھا خلیفہ بنایا۔ اُس نے مخالفت شروع کی اسوجہ سے مجبوراً اُس کو نکالکر پھر متوکل کو بلایا۔ اُس نے خلیفہ ہوتے ہی برقوق کی معزولی کی کوشش شروع کی اور کامیاب ہو گیا۔

رجب ۸۰۸ھ میں وفات پائی۔ کنیزوں کا عاشق تھا۔ نر و مادہ سو اولادیں چھوڑیں جن میں سے پانچ خلیفہ ہوئے۔

---

(۸) مستعین باللہ ۸۰۸ھ سے ۸۱۵ھ تک

ابو الفضل عباس بن متوکل، بائی خاتون نامی ترکی کنیز کے شکم سے تھا۔ رجب ۸۰۸ھ میں ملک ناصر بیبر برقوق کے عہد میں اپنے باپ کی جگہ خلیفہ ہوا۔ جب شیخ محمودی نے ناصر کو گرفتار کیا تو مستعین نے اُس کو قتل کرا کے تخت سلطنت بھی حاصل کر لیا۔

چونکہ مدت کے بعد عباسی خلیفہ کو دنیاوی اقتدار ملا تھا اسو جہ سے مسلمانوں نے اس پر شادیانے بجائے۔ لیکن یہ خوشی زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکی۔ کیونکہ شیخ محمودی نے بہت جلد اس کو خلافت اور سلطنت دونوں سے معزول کر کے قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ اور خود سلطان ہو گیا اور خلافت کی بیعت داؤد بن متوکل کے ہاتھ پر کر لی۔ اس کے بعد مستعین کو اسکندریہ بھیجدیا۔ وہاں اُس نے بڑی ثروت پیدا کر لی اور ۸۳۳ھ میں انتقال کیا۔

(۹) معتضد باللہ ثانی

۸۱۵ھ سے ۸۴۵ھ تک

داؤد کا لقب معتضد باللہ رکھا گیا۔ اُس کی ماں کزل نامی ترکی کنیز تھی۔ اس کی بیعت ۸۱۵ھ میں ہوئی۔ ۶۳ سال کی عمر میں ۴ ربیع الاوّل ۸۴۵ھ میں مر گیا۔ باوقار، عالم اور فیاض تھا۔

(۱۰) مستکفی باللہ ثانی

۸۴۵ھ سے ۸۵۴ھ تک

ابو الربیع سلیمان بن متوکل، معتضد کے بعد اُس کی وصیت کے مطابق، خلیفہ بنایا

گیا۔ نہایت متقی اور عبادتگزار تھا۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اسی کے گھر میں پرورش پائی تھی کیونکہ ان کے والد اس کے اتالیق تھے۔ ملک ظاہر جقمق اس کے ساتھ عقیدت اور اس کے حق حرمت کا بہت خیال رکھتا تھا۔ ۶۳ سال کی عمر میں جمعہ کے دن ۲۹ ذی حجہ ۸۵۴ھ میں انتقال کر گیا۔ امراء و سادات جنازہ پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ خود جقمق نے بھی کاندھا دیا۔

(۱۱) قائم بامر اللہ

۸۵۴ھ سے ۸۵۹ھ تک

ابو البقا حمزہ بن متوکل، بلا ولیعہدی کے خلافت کے منصب کا متولی بنایا گیا۔ اسی کی سازشوں کے ڈر سے جقمق نے سلطنت اپنے بیٹے عثمان کے حوالہ کر دی تھی۔ قائم نے اُس کے خلع کا اعلان کیا اور چاہا کہ مستعین کی طرح خود سلطنت پر قابض ہو جائے مگر کامیاب نہ ہو سکا اور ملک اشرف ینال تخت پر آ گیا۔ اس کے خلاف بھی سازش شروع کی اس وجہ سے ۸۵۹ھ میں اسکندریہ بھیج دیا گیا۔ وہیں ۸۶۳ھ میں وفات پائی اور اپنے بھائی مستعین کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

(۱۲) مستنجد باللہ

۸۵۹ھ سے ۸۸۴ھ تک

ابو المحاسن یوسف بن متوکل، ۸۵۹ھ میں منصب خلافت پر آیا۔ اس کے زمانہ میں بڑی بادشاہ گردی رہی۔ آخر میں ملک اشرف قایت بائے پر آ کر سلطنت نے قرار لیا۔

ظاہر خوش قدم نے سازش کے خطرہ سے اس کو قلعہ میں نظر بند رکھا تھا۔ وہیں ۲۴ محرم ۸۸۴ھ میں گزر گیا۔

(۱۳) متوکل علی اللہ ثانی

۸۸۴ھ سے ۹۰۳ھ تک

عبدالعزیز بن یعقوب بن متوکل ۱۶ محرم ۸۸۴ھ کو خلیفہ ہوا۔ دیندار اور خوش اخلاق تھا۔ ۲ صفر ۹۰۳ھ کو وفات پائی۔

(۱۴) مستمسک باللہ

۹۰۳ھ سے ۹۲۰ھ تک

یعقوب بن عبدالعزیز باپ کے مرنے کے بعد اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ ۹۲۰ھ میں انتقال کر گیا۔

(۱۵) متوکل علی اللہ ثالث

۹۲۰ھ سے ۹۲۳ھ تک

اس کا نام محمد تھا۔ مستمسک کے بعد اس کی خلافت کی بیعت ہوئی۔ اس کے زمانہ میں ۹۲۳ھ میں سلطان سلیم اول عثمانی نے مصر کو فتح کیا۔

چونکہ اصولاً منصب خلافت منصب سلطنت سے بالاتر ہے اور خلیفہ کے احکام سلطان کے لئے واجب التعمیل ہوتے ہیں۔ اس لئے سلیم نے سلطنت کے ساتھ ہی خلافت بھی لیلی۔

اور یہ اختیار دوسروں کے ہاتھ میں رکھنا پسند نہ کیا۔

اسوقت سے یہ نام کی خلافت بھی بنی عباس کے ہاتھ سے نکل گئی۔

سلیم متوکل کو اپنے ساتھ آستانہ لیتا گیا۔ وہاں وظیفہ مقرر کردیا۔ ۹۴۵ھ میں متوکل نے وہیں وفات پائی۔

خلافت عباسیہ

عباسی خلافت اگرچہ کل عالم اسلامی کی نمائندہ نہ تھی کیونکہ اس کا ایک حصہ اندلس روز اوّل سے اس کے قلمرو سے خارج رہا اور امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ اکثر اسلامی ممالک اس کے قبضہ سے نکلتے گئے۔ یہانتک کہ دیلم اور سلجوق نے خود اس کے مرکز پر قبضہ کرلیا اور اُن کے زمانہ میں اس کا دنیاوی تسلط برائے نام رہگیا لیکن پھر بھی بوجہ خلافت راشدہ اور بنی امیہ کے وارث ہونے کے بالعموم امت میں مرکزی حیثیت اس کو حاصل رہی۔ مشرق سے مغرب تک اکثر سلاطین اور ملوک اسلام خلفاء عباسیہ ہی کو جانشین رسول اور دنیائے اسلام کا مرکزی فرمانروا مانتے۔ انہیں سے اپنی امارتوں کا فرمان لکھواتے اور اپنے آپ کو ان کا نائب قرار دیکر ان کے ناموں کے خطبے پڑھتے اور اس کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ اندلس اور مراقش کی خلافتوں نیز خلافتِ فاطمیہ کو بجز ان کے ماتحتوں اور ہم عقیدہ لوگوں کے اور کسی نے کبھی صحیح تسلیم نہیں کیا۔ اور عام طور پر امت کے نزدیک یہ خلافتیں نامقبول بلکہ ناجائز رہیں۔ اسوجہ سے بغداد سے خلافت عباسیہ کے زوال کو باوجود اس کے کہ اس کے پاس تین صوبوں سے زائد نہ تھے خوارزم شاہی طویل وعریض سلطنت اور دیگر اسلامی ریاستوں کے زوال کی بہ نسبت امت نے زیادہ محسوس کیا۔ کیونکہ اس سے دنیائے اسلام کی مرکزیت

مٹ گئی تھی اور ایک عظیم الشان منصب جو روایات کے لحاظ سے دینی حیثیت اختیار کر چکا تھا امت کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اس لئے اس کا دوبارہ قائم کرنا ضروری سمجھا گیا۔

یہ احساس عوام کی بہ نسبت علمار کو زیادہ تھا۔ اور خلافت کی تاریخ کی بنا پر ان کے دلوں میں یہ بات بھی جمی ہوئی تھی کہ اس منصب کی تولیت کے مستحق عباسی ہی خاندان کے افراد ہو سکتے ہیں۔ اسی بنیاد پر ابوالعباس احمد کو جو بغداد سے بھاگ کر حلب گیا تھا حاکم بامر اللہ کے لقب سے امام ابن تیمیہ کے والد بزرگوار عبدالحلیم بن تیمیہ نے خلیفہ بنایا اور سب لوگوں سے بیعت لیکر خلافت کا منصب قائم کیا۔ اور مصر میں جب ابوالقاسم احمد پہونچا تو وہاں علامہ عزالدین اور قاضی تاج الدین کی کوششوں سے اُس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی اور جو مرکزیت بغداد میں شکست ہوئی تھی قاہرہ میں نصب کی گئی۔

سلطان بیبرس بیند قداری نے بھی عقیدت مندی اور نیز اس خیال سے کہ اس مرکزیت کی بدولت اس کی سلطنت کو قبولیت عامہ نصیب ہوگی اور اُس کا اقتدار بڑھجائیگا بیعت کرلی۔ چنانچہ بیعت کے بعد جمعہ کے دن خلیفہ نے خطبہ پڑھا اور سلطان مذکور کو قسیم امیرالمومنین کا لقب اور مصر و شام وغیرہ کی امارت کا فرمان عطا فرمایا۔ اُس نے خلیفہ کے لئے ایک محل مخصوص کر دیا اور کاتب، حاجب، خزانچی وغیرہ متعین کر دئے۔ غلام، کنیزیں، خدم و حشم اور سواری کے لئے سو گھوڑے دئے۔ نیز جملہ لوازمات اور اُن کے اخراجات کا بندوبست فرمایا۔ خطبوں میں بھی اس کا نام داخل کیا اور سکوں میں بھی اور خلافت کا پورا اعزاز ملحوظ رکھا۔

اس میں شک نہیں کہ علمار نے نیک نیتی اور مسلمانوں کی خیرخواہی کے خیال سے اس خلافت کا احیار کیا تھا اور انکا مقصد یہ تھا کہ امت کی وحدت اور مرکزیت قائم رہجائے لیکن اقوام مسلمہ کا تشتت و افتراق اس حد سے گزر چکا تھا کہ اس بوسیدہ رشتہ سے جو روحانی خلافت

کی شکل میں قائم کیا گیا اُن کی شیرازہ بندی ہو سکتی۔ چنانچہ سیاسی حیثیت سے یہ مفید ہونے کے بجائے خود مصر کے لئے مضر ثابت ہوا۔ کیونکہ دو مستقل اختیارات ہر وقت متصادم ہو سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلاطین نے تھوڑے ہی دنوں کے بعد خلیفہ کو قلعہ میں اپنی نظر کے سامنے رکھنا شروع کیا اور ارکانِ دولت کا ملنا اس سے بند کر دیا۔ اس کے بعد سکوں اور خطبوں سے بھی اس کا نام نکال ڈالا۔ اور اس کو محض ایک تبرک کی حیثیت سے رہنے دیا جو مذہبی مجالس میں شرکت کے لئے بلا لیا جاتا تھا۔ اس کا لقب بھی بجائے خلیفہ کے امام کر دیا اور سیاسیات میں کسی قسم کا دخل دینے سے روک دیا۔ ان میں سے جو کسی قسم کی مخالفت کا اظہار کرتا وہ یا تو معزول ہوتا یا قید۔ مستعین باللہ نے جرأت کر کے ذرا قدم آگے بڑھایا تھا اور تخت سلطنت پر پہونچ گیا تھا جس پر علما نے حد سے زیادہ خوشی کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے جوش سرور میں ایک قصیدہ بھی لکھ ڈالا۔ لیکن چونکہ کوئی عصبیت اس کے پاس نہ تھی اور امرا اپنی اپنی غرض کے بندے تھے اسوجہ سے وہ چالیس دن بھی تخت پر نہ رہ سکا اور قید کر دیا گیا۔

جب خود مصر میں ان کا یہ حال تھا تو دیگر سلاطین و ملوک اسلام کی نظروں میں اُن کی کیا وقعت ہو سکتی تھی۔ بایزید عثمانی نے اگر سنتِ قدیم کے مطابق انسے اپنی امارت کا فرمان لکھوا یا تو آخر میں اسی خاندان کے سلطان سلیم نے ان سے خلافت بھی چھین لی جس سے نہ صرف بنی عباس اور قریش بلکہ عرب کے ہاتھوں سے یہ منصب نکلکر عجم کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

بے شک ایک دوسری حیثیت سے اس خلافت کی بدولت مصر کو فائدہ پہونچا یعنی اگرچہ فتح اسلامی کے بعد ہی سے علوم اسلامیہ وہاں رائج ہو گئے تھے اور ہر قرن میں اچھے اچھے علماء اور مصنفین کی کثرت رہی۔ مگر اس خلافت کے قیام سے وہاں علم اور دین کو زیادہ

تصنیف مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری

تاریخ الامت۔ ابتدا سے اسلام کی مکمل، مستند، مسلسل اور مربوط تاریخ جو نہایت تحقیق کے ساتھ سلیس اور صاف اُردو زبان میں لکھی گئی ہے اور بوجہ اپنی خوبیوں کے قومی تعلیمی نصاب میں داخل اور ملک میں مقبول ہو چکی ہے۔ ابتک اس کے چھ حصے تیار ہوئے ہیں۔

	قیمت
حصہ اول۔ سیرۃ الرسول	عہ
حصہ دوم۔ خلافت راشدہ	۶
حصہ سوم۔ خلافت بنی امیہ	۸
حصہ چہارم۔ خلافت عباسیہ	۶
حصہ پنجم۔ عباسیہ بغداد	۶
حصہ ششم۔ عباسیہ مصر	۶

تاریخ القرآن۔ قرآن مجید کے ابتدائے نزول سے آجتک کے تاریخی حالات اور مفید معلومات۔ عہ

سیرۃ عمرو بن عاصؓ۔ نامور صحابی فاتح مصر و طرابلس کے حالات اور مجاہدانہ کارنامے۔ عہ

تاریخ نجد۔ اردو زبان میں نجد۔ وہابیہ اور آل سعود کی سب سے پہلی مستند اور صحیح تاریخ۔ عہ

حیات حافظ۔ خواجہ حافظ شیرازی کی دلکش سوانح عمری۔ انکی شاعری پر بحث۔ اور تاریخی فالیں عہ

حیات جامی۔ فارسی کے نامور شاعر مولانا عبدالرحمن جامی کے حالات اور انکی تصانیف پر تبصرہ۔ ۸

الوراثۃ فی الاسلام۔ فن وراثت میں مولانا کا بےنظیر مجتہدانہ کارنامہ بزبان عربی۔ ۸

محجوب الارث۔ مسئلہ ہذا کی ناقابل انکار دلائل سے تردید۔ ۴

جواہر ملیہ۔ مولانا کی دس بےنظیر تاریخی و ملی نظموں کا مجموعہ جو درس میں داخل ہے۔ ۳

ملنے کا پتہ۔ مکتبہ جامعہ۔ قرولباغ۔ دہلی

ترقی ہوگئی ۔ اور بجائے بغداد کے قاہرہ حضارۂ اسلامی کا مرکز ہوگیا ۔

سلاطینِ عثمانیہ خلافتِ اسلامیہ کو تو روم میں لے گئے مگر علوم اسلامیہ کو مصر ہی میں چھوڑ گئے۔ چنانچہ آجتک اُس کی یہ مرکزیت باقی ہے اور اس کے علمی احسانات کا فیض دنیائے اسلام میں جاری ہے ۔